بسم اللہ الرحمن الرحیم

جدید کمپیوٹرائزڈ اضافہ شدہ ایڈیشن

امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حیرت انگیز واقعات

تالیف

مولانا عبد القیوم حقانی

القاسم اکیڈمی • جامعہ ابوھریرہ
خالق آباد • ضلع نوشہرہ • سرحد۔ پاکستان

2007

امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

کے

حیرت انگیز واقعات

اردو کی سب سے پہلی اور کامیاب کاوش

فکر و نظر، علم و عمل، تاریخ و تذکرہ، فقہ و قانون، اخلاص و للّٰہیت، طہارت و تقویٰ
سیاست و اجتماعیت، جذبۂ اصلاحِ انقلابِ اُمت، تبلیغ و اشاعتِ دین
تعلیم و تدریس، غرض ہمہ جہت جامع اور نفع بخش

پیش لفظ: جناب مولانا سمیع الحق مدیر "الحق"

تالیف

مولانا عبد القیوم حقانی

القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ
برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ، سرحد پاکستان فون: 0923-630237

نام کتاب ------- امام اعظمؒ کے حیرت انگیز واقعات
تالیف -------- مولانا عبدالقیوم حقانی
کمپوزنگ -------- جان محمد جان ' رُکن القاسم اکیڈمی
ضخامت -------- 352 صفحات
تعداد -------- 1100
تاریخ طباعت پندرہویں --- ربیع الاوّل ۱۴۲۸ھ/اپریل 2007ء
ناشر -------- القاسم اکیڈمی ' جامعہ ابوہریرہ
برانچ پوسٹ آفس ' خالق آباد' نوشہرہ، سرحد، پاکستان

ملنے کے پتے

....

- ☆ صدیقی ٹرسٹ' صدیقی ہاؤس المنظر اپارٹمنٹس 458 گارڈن ایسٹ، نزد لسبیلہ چوک کراچی
- ☆ مولانا سید محمد حقانی ' مدرس جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ
- ☆ مکتبہ رشیدیہ' سردار پلازہ جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ
- ☆ کتب خانہ رشیدیہ ' مدینہ کلاتھ مارکیٹ ' راجہ بازار ' راولپنڈی
- ☆ مکتبہ سید احمد شہید ' ۱۰ الکریم مارکیٹ ' اردو بازار ' لاہور
- ☆ زم زم پبلشرز ' نزد مقدس مسجد ' اردو بازار ' کراچی
- ☆ مولانا خلیل الرحمٰن راشدی صاحب' جامعہ ابوہریرہ' چنوں موم ضلع سیالکوٹ

اس کے علاوہ پشاور کے ہر کتب خانہ میں یہ کتاب دستیاب ہے۔
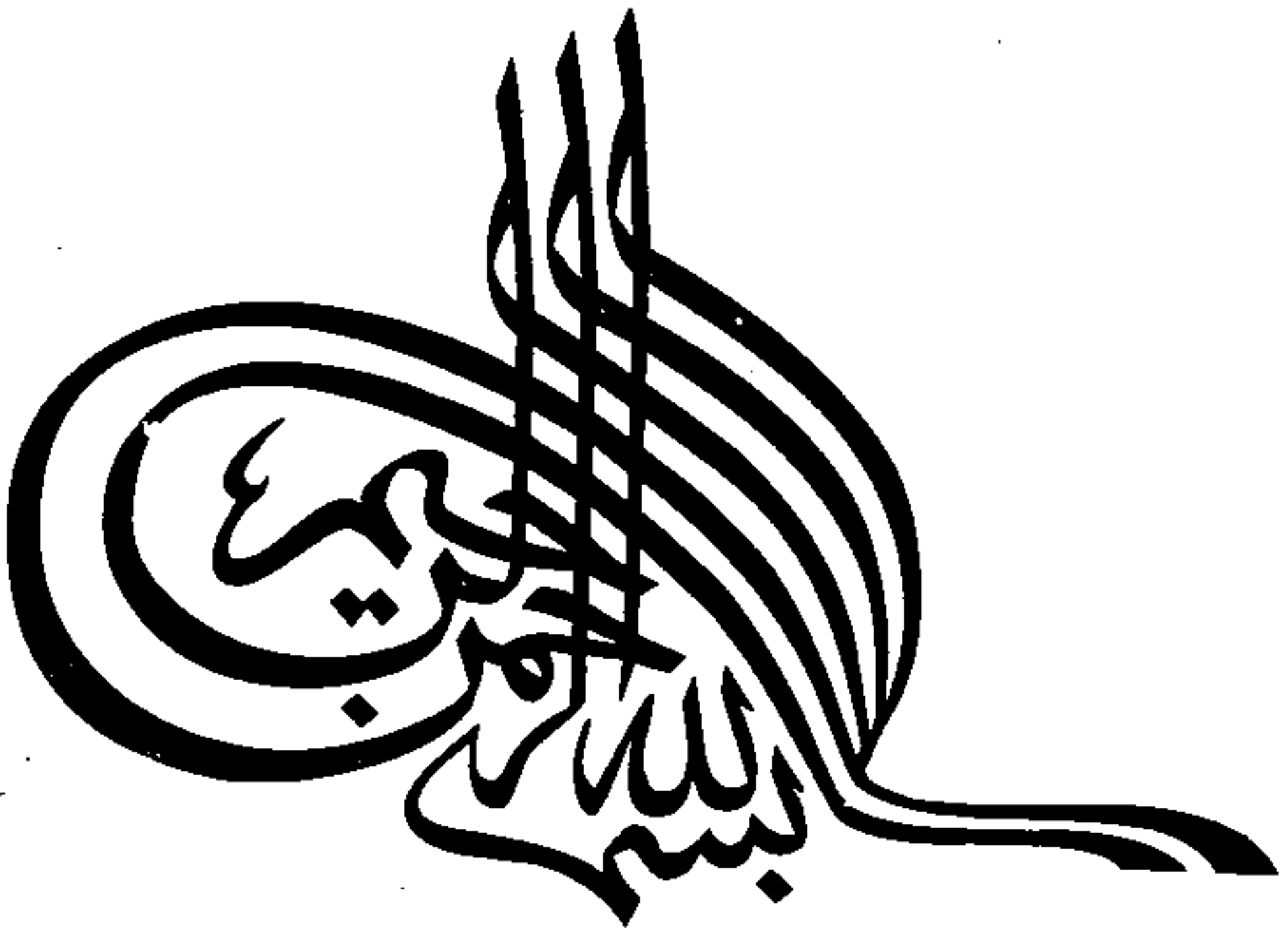
امام اعظم ابوحنیفہؒ کی قناعت واستغناء

زید بن ارقم نے کہا میں نے عبداللہ بن صہیب کلبی سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ ابوحنیفہ نعمان ثابت اکثر بہ طورِ مثال پڑھا کرتے تھے ....

عَطاءُ ذِی الْعَرْشِ خَیرٌ مِنْ عَطائِکُمْ
وَ سَیْبُہُ وَاسِعٌ یُرْجٰی وَ یُنْتَظَرُ
اَنْتُمْ تکَدِّرُ مَا - تُعْطُوْنَ مِنکُمْ
وَ اللّٰہُ یُعْطِیْ بِلا مَنٍّ وَ لا کَدَرٍ

۱۔ خداوندِ عرش کی عطا تمہاری عطا سے بہتر ہے، اس کا فیضان فراخ ہے جس کی اُمید کی جاتی ہے اور انتظار کیا جاتا ہے۔

۲۔ ستم جو کچھ دیتے ہیں تمہارا احسان اس کو مکدّر کر دیتا ہے اور اللہ ربّ العزت کی عطا بلا احسان اور بلا کدورت ہوتی ہے۔

امام عبداللہ بن مبارکؒ کا خراجِ عقیدت

حسن بن ربیع نے کہا : میں نے عبداللہ مبارکؒ سے سنا وہ کہہ رہے تھے ...... ے

۱. رَأَیْتُ اَبَا حَنِیْفَةَ کُلَّ یَوْمٍ   یَزِیْدُ نَبَاهَةً وَ یَزِیْدُ خَیْرا

۲. وَ یَنْطِقُ بِاالصَّوَابِ وَ یَصْطَفِیْهِ   اِذَا مَا قَالَ اَهْلُ الْجَوْرِ جَوْرَا

۳. یُقَایِسُ مَنْ یُقَایِسُهُ بِلُبٍّ   وَ مَنْ ذَا تَجْعَلُوْنَ لَهُ نَظِیْرا

۴. کَفَانَا فَقْدَ حَمَّادٍ وَ کَانَتْ   مُصِیْبَتُنَا بِهِ اَمْرًا کَبِیْرا

۵. رَأَیْتُ اَبَاحَنِیْفَةَ حِیْنَ یُؤْتَی   وَ یُطْلَبُ عِلْمُهُ بَحْرًا غَزِیْرًا

۶. اِذَا مَا الْمُشْکِلَاتُ تَدَافَعَتْهَا   رِجَالُ الْعِلْمِ کَانَ بِهَا بَصِیْرًا

۱۔ میں نے ابوحنیفہ کو دیکھا کہ اُن میں ہر دن شرافت اور خیر کا اضافہ ہوتا ہے۔

۲۔ اور وہ صحیح بات کہتے ہیں اور اسی کو اختیار کرتے ہیں جب کہ اہل جَور ٹیڑھی بات کرتے ہیں۔

۳۔ وہ اس شخص سے قیاس کی بحث کرتے ہیں جو آپ سے عقل کی بات کرے، وہ کون ہے جس کو تم ان کی نظیر بناتے ہو۔

۴۔ انہوں نے ہمارے لئے حضرت حماد کے فقدان کا مداوا کیا حالانکہ حماد کی جدائی ہمارے لئے ایک بڑی مصیبت تھی۔

۵۔ میں نے ان کو گہرا سمندر دیکھا جب کہ کوئی ان کے پاس آتا تھا اور علم کا طلبگار ہوتا تھا۔

۶۔ جب کہ علماء مسائل کو ایک دوسرے پر ٹالتے تھے، آپ اُن سے واقف تھے۔

امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے دو شعر

ایک شخص قاضی ابن شبرمہ کے پاس اپنا دعویٰ لے گیا۔ ابن شبرمہ نے اس کے خلاف فیصلہ کیا۔ وہ ابوحنیفہ کے پاس آیا اور اُن سے واقعہ بیان کیا۔ ابوحنیفہ نے کہا یہ حکم خطا ہے اور ابوحنیفہ نے مسئلہ کی صحیح صورت لکھ کر اس شخص کو دی۔ وہ آپ کی تحریر ابن شبرمہ کے پاس لے گیا، وہاں قاضی ابن ابی لیلیٰ بھی تھے۔ ان دونوں کو یہ معلوم نہ ہوا کہ مسئلہ کس نے لکھا ہے، لہٰذا وہ دونوں مسئلہ پڑھ کر خوش ہوئے اور دریافت کیا کہ یہ تحریر کس کی ہے۔ اس شخص نے ابوحنیفہ کا نام لیا۔ چنانچہ ان دونوں نے اس واقعہ کو آپ کے ابتلا کا ذریعہ بنایا اور ابوحنیفہ نے معلوم ہونے پر یہ دو شعر پڑھے ....

اِنْ یَحْسُدُوْنِیْ فَاِنِّیْ غَیْرُ لَائِمِهِمْ
قَبْلِیْ مِنَ النَّاسِ اَهْلِ الْفَضْلِ قَدْ حُسِدُوْا
فَدَامَ بِیْ وَ بِهِمْ مَابِیْ وَمَا بِهِمْ
وَ مَاتَ اَکْثَرُنَا غَیْظًا بِمَا یَجِدُ

ا۔ اگر وہ مجھ سے حسد کرتے ہیں تو میں ان کو ملامت نہیں کرتا کیونکہ مجھ سے پہلے بہت سے اصحابِ کمال سے حسد کیا جا چکا ہے۔

۲۔ ہمیشہ رہے مجھ سے جو مجھ میں ہے اور ان میں (حاسدوں میں) جو ان میں ہے اور ہم میں سے اکثر اس غیظ کی وجہ سے جو اُن میں ہے مر چکے ہیں۔

(اخبار ابی حنیفہ واصحابہ)

نعمان کی دقیقہ سنجیاں

امام موفق مکی نے کہا ہے .... ؎

اَیَا جَبَلَیْ نُعْمَانَ اِنَّ حَصَا کَمَا
لَتُحْصٰی وَ لَا یُحْصٰی فَضَائِلُ نُعْمَانِ
جَلَائِلَ کُتُبَ الْفِقْهِ طَالِعْ تَجِدْبِهَا
دَقَائِقَ نُعْمَانٍ شَقَائِقَ نُعْمَانِ

ا۔ اے نعمان نام کے دو پہاڑ تمہاری کنکریاں گنی جاسکتی ہیں اور حضرت نعمان کی خوبیاں نہیں گنی جاسکتیں۔

۲۔ فقہ کی بڑی کتابوں کا مطالعہ کرو تو اُن میں تم پاؤ گے نعمان کی دقیقہ سنجیاں شقائق نعمان ہیں۔

''ابجدی منجد'' میں لکھا ہے کہ ربیع کے موسم میں مختلف اقسام کے سرخ رنگ کے پھول ہوتے ہیں، جیسے شقّارِ اُحمَر ، حَوذان، زَھارین، اِن سب کو شقائقِ نعمان کہتے ہیں۔

یحیٰ بن معین کا خوبصورت تبصرہ

یحیٰ بن معین سے اگر ابوحنیفہؒ پر طعن کرنے والے کا ذکر کیا جاتا تھا، وہ یہ دو شعر تھے ....

حَسَدُوا الْفَتٰی اِذَا لَمْ یَنَالُوْا سَعْیُهٗ
فَالْقَوْمُ اَضْدَادٌ لَهٗ وَ خُصُوْمُ
کَضَرَائِرِ الْحَسْنَاءِ قُلْنَ لِوَجْهِهَا
حَسَدًا وَ بُغْضًا اِنَّهٗ لَدَمِیْمُ

۱- جب اس جوان کے مرتبہ کو نہ پا سکے تو اس سے حسد کرنے لگےاور ساری قوم اس کی مخالف اور دشمن ہے۔

۲- جس طرح حسینہ کے چہرے کو دیکھ کر اس کی سوکنیں حسد اور عداوت کی بنا پر کہتی ہیں کہ یہ بدصورت ہے۔

(اخبار ابی حنیفہ واصحابہ)

فہرستِ مضامین

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
باب : ۱	۵۳	سایہ چھوڑ کر دھوپ میں بیٹھے رہے	۷۰
مختصر سوانح، تعلیم و تربیت، مجاہدہ و ریاضت، تقویٰ ذوقِ عبادت اور جذبہ اتباعِ سنت		نظروں کی حفاظت	۷۰
		ابوحنیفہؒ کی عفیف اور پاکیزہ کردار شخصیت	۷۱
		خشیت و تقویٰ	۷۲
		تحائف اور ہدایا میں حدیث نبویؐ پر عمل	۷۲
مختصر حالاتِ زندگی	۵۳	مقتضائے حدیث پر شوقِ عمل، عالمانہ وقار اور تحمل	۷۳
ایک ضمنی گذرش، دفاع امام ابوحنیفہؒ	۵۴	سنت رسولؐ کا احیاء اور مجاہدہ و ریاضت کی انتہاء	۷۴
امام شعبیؒ کی نظرِ انتخاب اور قابلیت کا جوہر	۵۵	ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر ختم القرآن کی توضیح	۷۵
ایک عورت تحصیلِ علم فقہ کا ذریعہ بن گئی	۵۵	سنت رسول ﷺ اپنانے کی تلقین	۷۶
مروّجہ عصری علوم میں علم فقہ کا انتخاب	۵۷	**باب : ۲**	۷۹
علم کا پندار اور غیبی ہدایت کا اظہار	۵۹	**جذب وشوق، سوزِ دروں، تسلیم و رضا، ایمان و احتساب اور احسانی کیفیات**	
حضرت حماد کی نگاہِ شفقت	۶۰		
امام حماد کے جانشین کا انتخاب	۶۱		
خدمت و اشاعت دین کے غیبی اشارات	۶۲		
ریاضت و مجاہدہ اور ذوقِ عبادت و تلاوت	۶۲		
سات ہزار ختم القرآن کی روایت پر اعتراض کا جواب	۶۴	اللہ کا نام سن کر ابوحنیفہؒ لرز جاتے	۷۹
ہمیشہ کا معمول، قیامِ لیل و تدریس علم	۶۵	حصول علم کے ساتھ عمل کی ضرورت	۸۰
یہ ابوحنیفہؒ ہیں جو تمام رات نہیں سوتے	۶۷	دنیا و آخرت کی آبرومندی	۸۱
ابوحنیفہؒ شریعت کا ستون تھے	۶۸	مشاجراتِ صحابہؓ اور ابوحنیفہؒ کا مسلک	۸۱
امام ابوحنیفہؒ کا تقویٰ اور مجوسی کا قبولِ اسلام	۶۹	علقمہؒ اور اسودؒ میں افضل کون؟	۸۲

☆☆☆☆☆

عنوان	صفحہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

افتتاحیہ

از محدثِ کبیر استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ
بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ

حامداً و مصلیاً ۔زمانہ کے انقلابات جدّت پسندی ذوقِ مطالعہ کے فقدان عامۃ الناس کے مشاغل و مصروفیات اور کم علمی و نارسائی اور دوسری طرف ائمہ امت سلفِ صالحین اور بالخصوص علماءِ احناف کے علاوہ زہریلے لٹریچر کی بھرمار اور باغیانہ جذبات کی انگیخت کے پیشِ نظر ضروری تھا اور عرصہ سے میری یہ تمنا تھی کہ جدید زمانہ کے معیار اور مذاق کو ملحوظ رکھ کر اکابر ائمہ امت سلفِ صالحین اور علماءِ احناف کی سیرت و سوانح کو سہل اور سلیس زبان میں تحریر کر کے وسیع پیمانے پر اس کی اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔اس طرح عامۃ المسلمین بالخصوص نئی نسل کے صاف ذہنوں میں صالح اقدار کا بیج بٹھا کر انقلابی سطح پر ان کے ذہن کی تعمیر اور سیرت کی تشکیل کا کام کیا جا سکتا ہے۔

عامۃ المسلمین اور عام نسل کی موجودہ بے راہ روی اسلام کی صحیح روح سے بُعد آسمانی مذاہب کے مخالف مادی اقدار کی غلامی اور مغربی ولادینی فکر سے وابستگی درحقیقت

سلفِ صالحین اور ائمہ امت پر اعتماد کے فقدان اور ان کے پیغام و تعلیمات سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا ضروری تھا کہ اکابر ائمہ امت بالخصوص علماءِ احناف کے اصل حالات ان کی دینی اور تبلیغی مساعی ان کی تعلیم و تربیت کے نتائج و اثرات ان کے مزاج و مذاق اور ان کے فکر و عمل اور مؤثر انقلابی کردار سے لوگوں کو روشناس کرایا جائے۔ تاکہ اس زمانہ کے لوگوں کے لئے ان کے صحیح حالات اور واقعات، سبق آموز، شوق انگیز اور ہمت آفرین ثابت ہوں اور بحیثیت جلیل القدر اور کامل انسان کے ان کے حالات منظر عام پر آئیں۔

الحمد للہ! کہ افرادِ امت کے عمومی مزاج اور وقت کی ایک اہم ضرورت کے تقاضے کو ملحوظ رکھ کر فاضلِ عزیز مولانا عبدالقیوم حقانی مدرس دارالعلوم حقانیہ نے اردو زبان میں ''علماءِ احناف کے حیرت انگیز واقعات'' کی تالیف اور ترتیب و تحریر کی طرح ڈال کر ہماری دیرینہ تمنا کو پورا کر دیا۔ اور گویا امت کی طرف سے ایک فرضِ کفایہ ادا کر دیا۔ اس سلسلہ کی پہلی جلد ''امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات'' پر مشتمل ہے۔ جو اپنے موضوع کے اعتبار سے پُر مغز، مستند، جامع اور اثرات و نتائج کے اعتبار سے یقیناً مؤثر اور انشاءاللہ انقلاب آفریں ثابت ہوگی۔ اور مجھے سب سے زیادہ مسرت اس پر ہے کہ حالات اور واقعات کے انتخاب میں مؤلف نے ان اجزاء و مضامین اور حکایات کو اہمیت دی ہے جو نسلِ نو کے لئے مفید، سبق آموز، قابلِ تقلید، عام فہم اور دل نشیں ہیں۔ جن سے غلط روی اور غلط فہمی کا کم سے کم اندیشہ ہوتا ہے۔ اور جو عقیدت و محبت کے بجائے حقیقت اور شریعت کے معیار پر پورے اترتے ہیں۔

مؤلف سلمہ، نے جس محنت و عرق ریزی اور ہزاروں صفحات کی ورق گردانی سے اردو زبان میں تاریخ نویسی کی جو نئی طرح ڈالی ہے، علماءِ احناف کی سیرت و سوانح اور واقعات و

حکایات کی گراں قدر سوغات امت کے حضور پیش کی ہے۔اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس موضوع پر ان کی نظر وسیع اور عمیق اور ان کا انتخاب و مذاق پاکیزہ اور قابلِ رشک حد تک شائستہ ہے۔

میری دلی دعا ہے کہ فیاضِ ازل مؤلف کی ان کوششوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔اور اس سلسلہ تالیف کو زیادہ سے زیادہ نافع بنائے۔اور مؤلف سلمہٗ کو اس سلسلہ کی باقی جلدوں کی بھی جلد از جلد بأحسن وجوہ تکمیل اور اشاعت کی توفیق ارزانی فرمائے۔(آمین)

وصلی اللہ تعالی علےٰ خیرِ خلقہٖ محمّد و آلہٖ وصحبہٖ اجمعین

عبدالحق غفرلہٗ

مہتمم وبانی دارالعلوم حقانیہ

یکم ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ/ بمطابق 27 جولائی 1987ء

پیش لفظ

جناب حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
مدیر ماہنامہ ''الحق''

سوادِ اعظم اہلِ السنّت و الجماعت کے امام اور مقتداء و پیشوا سراج الامہ' امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہؒ پر لکھنے والے ہر دور میں لکھتے رہے' بہت کچھ لکھا جا چکا' لکھا جا رہا ہے اور آئندہ بھی یہ سلسلہ چلتا رہے گا اور اب شاید ہی کوئی ایسا پہلو ہو جو تشنہ رہ گیا ہو۔

مگر اسلامی اور اخلاقی نقطۂ نظر سے سیرت و سوانح اور تاریخِ ایام کی ترتیب و تحریر کا اصل مقصد یہ ہونا چاہئے کہ پڑھنے والوں میں ایمان و احتساب' اخلاص و للٰہیت' اعمال و کردار اور جذبۂ اصلاحِ انقلاب امت بیدار ہو، جس کو پڑھا جا رہا ہے، تاریخی معلومات کے ساتھ ساتھ اس کے افکار و نظریات' اس کا انقلابی عمل' اس کا خلوص اور تقویٰ، اس کا ذوقِ عبادت و ریاضت بھی پڑھنے والوں میں منتقل ہو جائے۔ پڑھنے والے نئے عزائم' نئے حوصلہ و فیصلہ اور نئے ولولہ اور ایثار کے جذبات سے معمور ہوں۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے جامع سوانحات اور کثیر و پُر از معلومات تذکروں کے ہوتے ہوئے بھی فاضلِ محترم برادر عزیز مولانا عبدالقیوم حقانی کی پیشِ نظر تالیف ''امام

اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات'' جو مؤلف کے سلسلۂ تالیف ''علماءِ احناف کے حیرت انگیز واقعات'' کا نقشِ اوّل ہے۔ اُردو زبان میں اس سلسلہ کی پہلی کاوش ہے۔ جو سہل و سلیس، دلچسپ اور آسان ہونے کے ساتھ ساتھ جامع بھی ہے۔ فکر ونظر، علم وعمل، تاریخ و تذکرہ' فقہ و قانون' اخلاص وللّٰھیت' طہارت وتقویٰ' سیاست واجتماعیت' جذبہ اصلاحِ انقلابِ امت' تبلیغ واشاعت' تعلیم وتدریس' غرض جس جہت سے بھی دیکھا جائے، جامع اور تمام پہلوؤں کے لحاظ سے یکساں طور پر نفع بخش ہے۔ حال وقال ہو یا برہان واستدلال' طالبانِ مسائل ہوں یا عاشقانِ دلائل سب کے لئے اس مختصر مگر جامع ذخیرے میں سیرابی کا سامان موجود ہے۔ اس کتاب میں بیک وقت شریعت وطریقت، دلائل ومسائل، سیاست واجتماعیت کے دقیق مگر واضح اور حیات آفرین نکتے واقعات کے ضمن میں اس طرح زیبِ قرطاس ہو گئے ہیں کہ ہر ایک جویائے حقیقت اور متلاشی روحِ شریعت کے لئے سکونِ روح وقلب کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔

یہ امام صاحبؒ کی ولایت اور کرامت ہی کا کرشمہ ہے کہ محبّ مکرم برادرِ گرامی قدر مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب' کثیر مشاغل' ہمہ وقتی مصروفیات اور ہجوم کار کے باوجود بھی تعطیلات کے چالیس ایّام میں اور وہ بھی اس طرح کہ کسی ایک دن بھی انہیں دو گھنٹے جم کر اس کام کے کرنے کا موقع نہیں ملا، تاریخ حنفیت کا اس قدر حسین وجمیل گلدستہ مرتب کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ صرف یہ نہیں بلکہ فقہ وقانون اور بحث ومناظرہ کے خشک اور بے مزہ ابحاث کو واقعات وحکایات اور عشق ومحبت کی زبان میں بیان کر کے انہیں سُبک' لطیف' دلآویز' خوش تاثیر اور حیرت انگیز بنا دیا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فاضل مؤلف' داستاں گو کی حیثیت سے خود داستاں سرائی سے واقف اور اپنی شاہکار تصنیف '' دفاع امام ابوحنیفہؒ '' کے پیش نظر اس فن کے گویا منجھے ہوئے شناور ہیں۔

تاہم اس کتاب میں مؤلف سلمہٗ کی حیثیت ناقد اور تبصرہ نگار کی نہیں ایک ناقل اور

محتاط ناقل کی ہے۔ حکایات اور واقعات کے انبارِ عظیم میں انہیں جو کچھ اخذ و نقل کے قابل نظر آیا حسنِ ترتیب اور سلیقہ مندی کے ساتھ یکجا کر دیا۔ البتہ احتیاط اپنے نزدیک اس کی کر لی کہ جو بات خلافِ شریعت یا بہت زیادہ مبالغہ آمیز نظر آئی اسے نظر انداز کر دیا۔ اور جہاں ابہام اجمال یا کسی شبہ کا احتمال تھا حواشی میں اس کی توضیح و تفصیل اور مناسب تشریح بھی کر دی۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی سیرت و سوانح اور حالات و واقعات ان چند ابواب میں ہرگز محدود نہیں تاہم وقت اور کاغذ کی گنجائش بہرحال محدود ہی ہوتی ہے اور دائرۂ انتخاب بھی کسی نہ کسی منزل پر بند کرنا ہی پڑتا ہے۔ مؤلف سلمہٗ کا انتخاب ماشاء اللہ بہت خوب رہا ایسا کہ اس پر بے اختیار صاد کرنے کو جی چاہتا ہے اور دل سے دعا نکلتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کی عمر، علم دینی خدمات اور اوقات میں بہت بہت برکت دے۔ اور ان کی یہ صلاحیتیں، ان کے اساتذہ، والدین، خاندان، مادرِ علمی اور ملک و ملّت کی مزید نیک نامی کا باعث ہوں۔ اس سلسلہ کو آگے بڑھانے (جیسا کہ فاضل مؤلف ''علماء احناف ؒ کے حیرت انگیز واقعات'' کے نام سے اس کا ارادہ بھی رکھتے ہیں) کے لئے ابھی وسیع میدان پڑا ہوا ہے۔

کتاب اُردو کے متین ادب اور صالح تاریخ میں ایک شائستہ اضافہ ہے۔ اس کے پڑھنے والوں میں یقیناً بہت سے صالحین اور اہلِ دل ہوں گے ان سے درخواست ہے کہ اپنی دعاؤں میں مؤلف کتاب کو، راقم گنہ گار کو اور ادارۂ مؤتمر المصنفین کو فراموش نہ فرماویں۔

(مولانا) سمیع الحق صدر موتمر المصنفین

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

۲۳ صفر المظفر ۱۴۰۸ھ / بمطابق ۱۷ اکتوبر 1987ء

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تأثرات

حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہٗ
خلیفہ مجاز حضرت امام شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم
الحمد لاھلہ والصلوٰۃ لاھلھا اما بعد

قرآنِ عزیز نے ''الصالحون'' کو منعم علیھم کی ایک قسم قرار دیا ہے جن کا مصداق علماء باعمل ہیں۔ عمل بلاعلم بے کار اور علم بلاعمل وبال ہوتا ہے۔ ان صلحاءِ امت میں سے مخصوص اور ممتاز طبقہ فقہاءِ امت کا ہے جن کی دینی اور روحانی بصیرت نے حلال' حرام' جائز وناجائز' پسندیدہ وناپسندیدہ امور اور اشیاء کو تفصیلاً امت کے لئے پیش فرما کر عملِ صالح کی راہنمائی کی ہے۔

فقہاءِ امت میں سے نعمان بن ثابت المعروف عندالائمہ امام اعظم ابوحنیفہؒ ممتاز مقام کے مالک ہیں۔ جن کے درسِ حدیث سے امام بخاریؒ امام مسلمؒ امام ابوداؤد وغیرھم جیسے جلیل القدر محدثین بالواسطہ فیضیاب ہوئے اور جن کے درسِ تفقہ فی الدین سے امام محمدؒ، امام ابویوسفؒ، امام زفرؒ جیسے فقہاءِ ملت نے حصہ وافر حاصل کیا۔ جن کے دینی اور روحانی

کمالات سے اکثر ائمہ سلوک نے خوشہ چینی کی۔ جن کے ذکر و فکر نے جوہر الاشیاء کو محسوس مشاہدہ کیا۔ جن کی اسلامی قانون سازی کا احسان امت کبھی ادا نہیں کر سکتی۔ مگر مقامِ افسوس ہے کہ :

امت کے اکثر افراد آج اس محسن کو فراموش کر چکے ہی یا صرف ایک مجتہد مستنبط کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ حالانکہ آپ بیک وقت محدّث مفسر فقیہ اور احسان و سلوک کے عظیم مرتبہ پر فائز تھے۔

مقامِ شکر ہے کہ دورِ حاضر کے فاضل نوجوان محقق صاحب البیان والبنان مولانا عبدالقیوم حقانی نے، امام ابوحنیفہؒ اور علماءِ احناف کے تذکرہ اور ذکر سے عامۃ المسلمین کو شناسا کرنے کے لئے ایک فراموش شدہ موضوع کو زندگی بلکہ تابندگی بخشی ہے۔ اسی محنت کا ایک شاہ کار آپ کی نئی تالیف ''امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات'' ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرما کر نافع الخلائق بنائے۔ اور مؤلف کو دارین کی سعادتوں سے نوازے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
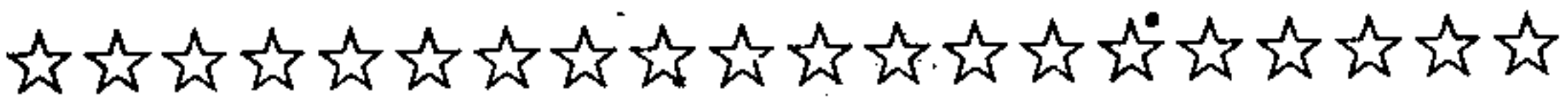
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا !

یہ تو سب کو معلوم ہے اور سب دیکھ رہے ہیں۔ کہ اہلِ زمانہ اپنے دنیوی کاروبار' تجارت وملازمت' حصولِ معاش اور اقتصادی دھندوں میں مشغول اور ہر لمحہ مصروف کار رہ کر' علماء اور صلحاءِ امت کے مجالسِ خیر وبرکت' دینی مدارس کی تعلیم واشاعت اور اہلِ علم کے مجالسِ وعظ ونصیحت میں حاضری اور شرکت کا موقع کم پاتے ہیں۔ ذوقِ علم کے فقدان' اور سارے دن کے مشاغل اور مصروفیات کی وجہ سے طبعی تھکاوٹ اور اکتاہت کے پیشِ نظر خاص علمی وتحقیقی تصنیفات یا مفصل تاریخی تالیفات سے استفادہ' جذبہ عمل اور توجہ وانابت الی اللہ کی نوبت ہی نہیں آتی۔

سکول کالجز کے طلبہ واساتذہ اور سرکاری دفاتر میں کام کرنے والے عہدیدار بھی اپنے آزاد ماحول اور رنگین سوسائٹیوں کی جکڑ بندیوں' ذوقِ عمل کے نقدان یا کمی کی وجہ سے ذہنی تعیش' لطف اندوزی' وقت گزارنے' تصوراتی حسن ورعنائی اور محض خیالی لذتوں کے حصول کی خاطر فحش ناولوں ڈائجسٹوں اور بعض اوقات مضر' زہریلے اور خطرناک لٹریچر کے گرویدہ اور عادی بن کر انفرادی سطح سے بڑھ کر اجتماعی اور قومی وملی جرائم کا ارتکاب کرتے اور قوم وملک کی ہلاکت کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

مختلف قسم کے آزاد اور جنسی انگیخت سے معمور اور فحاشی و بے حیائی پر مشتمل لٹریچر کی وجہ سے خدا بیزار نظریات اشتراکیت، دہریت اور الحاد و زندقہ کو ہاتھیوں کی یلغار کی طرح پھیلایا جا رہا ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں منکرات سے نہی اور معروفات کی اشاعت کا کام چیونٹی کی رفتار سے بھی کمزور ہے۔ اِدھر خود ہمارے اپنے علمی اور تحقیقی حلقوں، مطالعاتی اور اشاعتی اداروں، تعلیمی اور تربیتی درسگاہوں کے اپنے بنائے ہوئے مخصوص خاکوں اور مقاصد، مخصوص نصابِ تعلیم کے درس و تدریس، علمی موشگافیوں، تاریخی افسانوں، اشاعتی مشغلوں اور تدریسی فنکاریوں میں انہماک اور اشتغال کے پیش نظر اصلاحِ قلب، سوزِ دروں، ذوقِ عبادت، خلوص و للّٰہیت، جذب و شوقِ عمل، فکرِ آخرت، تعمیرِ زندگی، عالی ہمتی، اخلاق کی بلندی، عملی انقلاب اور اصلاحِ احوال جو مقصدِ تعلیم اور روحِ شریعت ہے، کی طرف توجہ کم بلکہ کالعدم ہے۔ سلف کے حالات و اخلاق، ان کی عالی ہمتی، قوتِ حافظہ، ذوقِ عبادت، تقویٰ و طہارت، توجہ الی اللہ و انابت، علوم نادرہ اور انقلابی نمونۂ عمل جب تک سامنے نہ ہو، اصلاحِ انقلابِ امت، تعمیر زندگی، طہارت و تزکیۂ احوال، شکر و سپاس، بندگی و عبدیت اور قرب و رضائے الٰہی کا صحیح مقام حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

دینوی مشاغل ہوں یا دینی تعلیم و تدریس ہو، وعظ و تبلیغ ہو، تصنیف و تالیف ہو، تحقیق و مطالعہ ہو، غرض زندگی کے کسی بھی پہلو اور کسی بھی حیثیت سے کوئی عمل کیا جا رہا ہو اگر اس کے ساتھ اللہ کے مقرب اور نیک بندوں اور ائمہ اُمت کے موثر واقعات اور سلفِ صالحین کے علمی و عملی اور روحانی حالات سے واقفیت اور ان کا مطالعہ بھی شامل کر لیا جائے تو قلب میں رقت اور گداز پیدا ہوگا، صحبتِ صالح کا پرتو پڑے گا، فکر و نظر کو جلا ملے گی، عمل صالح اور خدمتِ دین کے جذبات و عزائم کی انگیخت ہوگی۔ سچے اور موثر واقعات اور علمی و روحانی حکایات سے گوہرِ مقصود اور سلفِ صالحین کے حالات کے مطالعہ سے مقصدِ حیات اور

انابت وتوجہ الی اللہ حاصل ہوگی۔

کیونکہ ہمارے اسلاف دین کے اصل مزاج، علم وعمل کے ذوق اور قرآن و حدیث کے لبّ لباب سے آشنا اور بہرہ ور تھے۔ محض مرویات، علم ومطالعہ، جدلیات، بحث ومناظرہ اور وسعتِ معلومات سے رِقتِ قلب کا سامان کم اور عجب وپندار کا اندیشہ زیادہ رہتا ہے۔

علامہ ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ گذشتہ زمانوں میں سلف کی ایک جماعت نیک اور بزرگ شخصیتوں سے محض ان کے طور طریقے دیکھنے کے لئے ملنے جاتی تھی علم کے استفادے کے لئے نہیں، اس لئے کہ ان کا طور طریقہ ان کے علم کا اصل پھل تھا۔

اپنے اکابر اساتذہ ومشائخ کے مجالس، دَرسی افادات، بحث وتقریر میں بھی اسی کی اہمیت وضرورت، نقل حکایت، بیان روایت اور سلفِ صالحین کے موثر واقعات سے دل ودماغ لذت آشنا تھے ہی کہ اکابر علماء دیو بند کے تذکروں، سوانحات تقاریر، نجی مجالس اور درسی افادات کے مطالعہ سے اس کی واقعی ضرورت کا احساس ابھرا اور شدید تر ہوتا چلا گیا بالخصوص اپنے مربی ومحسن محدث کبیر، استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم بانی، ومہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے امالئ حدیث، درسی تقاریر نج کے مجالس اور مواعظ وارشادات ایسے یہ احساسِ ضرورت ایک ناگزیر حقیقت اور اس کی اثر انگیزی گویا پتھر کی لکیر بن گئی۔

اور گذشتہ سال جب احقر کی تصنیف ''دفاع امام ابوحنیفہؒ''، شائع ہوئی تو علمی و دینی حلقوں مطالعاتی اور تبلیغی، تاریخی اور ادبی ذوق رکھنے والے احباب نے اس کے آٹھویں باب کو جن میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے تبحر علمی ذہانت وفطانت، نکتہ رسی ودقیقہ سنجی حسنِ اخلاق، کریم النفسی مجاہدہ وریاضت، ورع وتقوی، توکل واستغناء تواضع وانکساری، شفقت علی الخلق اور انسانی مروّت وہمدردی کو سچے حکایات اور موثر واقعات کی

روشنی میں بیان کئے جانے کی وجہ سے بے حد پسند کیا، دینی و علمی ماہناموں اور ہفت روزوں نے اسے بطور خاص قسطوار شائع کیا۔

مرکز علم دارالعلوم دیو بند کے شہرہ آفاق ماہنامہ ''دارالعلوم'' کے مدیر شہیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی مدظلہ، نے دفاع امام ابوحنیفہؒ پر جنوری ۱۹۸۷ء کے شمارہ میں تین صفحات کے مفصل تبصرہ وتعارف کے ضمن میں ان دونوں ابواب کی ضرورت وافادیت اور پسندیدگی واثر انگیزی کا بطورِ خاص ذکر کیا۔

استاذِ محترم حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم (مدیر ماہنامہ ''الحق'' واستاذِ حدیث دارالعلوم حقانیہ) طلبہٗ دورۂ حدیث کو درسِ ترمذی کے دوران اس کے مطالعہ واستفادہ کی تاکید فرماتے رہے اور اسے صالح عمل اور روحانی انقلاب کے لئے واقعی ضرورت، روحِ شریعت اور ایک مؤثر ذریعہ قرار دیا۔

استاذِ مکرم مفتی اعظم دارالعلوم شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ نے بھی پسندیدگی، دعائیہ کلمات، توجہ اور روحانی عنایات سے نوازا۔ مخدوم العلماء حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کی پُرخلوص دعاؤں، حوصلہ افزائیوں اور شفقتوں سے خوب ہمت افزائی ہوتی رہی۔

ادھر اپنے بعض کرم فرما بزرگوں اور اہلِ قلم دوستوں کی یہ تجویز سامنے آئی اور پھر اس پر شدت سے اصرار بھی ہونے لگا کہ دفاع امام ابوحنیفہؒ کے ان دونوں ابواب کو علیحدہ ایک رسالہ (جس کی ضخامت پچاس صفحات ہو سکتی تھی) کی صورت میں شائع کر دیا جائے تاکہ ارزاں اور آسان ہونے کے پیشِ نظر نفع عام ہو اور زیادہ فائدہ اٹھایا جا سکے۔

احباب کی یہ گراں قدر تجویز مجھے بھی پسند آئی البتہ دفاع کی تصنیف کے دوران ائمہ احناف بالخصوص امام اعظم ابوحنیفہؒ اور آپ کے مشاہیر تلامذہ کے جو موثر حکایات،

حیرت انگیز واقعات اور دلچسپ حالات احقر نے علیحدہ فائل میں محفوظ کر لئے تھے، خیال آیا کہ اگر ان میں سے بھی چند مزید واقعات کا انتخاب کر کے اس رسالہ میں شامل کر کے شائع کر دیئے جائیں تو نفع اور بھی زیادہ ہو مگر جب فائل کھولی اور کام شروع کرنا چاہا تو دیکھا کہ ہر واقعہ ایک سے ایک بہتر اور اپنی اپنی حیثیت سے موثر ہے کسی کو لینا اور کسی کو چھوڑ دینا میرے بس کی بات نہ تھی، اسی تذبذب اور انتخاب میں تردّد کے عمل نے سارا کام روک دیا اور مہینوں رُکا رہا۔

اور اب کی بار جب شعبان ۱۴۰۷ھ میں دارالعلوم حقانیہ میں ترجمہ و دورۂ تفسیر (جس کے پڑھانے کے لئے دارالعلوم کے دو اساتذہ یعنی مجھے اور برادر محترم مولانا مفتی غلام الرحمٰن مدظلہ، کو مامور کیا گیا ہے) پڑھانے کے دوران ائمہ احناف کے متعلق جمع کردہ حیرت انگیز واقعات بیان کرنے کی تدریسی ضرورت کے پیش نظر مذکورہ فائل کھولی تو سابقہ ذہنی پسِ منظر میں اور احساسِ ضرورت کے پیشِ نظر یہ تجویز ذہن میں آئی کہ سردست ہلکے پھلکے سلیس اور بغیر مبالغہ و رنگ آرائی کے صرف امام اعظم ابوحنیفہؒ کے علمی و روحانی حالات، موثر و نادر حکایات، تاریخی شہ پارے اور حیرت انگیز واقعات پر مشتمل ایک مستقل کتاب تحریر کی جائے، اور دفاع امام ابوحنیفہؒ کے مذکورہ دونوں ابواب میں امام صاحبؒ کے متعلق بیان کردہ واقعات کو بھی اس کا جز بنا دیا جائے۔

اس کے بعد حسبِ توفیق اور مواقعِ فرصت کو ملحوظ رکھ کر امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ اور امام عبداللہ بن مبارکؒ اور دیگر ائمہ احناف کے متعلق جمع شدہ تاریخی واقعات کو بھی ترتیب دے کر تدریجاً مرحلہ وار شائع کیا جاتا رہے اور یہ خیال مزید پختہ ہوتا رہا۔

اور اب یہ عزم کر لیا ہے کہ اگر فرصت ملتی رہی اور باری تعالیٰ نے توفیق دی اور مطالعہ و تحقیق اور طباعت واشاعت کے اسباب بھی پیدا ہوتے رہے تو ان شاء اللہ امام اعظم

ابوحنیفہؒ اور آپ کے جلیل القدر تلامذہ اور ان کے شاگرد در شاگرد متقدمین ائمۂ احناف سے لے کر زمانۂ حال کے متاخرین علماءِ احناف اکابر علماءِ دیوبند شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ، تک ہر زمانہ کے ائمہ احناف، علماء اور فقہائے حنفیہ کے حیرت انگیز واقعات اور دلچسپ وفکر انگیز حکایات کی جمع وترتیب کا کام کیا جائے اور اس پورے سلسلے کا نام ''علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات'' رکھا جائے۔ السعی منا و الاتمام من اللہ۔

ذاتی سرگذشت اور آپ بیتی یا سوانح وتذکرہ کسی کا بھی ہو، دلچسپ ہوتا ہے چہ جائے کہ ایسے بزرگوں کے حالات جو فنائیت کے پتلے، تسلیم ورضا کے بنڈے اور محبت ومحبوبیت کے مجسمے تھے، دل آویزی ان کے حکایات اور واقعات میں نہ ملے گی تو اور کہاں ملے گی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا	البتہ جو لوگ ایمان لائے اور عملِ صالح کیا، رحمٰن ان کو محبت سے نوازیں گے۔

(مریم. ۹۶)

''علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات'' سے اس بات کا اندازہ بھی ہو سکے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ائمۂ احناف اور فقہاءِ اسلام کو کیسی کیسی وھبی صلاحتیں عطا فرمائی تھی۔ مکتب حنیفہ میں کیسے کیسے طاقت ور عناصر جمع ہو گئے تھے، تربیت وتزکیۂ نفس کے شعبہ میں علمی وفقہی دقیقہ سنجی اور نکتہ رسی کے شعبہ میں اخلاص اور دعوت وتبلیغ کے شعبہ میں نیز فنائیت اور مقصد سے عشق میں ان کا کتنا بلند مقام تھا اور یہ اندازہ لگانا بھی آسان ہو جائے گا کہ مدرسۂ حنفیت نے کیسے کیسے گوھرِ شب چراغ پیدا کئے اور کیسے کیسے ناتراشیدہ پتھروں کے جوہر کو چمکایا اور ان کی قیمت کہیں سے کہیں پہنچادی۔ ان متفرق اور منتشر تاریخی شہ پاروں سے

واقعات کی مربوط لڑیاں امت کے سامنے آجائیں گی۔ ہم نے جو نئے اور اچھوتے انداز میں حنفی تاریخ کے حسین وجمیل رُخِ زیبا سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی ہے، ہماری یہ کوشش ان شاء اللہ ایک صاحبِ یقین جماعت، مجاہد، غازی، متقی وپرہیزگار اور علمی، روحانی اور فقہی وتاریخی اعتبار سے ایک بہترین نسل کی تصویر، اخلاص وللّٰھیت اور سادگی وپرکاری کا صحیح معیار اور دلکش نمونہ ثابت ہوگی جو ہر زمانہ میں مطلوب اور شریعت کا مقصود ہے۔

علامہ ابن عبدالبر تحریر فرماتے ہیں :

''جس نے صحابہ کرامؓ اور تابعین کے بعد ائمہ فقہاء کے فضائل پڑھے اور اس کا اہتمام کیا اور ان کی عمدہ سیرت وفضیلت پر مطلع ہوا تو یہ اس کا ایک ستھرا عمل ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی محبت عطا فرمادے۔ امام ثوریؒ فرماتے ہیں کہ نیک لوگوں کے تذکروں کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔''۔ (جامع بیان العلم لابن عبدالبر ص ۱۶۲)

خدا تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے لطف واحسان اور توفیق ومہربانی سے الحمد اللہ کہ اس سلسلہ کی پہلی جلد جو صرف ''امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات'' پر مشتمل ہے ترتیب، کتابت اور طباعت کے مراحل کے بعد منظر عام پر آرہی ہے اور اس سلسلہ کی دوسری جلد جو امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ کے حالات اور ان کے دلچسپ حکایات اور واقعات پر مشتمل ہوگی، کے مسودات کی جمع وترتیب کا کام بھی جاری ہے۔

واقعات کی جمع وترتیب میں کسی بھی ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھا جاسکا، مطالعہ کے دوران جس بات سے تسکینِ خاطر اور ذوقِ عمل کی انگیخت ہوئی، کیف ما اتفق نوٹ کرلی اور کسی بھی ادنیٰ مناسبت سے ایک باب کے تحت درج کردی ....

بہر تسکین دل نے رکھ لی ہے غنیمت جان کر
جو بوقت ناز کچھ جنبش تیرے ابرونے کی

جلدِ اول کو مقدمہ کے علاوہ سات ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اولین چار ابواب میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کے موثر اور حیرت انگیز واقعات، ایمان آفرین اور انقلاب انگیز حالات وحکایات درج کردیئے ہیں، جن کے ذریعہ، انسانی زندگی، اسلامی سیرت و کردار، ظاہری و باطنی کمالات، زہد وقناعت، کسبِ حلال، حزم واحتیاط، سخاوت وایثار، قیامت کا استحضار، جامعیت، ذوقِ مطالعہ، علمی و تصنیفی اور تدریسی انہماک، مجاھدہ وریاضت، تقویٰ اور ذوقِ عبادت، اولوالعزمی، فکر مندی ودلسوزی، شوقِ شہادت وعزیمت، رجوع وانابت، اتباعِ شریعت وسنّت، تسلیم ورضا، ایمان واحتساب، احسانی کیفیات، خلقِ خدا پر شفقت، رعایتِ حقوق اخلاق وتواضع، حق گوئی وبے باکی، حکمرانوں پر تنقید واحتساب، سعی وعمل اور مخلصانہ جدوجہد کے عملی نمونے سامنے آجاتے ہیں۔ جن کے مطالعے سے قلوب میں رقت، اور ذوقِ عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اپنی خامیوں اور کمزوریوں کا احساس ہونے لگتا ہے ہمت میں بلندی، قلب ونظر میں وسعت، وقت کی قیمت اور زندگی کی کوتاہی کا شعور عملِ نافع اور باقیاتِ صالحات کے ذخیرہ، آرزو اور شوق پیدا ہونے لگتا ہے۔

پانچویں اور چھٹے باب میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کے ایسے واقعات درج کردیئے ہیں جن میں امام صاحب کے علم وفضیلت، مطالعہ کی وسعت وجامعیت، حقیقت پسندی وبصیرت، بیدار مغزی وفراست، علمی تبحر، ذہانت وشجاعت، ذکاوت وجودتِ طبع، ذہنی صلاحیت وکمالات بحث ومناظرہ، طباعی، سریع الفہمی، وسعتِ نظر، اجتہاد واستنباطِ احکام، قوتِ استعداد اور ہمہ پہلو حاوی فقہی واجتہادی شانِ جامعیت جھلکتی نظر آتی ہے۔ ساتواں باب کتاب کے آخر میں ''خوانِ زعفران'' کے عنوان سے بطورِ ضمیمہ شامل ہے اور اس کی وجہ وہاں باب کے شروع میں لکھ دی ہے۔

(''خوانِ یغما'' آٹھواں باب ہے، جسے اب پندرہویں ایڈیشن میں لگایا جارہا

ہے مزید مطالعاتی اور اہم علمی افادات وانتخاب پر مشتمل ہے"۔)

(اضافی پیراگراف ۲۸ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ/۵ جون ۲۰۰۵ء)

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فقہ واجتہاد اور مسائل واحکام کے استخراج میں مجتہدانہ مقام اور امامت میں درجۂ متبوعیت کا جو عظیم مقام حاصل کیا، اس میں بہت بڑا دخل ان کے غیر معمولی حافظہ، طبعی ذکاوت اور فطری ذہانت کو بھی تھا جو ایک موہبت خداوندی اور نعمتِ خداداد ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کو اللہ تعالیٰ نے جو حافظہ اور قوتِ استحضار عطا فرمائی تھی، اسی کی مدد سے انہوں نے تفسیر، حدیث، فقہ، اُصولِ فقہ، علمِ کلام، تاریخ وسیر، اثار علمِ رجال، لغت ونحو کے اس تمام ذخیرہ پر عبور حاصل کرلیا جو اس وقت ماخذ اور مواد کی صورت میں موجود تھا۔ پھر انہوں نے اپنی عملی زندگی میں بحث وتحقیق، استنباط واستخراجِ مسائل، تدوینِ فقہ، ترتیبِ شرائع' تفریعات اور بحث ومناظرہ میں اس سے ہر طرح مدد لی جیسا کہ ایک تجربہ کار جنگ آزما اپنے ترکش کے ذخیرہ سے مدد لیتا ہے۔

معاصرین کے علاوہ مخالفین بھی ان کے حافظہ کی غیر معمولی قوتِ استحضار اور نمایاں ذکاوت وذہانت کے مداح اور معترف ہیں، اس پر معاصرین متقدمین اور متاخرین سب کا اتفاق ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نہایت ہی قوی الحفظ، سریع الفہم اور ذکی وذہین تھے، وہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے حافظ الحدیث اور بڑے بڑے ائمہ حدیث کے استاد تھے، ان کا حافظہ کبھی بھی ان سے بے وفائی اور خیانت نہیں کرتا تھا۔ (اقتباس از دفاع امام ابوحنیفہؒ)

بہر حال تاریخی اور علمی لحاظ سے حیرت انگیز واقعات کے مضامین کی سادگی واہمیّت اور واقعی افادیت کے پیش نظر یہ سلسلۂ تالیف ان شاء اللہ اس عہدِ پرفتن اور دورِ انقلاب میں موضوع اور مقصد کے لحاظ سے مفید، ہمت آفرین "فکر انگیز" مزید مطالعہ وتحقیق کے لئے محرک، عملِ صالح اور دینی مساعی وجدوجہد کے لئے شوق انگیز ثابت ہوگا۔ میرے

نزدیک ایمان ویقین، عشق ومحبت، دردوسوز، جذبہ اتباعِ سنّت، عزیمت وعلوہمت، ذوقِ دعوت وتبلیغ، اصلاحِ اعمال واخلاق اور صحیح علوم اور دینی حِکَمْ وَمعارف ان بزرگوں کا اصل جوہر اوران کی سوانح وافکار کا اصل پیغام ہے۔

میں نے ان واقعات کے جمع وترتیب اور انتخاب وتحریر میں رمضان المبارک کی تعطیلات میں دیگر مشاغل اور مصروفیات کے پیشِ نظر اگرچہ بہت عجلت سے کام لیا ہے یقیناً اس میں نقائص بھی ہوں گے اور خامیاں بھی، تاہم مجھے یقین ہے کہ یہ کوشش جدید اسلامی کتب خانہ کے خلا کو پُر کرے گی اور اس سے ان اہلِ ذوق اور مخلص طلبہ کی تشنگی کسی حد تک دور ہو جائے گی جو حنفی تاریخ کے اس تابناک باب کے مطالعہ واستفادہ کی طلب اورؔ عملاً اس راہ پر چلنے کی تڑپ رکھتے ہیں اور اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں نیک اور صالح انقلاب دینی وعلمی مطالعاتی اور روحانی انقلاب کے لئے کچھ کام کرنا چاہتے ہیں، جو زمانۂ جدید کی ہوا اور فضا میں ڈھلنے کے بجائے، اہلِ زمانہ کو اسلافِ امت کی ڈگر پر لانے کے خواہش مند ہیں، جو میدانِ زیست میں مردانگی وشجاعت اور جہاد وعزیمت کے حوصلے رکھتے ہیں جو اپنے فکر ومطالعہ، قول وفعل کی یک رنگی اور کردار وعمل سے ہوا کے رُخ میں بہنے والوں کو ڈنکے کی چوٹ یہ کہہ دینے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے کہ ....

ناز کیا اس پہ کہ بدلا ہے زمانے نے تجھے
مرد وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں

اس مجموعۂ واقعات کی جمع وترتیب کا کام بفضلِ اللہ چالیس روز میں مکمل ہوا مگر مجھے یہاں دارالعلوم (حقانیہ اکوڑہ خٹک) کے مشاغل اور کثیر النوع مصروفیات کی وجہ سے رمضان المبارک کے تعطیلات کے باوجود بھی کبھی دو گھنٹے اس کام کے لئے سکون وفراغ سے میّسر نہ آسکے۔ جس طرح بھی بن پڑا، کچھ وقت بچا بچا کر کام جاری رکھا۔ عدیم الفرصتی

اور پھر تعجیل اور رواروی میں لغزش اور قصور جو فطرتِ بشری کا لازمہ ہے، سے کب بچا جا سکتا ہے تاہم دارالعلوم کے بعض اکابر اساتذہ بالخصوص اپنے فاضل دوست محترم حضرت مولانا سیف اللہ حقانی مدرس دارالعلوم حقانیہ نے تمام مسودات کو حرفاً حرفاً پڑھا، ان کے نقاد اور منطقی مزاج نے تخیلاتی اعتراضات اور بدرجۂ وہم ممکنہ اشکالات تک کو اُبھارا اور اب نظرِ ثانی کے وقت اس کا ازالہ بھی کر دیا گیا، جس پر احقران کا بے حد شکر گذار اور ممنون ہے۔

پھر بھی اسے حرفِ آخر نہیں قرار دیا جا سکتا۔ قارئین کے مفید مشوروں اور گراں قدر آراء اور تعمیری تنقید کو بھی بصد شکریہ ترجیح دی جائے گی۔

اگر ''علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات'' کا یہ سلسلہ اللہ کریم نے تکمیل تک پہنچانے کی توفیق بخشی تو اس سے اس بات کی دلیل بھی مہیا ہو جائے گی کہ اُمت میں ہر دور کی طرح آج بھی ہر میدان کے لئے مردانِ کار پیدا کرنیکی پوری صلاحیت موجود ہے، اس کا سرسبز و سدابہار درخت برابر پھلدار اور اس کا خزانہ ہمیشہ معمور ہے ....

ع عالم نشود ویراں تا میکدہ آباد است

اصل کتاب کے مطالعہ سے قبل ناظرین سے ایک گزارش یہ بھی ہے کہ ہمارے اس سلسلۂ تالیف کے زیادہ تر اجزاء کا مدار تاریخی روایات پر ہے اور تاریخی روایات کلیتہً علمی روایت کے برابر موثق اور معتبر نہیں ہوتیں۔

نیز تاریخی شخصیتوں کے ساتھ عقیدت اور عداوت کے دونوں پہلو بھی برابر چلتے رہتے ہیں، اس لئے بسا اوقات اصل حقیقت بھی واقعات میں مستور ہو جاتی ہے۔

لہٰذا ہماری اس تالیف میں بھی اگر کوئی روایت یا واقعہ جادۂ شریعت سے الگ ملے (گو احقر نے حتی الامکان ایسے واقعات کے نقل کرنے سے احتراز کیا ہے اور اگر کہیں نقل بھی ہو گئے تو نظر ثانی کے وقت حذف کر دیا ہے) تو ہر حال میں فکر و نظر، اتباعِ شریعت

وسنت اور علم وتقویٰ ملحوظ رکھنا چاہیئے، نہ شوقِ اتباع میں اس پر عمل جائز ہے اور نہ اس کی وجہ سے صاحبِ واقعہ سے بدگمانی جائز ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیرِ خلقہٖ محمّدٍ وّآلہٖ واصحابہٖ اجمعین.

عبدالقیوم حقانی

رفیق موتمر المصنفین واستاذ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، پشاور، پاکستان

۱۵/ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ/ بمطابق ۱۱/اگست ۱۹۸۷ء

مُقَدَّمَۃ

عِلم الفقہ، فقہائے اسلام اور فقہ حنفیہؒ

تشریح وتعارف، فضیلت وجامعیت اور ہمہ گیری وآفاقیت

فقہ کا لغوی معنیٰ ''الوقوف والاطلاع'' یعنی واقف ہونا اور اطلاع پانا ہے اور شریعت میں

الوقوف الخاص و هو الوقوف على معاني النصوص و اشاراتها ودلالاتها ومضمراتها و مقتضياتها. (مقدمه بحر الرائق)

خاص قسم کی واقفیت کا نام ''فقہ'' ہے۔ یعنی نصوص کے شرعی معانی سے، اور ان کے اشاروں سے جن چیزوں پر وہ دلالت کرتے ہوں ان سے، اور ان کے مضمرات سے اور جو کچھ ان کا اقتضاء ہو۔

والفقيه اسم للواقف عليه. (مقدمه بحر الرائق)

اور جو شخص ان امور سے واقف ہو، اس کا نام فقیہ ہے۔

موجودہ مروّج اصطلاحی تعریف سے قطع نظر یہاں امام اعظم ابو حنیفہ کی فقہ کے بارے میں قدیم جامع تعریف ذکر کر دیتے ہیں۔

عرّفه الامام بانه معرفة النفس مالها وما عليها. (بحر الرائق ج ۱ صفحہ ۳)

آدمی کا یہ جاننا، کہ کن کن چیزوں سے اسے نفع پہنچ سکتا ہے اور کن کن چیزوں سے ضرر، امام ابو حنیفہؒ نے فقہ کی یہ تعریف کی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی بیان کردہ فقہ کی یہ تعریف درحقیقت ''الدین'' ہی کی ایک جامع اور جچی تلی تعریف ہے جہاں تک خواص کی نظر بھی بمشکل پہنچ سکی ہے۔

لفظِ فقیہ، صاحبِ بصیرت، اور یکتائے روزگار کے لئے بولا جاتا ہے۔ وقت کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہوتا جسے فقیہ نہ سلجھا سکے اور اسلامی حکومت کا کوئی منصب ایسا نہیں جسے فقیہ اعزاز نہ بخشے۔ فقیہ، رُخِ حقیقت سے نقاب اٹھانے والے پاکیزہ انسان کو کہتے ہیں جس میں وحی اور نبوت کے معلومات سے صحیح نتائج پیدا کرنے کا سلیقہ ہو جو نت نئے اور پیش آمدہ پیچیدہ مسائل میں امت کو تفریق وانتشار، خانہ جنگی اور باہمی منافرت سے بچا کر وحدتِ امت، اتحادِ ملّت کی راہ پر ڈالنے والا اور سخت سے سخت حالات میں بھی جادۂ حق پر مستقیم اور اعلاء کلمۃ اللہ کا داعی ہو۔

چنانچہ باری تعالیٰ نے ان کو زمین میں اپنا خلیفہ اور نبی کا وارث قرار دیا۔ اور اہلِ اسلام کو ان کی اطاعت وفرمان برداری کا حکم دیا۔

اولی الامر سے مراد فقہاءِ اسلام ہیں :

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ و اُوْلِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ .	ترجمہ۔ اے ایمان والو! فرمان برداری کرو اللہ کی اور فرمان برداری کرو رسولؐ کی اور تم میں جو امر والے ہوں۔ (نساء ۹-۵)

حافظ ابن قیمؒ قرآن مجید کی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

اس آیت کی رو سے فقہا اور مجتہدین کی اطاعت فرض ہے اور اس آیت میں عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ، حسن بصری، ابوالعالیہ، عطا بن ابی رباح، ضحاک اور مجاہد کے خیال میں ''اولی الامر'' سے حکام نہیں بلکہ فقہائے اسلام مراد ہیں۔ (اعلام الموقعین ج ۱ ص ۴)

تبلیغ دین کے دو طریقے :

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تبلیغ دین دو طرح کی ہے:

(ا) الفاظِ نبوت کی تبلیغ (ب) معانی کی تبلیغ وتشریح

پہلا فریضہ انجام دینے والوں کو محدثین اور تبلیغ کی دوسری نوع کا اہتمام کرنے والوں کو فقہاء کہتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر پہلی جماعت کو اصحابِ روایت اور دوسری جماعت کو اصحابِ درایت کہتے ہیں۔ قرآن کی مذکورہ آیت میں اُولی الامر سے مراد یہی طبقۂ فقہاء یعنی اصحابِ درایت ہیں۔

فقہاء کا مقام واطاعت :

حافظ ابن القیمؒ نے اسی بحث کے دوران یہ بھی لکھا ہے کہ :

"دوسری قسم ان فقہاءِ اسلام کی ہے جن کو مسائل کے نکالنے کی نعمتِ ارزانی ہوئی جو حلال وحرام کے ضابطے بنانے کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان فقہاء کا مقام زمین میں ایسا ہے جیسے ستارے آسمان میں، ان کے ذریعے ہی تاریکیوں میں سرگرداں راستہ معلوم کرتے ہیں لوگوں کو کھانے اور پینے سے زیادہ ان کی ضرورت ہے اور از روئے قرآن ان کی اطاعت والدین سے بڑھ کر ہے"۔ (اعلام الموقعین ج ۱ ص ۴)

امام ابن الجوزیؒ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ "تو جان لے کہ حدیث میں بڑی باریکیاں او پیچیدگیاں ہوتی ہیں جن کو صرف وہ علماء ہی پہچان سکتے ہیں جو فقہاء ہوں، کبھی تو ان کی روایت ونقل میں اور کبھی ان کے معانی کے کشف میں یہ "دقائق وآفات ہوتے ہیں"۔ (مقام ابی حنیفہ بحوالہ رفع شبہ التشبیہ)

لفظ فقہ کی تشریح اور علم کی دو قسمیں :

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ. (توبہ: ۱۲۲)

اور مومنوں کو یہ مناسب نہ تھا کہ وہ سب کوچ کر لیتے پھر کیوں نہ چل پڑے ہر فرقے سے ایک گروہ ''الدین'' میں تفقہ اور سمجھ پیدا کرنے کیلئے تاکہ خبردار کریں اپنی قوم کو جب پلٹ کر آئیں ان کے پاس شاید کہ وہ ناکردنیوں سے بچیں۔

تفسیر ''معالم التنزیل،، میں ہے کہ یہاں فقہ سے احکامِ دین کی معرفت مراد ہے جو فرض عین اور فرضِ کفایہ پر منقسم ہے۔ مسائلِ طہارت اور صلوٰۃ وصوم کا علم حاصل کرنا فرضِ عین ہے جن کی معرفت ہر مکلّف پر لازم ہے اور معرفتِ مسائل میں درجہ افتاء واجتہاد تک پہنچنا فرضِ کفایہ ہے، اگر شہر کے تمام لوگ اس علم سے قاصر رہے تو سب گنہگار ہوں گے اور اگر ہر شہر میں ایک ایک آدمی بھی فرضِ کفایہ کی نوعِ علم کی تحصیل کرلے تو باقی لوگوں سے فرض ساقط ہو جاتا ہے۔

حکمت سے مراد علم فقہ ہے:

سورۂ بقرہ میں ہے:

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا. امام مجاہد فرماتے ہیں کہ یہاں لفظِ حکمت سے قرآن وحدیث اور علمِ فقہ مراد ہے۔ تفسیرِ کبیر میں ہے کہ حکمت بمعنی علم وفہم کے ہے اور یہ بعینہٖ لفظِ فقہ کا ترجمہ ہے۔ تفسیرِ مدارک میں ہے کہ حکمت سے علمِ قرآن، علمِ حدیث اور علمِ نافع موصل الی رضاءِ اللہ مراد ہے اور حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم فقہ اسلامی کے گویا سب سے پہلے معلم ہیں۔

اللہ کے انتخاب وعنایت کی علامت :

یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ .(بقرہ ۱۲۹) (پیغمبر مسلمان کو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں)

جامع ترمذی اور سننِ دارمی میں حضرت ابن عباسؓ سے صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے۔

مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْراً يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ (بخاری ج اص ۱۶)

جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا معاملہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کو علمِ دین کی سمجھ بوجھ فقہ اور علم وفہم عطا فرما دیتے ہیں۔

مجلس ذکر پہ درسگاہِ فقہ کو ترجیح :

سننِ دارمی میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيه وَ سَلَّمْ مَرَّبِمَجْلِسَيْنِ فِی مَسْجِدِهٖ فَقَالَ كِلَاهُمَا عَلٰى خَيْرٍوَاَحَدُهُمَا اَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهٖ اَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَدْعُوْنَ اللّٰهَ وَيَرْغَبُوْنَ اِلَيْهِ فَاِنْ شَاءَ اَعْطَاهُمْ وَاِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ وَ اَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَتَعَلَّمُوْنَ الْفِقْهَ وَ الْعِلْمَ وَ يُعَلِّمُوْنَ الْجَاهِلَ فَهُمْ اَفْضَلُ وَ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا فَجَلَسَ فِيْهِمْ . (مسند دارمی ص ۵۴)

کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی مسجد کی دو مجالس پر گذر ہوا۔ فرمایا دونوں نیکی پر ہیں۔ لیکن ایک دوسری سے افضل ہے۔ جو جماعت دعا اور ذکر و مراقبہ میں مشغول ہے یہ اللہ کو پکارتے اور اس کی رحمت میں رغبت کرتے ہیں۔ اگر اللہ چاہیں تو ان کو نوازیں اور چاہیں تو محروم کردیں مگر یہ دوسری جماعت جو فقہ و علم کی تحصیل میں مصروف ہیں اور جاہل کو

مسائل واحکام سکھلاتے ہیں، یہ افضل ہیں اور میں بھی معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔
یہ فرما کر اس جماعت کے ساتھ بیٹھ گئے۔

عالمِ، فقیہ اور زاہدِ مرتاض :

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ سے بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ دونوں کا عمل جدا جدا تھا۔ ایک ان میں عالم تھا جو فرض نماز پڑھ کر مسجد میں بیٹھ جاتا اور لوگوں کو تعلیمِ مسائل اور احکامِ اسلام سکھلانے میں برابر مشغول رہتا۔

دوسرے شخص کا عمل یہ تھا کہ وہ دن بھر روزے رکھتا اور تمام رات بیدار رہ کر مصروفِ عبادت رہتا دونوں میں افضل کون ہے؟

جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

فَضْلُ هٰذَا الْعَالِمِ الَّذِیْ یُصَلِّی الْمَكْتُوْبَةَ ثُمَّ یَجْلِسُ فَیُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَیْرَ عَلَى الْعَابِدِ الَّذِیْ یَصُوْمُ النَّهَارَ وَیَقُوْمُ اللَّیْلَ كَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاكُمْ۔ (مسند دارمی ص ۵۳)

اس عالم کی فضیلت جو فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا ہے اور لوگوں کو علم و مسائل اور احکامِ شریعت کی تعلیم دیتا ہے اس پر جو دن کو روزہ اور تمام رات عبادت کرتا ہے۔ ایسی ہے جیسی کہ میری فضیلت تمہارے ادنٰی آدمی پر۔

ایک فقیہ اور ہزار عابد :

جامع ترمذی میں حضرت ابن عباسؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے۔

فَقِیْهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّیْطٰنِ مِنْ اَلْفِ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں

عَابِدٍ ۔ (جامع ترمذی ج ۲ ص ۹۷) سے سخت تر ہے۔

فقہاء اور علماء کے لئے نبیؐ کی دُعا :

جامع ترمذی اور ابوداؤد میں حضرت ابنِ مسعودؓ سے اور دارمی و ابن ماجہ میں حضرت جبیر بنِ مطعمؓ سے حضورؐ کی یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔

نَضَّرَاللّٰهُ عَبْداً سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَوَعَاهَا ثُمَّ اَدَّاهَااِلَى مَنْ لَمْ يَسْمَعُهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَا فِقْهَ لَهُ وَ رُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰى مَنْ هُوَاَ فْقَه مِنْهُ .

(دارمی ج ۱ ص ۷۵ و ابن ماجہ ص ۲۱)

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری حدیث کو سنا' حفظ کرلیا اور اسی طرح (بغیر تغیر الفاظ) کے پہنچایا کیونکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ فقہ کا بار اٹھانے والا خود فقیہ نہیں ہوتا اور یہ بھی ہوتا ہے کہ فقہ کا بار اٹھانے والا اسے ایسے آدمی تک پہنچاتا ہے جو اس سے زیادہ سمجھ بوجھ رکھتا ہو۔

جب محدث جو صرف روایت پہنچاتا ہے اس کے لئے زبانِ رسالت سے سرسبزی و شادابی کی دعائیں ہو رہی ہیں تو فقیہ جو نہ صرف یہ کہ حدیث کی حفاظت کرتا ہے بلکہ اس سے مسائل کا استنباط کر کے روحِ دین کی حفاظت و اشاعت اور ترویج کرتا ہے، اس کے لئے کیا کچھ رتبہ و مقام اور عنداللہ درجہ و منزلت ہوگی۔ بقولِ امام اعمشؒ کے محدث کی مثال دوافروش کی ہے۔ اور فقیہ بمنزلہ طبیب کے ہے۔

علماء میں بہتر کون ؟

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

نِعْمَ الرَّجُلُ الْفَقِيْهُ فِي الدِّيْنِ اِنِ احْتُيْجَ

بہترین آدمی وہ ہے جو علمِ دین کا فقیہ

اِلَیْهِ نَفَعَ وَاِنِ اسْتُغْنِیَ عَنْهُ اَغْنَی نَفْسَهٗ . (مقدمه حدائق الحنفیه)

ہے اگر اس کے پاس بطورِ احتیاج کے تحصیلِ علم کیا جائے تو نفع پہنچاتا ہے۔اور اگر اس سے بے پروائی کی جائے تو وہ بھی اپنے کو بے پرواہ رکھتا ہے یعنی ایسا کام نہیں کرتا جس سے علم دین کی توہین ہو۔

علمِ فقہ دین کا ستون ہے :

دار قطنی اور بیہقی میں روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

مَاعُبِدَاللهُ تَعَالیٰ بِشَیْئٍ اَفْضَل مِنْ فِقْهٍ فِیْ الدِّیْنِ وَ لِکُلِّ شَیْئٍ عِمَادٌ وَ عِمَادُ هٰذَ الدِّیْن الْفِقْه . (دارقطنی و بیهقی)

یعنی اللہ تعالیٰ کی فقاہتؒ فی الدین سے بہتر دوسری کسی بھی طریقہ سے اچھی عبادت نہیں کی جاتی۔ ہر چیز کیلئے ستون ہوتا ہے اور دین کا ستون فقہ ہے۔

علم فقہ میں اشتغال کے برکات :

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

مَنْ تَفَقَّهَ فِی دِیْنِ اللهِ عَزَّ وَ جَلْ کَفَاهُ اللهُ تَعَالٰی مَا اَهَمَّهَ وَرَزَقَهٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبْ . (جامع بیان العلم)

جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین میں فقاہت حاصل کر لیتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ اس کے مقاصد کی کفایت کرتا ہے اور اس کو ایسی طرف سے رزق دیتا ہے جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔

عبادات میں بہتر فقہ ہے :

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

خَيْرُ دِيْنِكُمْ الْيُسْرَةُ وَ خَيْرُ الْعِبَادَةِ الْفِقْهُ
بہتر دین تمہارا وہ ہے جو آسان تر ہے اور عبادت میں بہتر فقہ ہے۔

طبرانی میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

وَقَلِيْلُ الْفِقْهِ خَيْرٌ مِنْ كَثِيْرِ الْعِبَادَةِ . تھوڑی فقہ کثیر عبادت سے بہتر ہے۔

(حدائق الحنفیه مقدمه)

امراء اور فقہاء :

نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دوسرا ارشاد ہے :

صِنْفَانِ مِنْ اُمَّتِيْ اِذَا صَلُحُوْا صَلُحَ النَّاسُ وَ اِذَا فَسَدُوْا فَسَدَ النَّاسُ اَلْاُمَرَاء وَالْفُقَهَاء .

(مقدمه حدائق الحنفية)

میری امت میں دو گروہ ایسے ہیں جب وہ درست ہوتے ہیں تو عام لوگ بھی درست ہوتے ہیں جب وہ فاسد ہوتے ہیں تو عام لوگ بھی فاسد ہو جاتے ہیں۔ ایک امراء اور دوسرا طبقہ فقہاء

امام محمدؒ کی مخلصانہ نصیحت :

تَفَقَّهْ فَاِنَّ الْفِقْهَ اَفْضَلُ قَائِدٍ اِلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَاَعْدَلُ قَاصِدٍ

علمِ فقہ حاصل کرو کیونکہ علمِ فقہ نیکی اور پرہیزگاری کی طرف بہتر داعی ہے اور مقصد کی جانب قریب کرنے میں معتدل ہے۔

وَكُنْ مُسْتَفِيْدًا كُلَّ يَوْمٍ زِيَادَةً مِنَ الْفِقْهِ وَاسْبَحْ فِيْ بُحُوْرِ الْفَوَائِدِ

اور روزانہ تحصیلِ فقہ و استفادہ میں اضافہ کرنے والا بن جا اور فقہی فوائد کے دریاؤں میں تیرا کر۔

فَاِنَّ فَقِیْهاً وَاحِداً مُتَوَرِّعاً اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ

کیونکہ ایک فقیہ متقی و پرہیزگار شیطان پر ہزار عابد سے سخت تر ہے۔ (درمختار ص:۳)

فقہی کمال، قابل صد افتخار اور فقہ کی فضیلت پر اشعار :

دُرمختار میں ہے :

اِذَا مَا اعْتَزَّ ذُوْعِلْمٍ بِعِلْمٍ فَعِلْمُ الْفِقْهِ اَوْلٰی بِاعْتِزَازٍ

فَکَمْ طِیْبٍ یَفُوْحُ وَلَا کَمِسْکٍ وَکَمْ طَیْرٍ یَطِیْرُ وَلَا کَبَازٍ

(درمختار ج ا ص ۳)

اگر کوئی صاحبِ علم، کسی علم کے سبب فخر کرے تو علمِ فقہ افتخار و اعتزاز کے لئے اولیٰ اور مقدم ہے۔ خوشبوئیں تو بہت سی مہکتی ہیں مگر کستوری کی مثال کوئی نہیں۔ پرندے تو بہت اڑتے ہیں۔ مگر باز کی طرح کوئی نہیں۔ (یعنی علم فقہ دیگر علوم سے اس طرح افضل ہے۔ جیسے کستوری کو دوسری خوشبوؤں پر برتری حاصل ہے۔ اور جس طرح باز کو دوسرے پرندوں پر فضیلت حاصل ہے۔)

علمِ فقہ اور فقہاء و مجتہدین کی ضرورت و اہمیت اور فضیلت کے سلسلہ میں یہ مختصر تحریر قارئین نے ملاحظہ فرمائی۔ اس سے ان اصحاب کی عظمت و رفعت اور رتبہ و مقام کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ جو شب و روز علم و فقہ کی تحصیل و اشاعت اور اجتہاد و استنباطِ مسائل میں مشغول رہتے ہیں اور اصطلاحاً ان کو فقہاء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس طبقۂ فقہاء میں ائمۂ احناف کو اللہ پاک نے فضل و تقدم، جامعیت، آفاقیت اور فقہی تعبیرات و تشریحات میں پیشروی کا مقام بخشا ہے۔ جس کو خوب تفصیل سے احقر نے ''دفاعِ امام ابوحنیفہؒ'' میں لکھ دیا ہے، یہاں اس کے تکرار کی ضرورت نہیں البتہ اس کی بعض جھلکیاں اس کتاب میں جگہ جگہ قارئین ملاحظہ کریں گے۔ تاہم یہاں اختصار کے

پیشِ نظر فقہاء کی ائمہ احناف کے متعلق ایک دلچسپ تشریحی تمثیل درمختار سے نقل کردی جاتی ہے۔

ائمہ احناف کے فقہی خدمات، ایک دلچسپ تمثیل وتشریح :

و قد قالوا الفقه زرعه عبد الله بن مسعود رضی الله عنه و سقاه علقمه و حصده ابراهیم النخعی و داسّه حماد و طحنه ابو حنیفه و عجّنه ابو یوسف و خبزه محمد و سائر الناس یاکلون .

فقہاء کہتے ہیں کہ فقہ کا کھیت عبداللہ بن مسعودؓ نے بویا' حضرت علقمہ نے اس کو سینچا' ابراہیم نخعی نے اس کو کاٹا' حماد نے اس کو مانڈا (یعنی بھوسہ سے اناج جدا کیا) امام ابوحنیفہؒ نے اس کو پیسا' امام ابو یوسف نے اس کو گوندھا' امام محمدؒ نے اس کی روٹیاں پکائیں اور باقی سب اس کے کھانے والے ہیں۔ (درمختار ج اص ۴)

تشریح اس کی یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اجتہاد واستنباطِ احکام کے طریقہ کو فروغ بخشا اور حضرت علقمہؒ نے اس کی تائید وترویج کی' ابراہیم نخعیؒ نے اس کے فوائدِ متفرقہ جمع کئے۔ اور علمِ فقہ کی تدریجی ترقی ہوتی گئی یہاں تک کہ امام الائمہ' سراج الامہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اسے نے کمال تک پہنچا کر باقاعدہ اس کی تدوین کی ابواب میں مرتب کیا اور دیگر ائمہ نے اپنی اپنی کتابوں میں آپ کی پیروی کی۔ امام محمدؒ نے آپ کی روایات' اجتہادات اور مسائل کو جمع کرکے فروع کی تنقیح کی اور آپ کے مرجوعات کو بیان کیا۔ اور فقہ کو اصول' فروعات اور جزئیات کے ساتھ مدون کیا۔

عظیم تصنیفات لکھ کر اُمتِ محمدیہ کے حضور پیش کیں۔ (جس کی تفصیل بابِ پنجم میں لکھی گئی ہے) اور آج عالم ان سے مستفید ہورہا ہے۔

فقہ حنفی کی آفاقیت و جامعیت :

مشہور شافعی محقق امام شعرانیؒ فرماتے ہیں۔

و مذهبه (لامام ابی حنيفه) اول المذاهب تدويناً و اخرها انقراضاً كما قاله بعض اهل الكشف ' قد أختاره الله تعالىٰ اماماً لدينهٖ وعباده ولم تزل اتباعه فى زيادة فى كل عصرٍ الى يوم القيامه.

(میزان ج ا ص ۹۶)

تمام مذاہب اور فقہی مکاتب خیال میں مدون ہونے کے لحاظ سے پہلا مذہب امام ابوحنیفہؒ ہی کا ہے۔ اور ختم ہونے کے لحاظ سے بھی آخری مذہب امام ابوحنیفہؒ ہی کا ہے جیسا کہ بعض اربابِ کشف نے کہا ہے اللہ تعالیٰ نے ابوحنیفہؒ کو اپنے دین کی پیشوائی کے لئے چن لیا اور اپنے بندوں کا انہیں امام بنایا۔ ان کے ماننے والے ہر زمانے میں بڑھتے جائیں گے، قیامت کے دن تک۔

امیر شکیب ارسلان کا جائزہ :

اس حقیقت سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ آج مسلمانوں کی اکثریتِ غالبہ میں صرف اور صرف چار مسلکوں کا رواج باقی رہ گیا ہے۔ اور ان میں بھی واقعہ یہ ہے کہ حنابلہ کی تعداد نہایت اقلیت میں ہے، اور یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ اب اسلامی دنیا زیادہ تر حنفیہ' مالکیہ اور شافعیہ پر مشتمل ہے اور ان میں جو عددِ نسبت ہے اس کا اندازہ ذیل کی رپورٹوں سے لگایا جاسکتا ہے۔

امیر شکیب ارسلان مرحوم نے اپنی کتاب "حسن المساعی" کے حاشیہ میں لکھا ہے۔

یوں تو دنیا میں ''مسلمانوں کی اکثریت امام ابوحنیفہؒ کی پیرو ہے۔ یعنی سارے ترک اور بلقان' روس کے مسلمان' افغانستان کے مسلمان' ہندوستان کے' چین کے' عرب کے اکثر مسلمان جو شام اور عراق میں رہتے ہیں فقہ میں حنفی مسلک رکھتے ہیں۔ اور سوریہ (شام) حجاز' یمن' حبشہ اور جاوہ کے سارے علاقے' کردستان والے امام شافعیؒ کے مقلد ہیں اور مغرب کے مسلمان اور مغربی اور وسطِ افریقہ کے مسلمان اور مصر میں کچھ لوگ امام دار الھجرۃ امام مالک کے مقلد ہیں۔ نجد والے اور بعض شام کے باشندے جیسے نابلس اور دو مد والے امام احمد بن حنبلؒ کے پیروکار ہیں۔''

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کا جائزہ :

عظمتِ ابوحنیفہؒ اور فقہ حنفی کی شانِ محبوبیت' آفاقیت اور قبولیتِ عامہ کا اندازہ اس سے لگایئے کہ آج سے کافی عرصہ پہلے عالمی سطح پر ایک جائزہ لیا گیا تھا، اور اس غرض سے لیا گیا تھا کہ دنیا بھر میں مسلمان کہلانے والوں کے جو مکتبِ فکر زیادہ مشہور ہیں ان میں سے ہر ایک کے پیروکاروں کی تعداد کتنی ہے۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام مختصر لیڈن **1911**ء کے مطابق دنیا بھر میں زیدیہ مکتبِ فکر کی تعداد تقریباً ....

تیس لاکھ (30,00,000)

اثنا عشریہ تقریباً ایک کروڑ سینتیس لاکھ (1,37,00,000)

اور اہل السنّت والجماعت میں سے

امام احمدؒ کے مقلدین کی تعداد تقریباً تیس لاکھ (30,00,000)

امام مالکؒ کے مقلدین تقریباً چار کروڑ (4,00,00,000)

امام شافعیؒ کے مقلدین کی تعداد تقریباً دس کروڑ (10,00,00,000)

حضرت امام اعظم ابو ابوحنیفہؒ کے مقلدین اور فقہ حنفی کے پیروکار تقریباً چونتیس کروڑ

(34,00,00,000) سے زائد پائے گئے۔ گویا عالم اسلام کا سوادِ اعظم امام ابوحنیفہؒ کی تحقیقات پر اعتماد کرتا اور اس کی پیروی کرتا ہے۔

بہرحال عالمِ اسلام سے قطع نظر اپنے ملک کے حالات کا جائزہ لیں تو یہاں 95فی صد شہری امام اعظم ابوحنیفہؒ کے پیروکار ہیں جس ملک میں جس مسلک کا عمومی رواج ہو اور مسائل کے متعلق جن لوگوں کی اکثریت ہو وہاں اسی مسلک کی اتباع کی جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الأَعْظَمِ. بڑی اکثریت کی پیروی کرو۔

(سنن ابن ماجه كتاب الفتن)

مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ. جس نے عام مسلمانوں سے الگ ہو کر راہ بنائی وہ جہنم میں گرا۔

(ترمذی ابواب الفتن)

کی تعمیل سے سرفراز ہوں اور جس شذوذ (جہنم میں پڑنے) کی اس میں دھمکی دی گئی ہے اس سے بھی مامون ہو جائیں لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے (جیسا کہ بعض نادانوں کا اصرار ہے) کہ ضرورۃً بھی آدمی اپنے ملک کے عام مسلک سے کسی وقت اور کسی زمانہ میں بھی تجاوز نہیں کر سکتا۔ مگر یاد رہے کہ احناف کا مسلک اس بارے میں یہ ہے کہ

لو افتى بقول مالك في موضع الضرورة ينبغي ان لا باس به.

(فتح المعين شامی وغیرہ كتاب المفقود)

اگر ضرورت کے وقت امام مالکؒ (یہ نام یہاں بطور مثال کے ذکر کیا گیا ہے ورنہ مقصد وہی ہے کہ چاروں مجتہدین کی فقہ سے حل مسئلہ کیا جا سکتا ہے) کے قول کے مطابق (کوئی حنفی عالم) فتویٰ دیدے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں

باب 1

مختصر سوانح، تعلیم وتربیت' مجاہدہ وریاضت
تقویٰ' ذوقِ عبادت اور جذبہ اتباعِ سنّت

مختصر حالات زندگی :

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا نام نعمان' والد کا نام ثابت' کنیت ابوحنیفہ اور لقب امام اعظم ہے۔ نسلاً عجمی ہیں اور اہلِ فارس سے ہیں۔ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ مرکزِ علم کوفہ آپ کا مولد ومسکن ہے۔ ۲۰ سال کی عمر میں تحصیلِ علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ علمِ ادب' علمِ انساب اور علمِ کلام کی تحصیل کے بعد علمِ فقہ کی تحصیل کی غرض سے فقیہِ وقت امام حمّاد کے حلقۂ درس میں شریک ہو گئے۔ امام حماد آپؒ کے خاص الخاص مربی واستاذ تھے۔ ان کے علاوہ آپؒ کے شیوخ واساتذہ کی تعداد چار ہزار بتائی جاتی ہے۔ اور جب درس وتدریس اور افادہ کا سلسلہ شروع کیا تو طالبانِ علوم نبوت کا آپؒ کے حلقہ درس میں زبردست ازدحام ہوا۔ علامہ کردریؒ نے آٹھ سو فقہاء ومحدثین اور صوفیاء ومشائخ کو آپؒ کے تلامذہ میں شمار کیا ہے۔

فقہ ودستورِ اسلامی کی تدوین اور تشکیلِ نو کے لئے چالیس فقہاء کی ایک قانونی

کونسل مقرر کی جس نے طویل مدت میں فقہ حنفی کی صورت میں اسلام کی قانونی و دستوری جامعیت کی لاجواب شہادت مہیا کی اور اس مدت میں جو مسائل مدون ہوئے ان کی تعداد بارہ لاکھ اور ستر ہزار سے زائد ہے۔ آپؒ کی تابعیت پر اجماع ہے اور صحابہؓ سے نقلِ روایت بھی ثابت ہے۔ سیاسی عظمت و بصیرت ظالم سلاطین سے مقابلہ وحق گوئی' خالص اسلامی اور شرعی سیاست علیٰ منہاجِ نبوت اور فقہ حنفیہ کی ترویج واشاعت اور بطور ایک جامع نظام کے نفاذ واپنائیت آپ کا ایک ایسا لازوال کارنامہ ہے جس کی نظیر تاریخ میں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی۔

ایک ضمنی گذارش' دفاع امام ابوحنیفہؒ :

امام اعظم کی سوانح کا یہ اجمالی خاکہ احقر نے اپنی ''تالیف دفاع امام ابوحنیفہؒ'' سے ملخصاً نقل کر دیا ہے۔ جو ۳۵۲ صفحات اور ۱۳۔ ابواب پر مشتمل ہے۔ جس میں تفصیل سے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی عظمت شان' علو مرتبہ' شرفِ تابعیت' معجزۂ نبوت' درس وافادہ اور درسگاہ کی وسعت' محدثانہ جلالت قدر' اتہامات واعتراضات کی نامعقولیت' بے داغ سیرت' فقیہانہ کردار' حنفی مسلک کی ترویج وصداقت' حنفیت کی حقیقت' فقہ وقانون کی تدوین اور طریق کار' شرکائے تدوین یعنی دستوری کمیٹی امام ابوحنیفہؒ کا علمی تبحر' بحث ومناظرے' وصایا اور نصائح' مرتبہ حدیث دانی' حجیت اجماع وقیاس' اس کا حدیث سے تلازم اور اس کی شرعی وآئینی حیثیت' امام ابوحنیفہؒ کا نظریہ انقلاب وسیاست' حنفی اور فقہی اور خالص شرعی سیاست کے خدوخال' آئمہ احناف کی سیرت وسوانح کے چند حیرت انگیز پہلو تقلید کی ضرورت واہمیت' نظریہ نیم تقلید اور بے جا توسع کی مذمت اور اس نوع کے مختلف اور جدید وقدیم عنوانات پر سیر حاصل مباحث آ گئے ہیں۔ شائقین مزید تفصیلات ومباحث دفاع امام

ابوحنیفہؒ" میں ملاحظہ فرما دیں۔ جوالقاسم اکیڈمی جامعہ ابوھریرۃؓ برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، نوشہرہ سے طلب کی جاسکتی ہے۔

امام شعبیؒ کی نظرِ انتخاب اور قابلیت کا جوہر :

ایک روز امام اعظم ابوحنیفہؒ کسی کام سے بازار جا رہے تھے کہ کوفہ کے ایک مشہور امام حضرت شعبیؒ سے ملاقات ہوگئی کہ ان کا مکان راہ پر پڑتا تھا۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی شکل و وجاہت دیکھ کر انہوں نے خیال کیا کہ یہ نوجوان کوئی طالب علم ہے۔ اپنے پاس بلایا اور دریافت کیا اے نوجوان! کہاں جا رہے ہو؟ امام ابوحنیفہؒ نے کسی تاجر کا نام لے کر کہا کہ فلاں صاحب کے پاس جا رہا ہوں۔ امام شعبیؒ نے کہا کہ میرا مقصد یہ نہ تھا بلکہ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم پڑھتے کس سے ہو؟ ابوحنیفہؒ کو اس سوال سے دل میں کڑھن اور شرمندگی ہوئی اور جواب میں کہا کہ کسی سے بھی نہیں پڑھتا۔ امام شعبیؒ نے یہ سن کر کہا کہ

"تم علماء کی صحبت میں بیٹھا کرو کہ مجھ کو تمہارے اندر قابلیت کے جوہر نظر آتے ہیں"۔ (عقود الجمان باب سادس ص ۱۶۰)

خود امام ابوحنیفہؒ کی روایت ہے کہ امام شعبی کی بات میرے دل کے اندر گھر کر گئی اور بازار چھوڑ کر بس علم ہی کا ہو رہا۔ (مناقب للموفق ص ۵۴)

ایک عورت تحصیل علم فقہ کا ذریعہ بن گئی :

اوائل میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ علمِ کلام کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے چونکہ رگوں میں ایرانی خون اور طبیعت میں قوت اور جدت تھی۔ قدرتی ذہانت کا حصۂ وافر آپ کو ملا تھا۔ لہٰذا علم کلام میں ایسا کمال پیدا کیا کہ بڑے بڑے اساتذۂ فن بحث کرنے میں امام صاحب سے جی چراتے تھے۔ اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ کے مناظرے، کمالات

اور بعد میں رجحانات میں تبدیلی کی مفصلی بحث ''دفاع امام ابوحنیفہؒ'' میں احقر نے تفصیل سے درج کردی ہے۔ اور اس کی بعض جھلکیاں کتاب ہذا کے باب ۵ و ۶ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

چنانچہ اس زمانے میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ کسی عورت نے امام صاحبؒ کی دکان پر حاضری ہوکر طلاق یا حیض کا کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ مگر امام صاحبؒ نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے امام حمادؒ کی درسگاہ کی طرف اشارہ کیا۔ اور ساتھ ہی عورت کو یہ بھی تاکید کر دی کہ امام حماد جو جواب دیں اس سے مجھے بھی آگاہ کرنا۔ چنانچہ اس عورت نے جب واپسی پر جواب سنایا تو اس سے امام صاحب کو بے حد ندامت ہوئی۔ اور بس اسی وقت سے علم فقہ سیکھنے کا عزم کرلیا۔ اور امام حماد کے حلقہ درس میں پابندی سے حاضری شروع کردی تا آنکہ امام حماد کے جانشین قرار پائے۔ (مناقب موفق ص ۵۵)

البتہ عقود الجمان ص ۱۶۲ میں خود امام صاحب کی زبان سے یہ روایت یوں منقول ہے کہ ہم امام حمادؒ کے حلقہ درس کے قریب بیٹھا کرتے تھے۔ کہ اتفاق سے ایک روز کوئی عورت میرے پاس آئی اور مجھ سے یہ مسئلہ دریافت کیا۔ کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق سنت دینے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ کیا کرے؟ مگر مجھے معلوم نہ تھا کہ میں اسے کیا جواب دوں۔ بغیر سکوت کے اور جواب ہی کیا ہوسکتا تھا۔ البتہ عورت سے یہ کہہ دیا کہ سامنے والے حلقہ درس میں چلی جا اور وہاں حضرت حمادؒ سے مسئلہ دریافت کرلے' وہ جو جواب دیں اس سے بعد میں مجھے بھی آگاہ کردے۔ عورت حضرت حمادؒ سے مسئلہ دریافت کر کے واپس ہوئی اور مجھے بتایا کہ حضرت حماد نے طلاق سنت کا طریقہ یہ بتایا کہ مرد عورت کو اس طہر کی حالت میں طلاق دے جو جماع سے خالی ہو۔ پھر اس کو چھوڑ دے حتیٰ کہ وہ عدت گزارے۔ جب عدت گزر جائے تب دوسرے مرد سے اس کا نکاح جائز ہوجاتا ہے۔ امام صاحب فرماتے

ہیں کہ جب عورت نے یہ مسئلہ سنایا تو مجھے بے حد شرمندگی اور ندامت ہوئی اور دل ہی دل میں علمِ کلام کو اپنے لئے بے فائدہ قرار دیا۔ جوتے اٹھائے اور سیدھا حضرت حمادؒ کے حلقہ درس میں چلا گیا اور میں چونکہ روزانہ کا سبق بلا ناغہ یاد کرلیا کرتا تھا اس لئے حضرت حمادؒ نے بھی صدرِ حلقہ میں اپنے سامنے بیٹھنے کے لئے جگہ عنایت فرمائی۔ اس طرح گویا ایک عورت کا استفسارِ مسئلہ میری علمی ترقی کا غیبی سبب بن گیا۔

چنانچہ امام ابوحنیفہؒ اس واقعہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کرتے تھے۔

خدعتني إمرأة و زهدتني اخرى و فقهتني اخرى.	ایک عورت نے مجھے دھوکہ دیا اور ایک عورت نے مجھے زاہد بنایا اور ایک عورت نے فقیہہ بنادیا۔ (مناقب موفق ص ۵۵)

اس کا پس منظر اور مزید تفصیل ساتویں باب "خوانِ زعفران" میں "تین عورتوں کے قصہ" کے عنوان سے میں درج کردی گئی ہے۔

مروّجہ عصری علوم میں علم الفقہ کا انتخاب :

امام ابوحنیفہؒ کے تلمیذِ رشید امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام صاحب سے سوال کیا گیا کہ آپ کو تحصیل علمِ فقہ کی توفیق کیسے نصیب ہوئی۔ امام صاحب نے فرمایا :

جہاں تک توفیق کا تعلق ہے وہ تو بارگاہِ لم یزل کی جانب سے تھی فللہ الحمد میں جب طالب علمی کے زمانہ میں طلبِ علم کے لئے کمربستہ ہوا تو میں نے تمام علوم پر ایک ایک کر کے نظر دوڑائی ان کے نفع اور نتیجہ پر غور کیا۔ میرے جی میں آیا کہ علمِ کلام پڑھوں۔ غور کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کا انجام اچھا نہیں اور اس میں فائدہ بھی کم ہے۔ آدمی اس میں ماہر بھی ہوجائے تو اپنا عندیہ برسرِ عام بیان نہیں کرسکتا۔ اس پر طرح طرح کے الزام عائد کئے جاتے ہیں اور اسے صاحب بدعت وضلالت کا لقب دیا جاتا ہے۔

پھر ادب و نحو پر غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ آخر اس کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ بیٹھ کر بچوں کو نحو اور ادب کا سبق دوں۔

پھر شعر و شاعری کے پہلو پر غور کیا۔ تو اس کا مقصد مدح و ہجو' دروغ گوئی اور تخریبِ دین کے سوا کچھ نہ پایا۔

پھر قراءت و تجوید کے معاملہ پر غور کیا۔ میں نے سوچا کہ اس میں مہارتِ تامہ حاصل کرنے کے بعد آخر یہی ہو گا کہ چند نوعمر جمع ہو کر میرے پاس تلاوتِ قرآن کریں۔ باقی اس کا مفہوم معنیٰ تو وہ بدستور ایک دشوار گزار گھاٹی رہے گی۔ پھر خیال آیا کہ طلبِ حدیث میں لگ جاؤں۔ پھر سوچا کہ ذخیرۂ احادیث جمع کرنے کے بعد مجھے طویل عمر کی ضرورت ہو گی تاکہ علمی استفادہ کے لئے لوگ میرے محتاج ہوں اور ظاہر ہے کہ طلبِ حدیث کے لئے احتیاج کی ضرورت نوخیز لوگوں کو ہی ہو سکتی ہے۔ پھر ممکن ہے کہ مجھے کذب اور سوءِ حفظ سے متہم کرنے لگیں اور روزِ محشر تک یہ الزام میرے گلے کا ہار ہو جائے۔

بعد ازاں میں نے علمِ فقہ کی ورق گردانی شروع کر دی جوں جوں تکرار و اعادہ ہوا اس کا رعب و اجلال بڑھتا ہی گیا اور اس میں مجھے کوئی عیب دکھائی نہ دیا۔ میں نے سوچا کہ تحصیلِ فقہ میں علماء اور مشائخ کی مجالست و مصاحبت اور ان کے اخلاقِ جلیلہ سے آراستہ و پیراستہ ہونے کے مواقع میسر آئیں گے۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ادائے فرض' اقامتِ دین، اظہارِ عبودیت' اور دنیا و آخرت کا حصول فقہ کے بغیر ممکن نہیں۔ اگر کوئی شخص فقہ کے ساتھ دنیا کمانا چاہے تو وہ بڑے بلند منصب پر فائز ہو سکتا ہے۔ اور اگر تخلیہ و عبادت کا آرزو مند ہو تو کوئی شخص یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ کہ وہ حصولِ علم کے بغیر مشغولِ عبادت ہے بلکہ یہ کہا جائے گا۔ کہ وہ صاحبِ علمِ فقہ کی راہ پر گامزن ہے۔

(ابو حنیفہ از ابو زہرہ و موفق ص ۵۲ و صیمری ص ۱۹)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظمؒ نے تمام رائج الوقت علوم اور فنون پر تنقیدی نگاہ ڈالی تا کہ ان میں سے اپنے لئے کسی مناسب علم کا انتخاب کر کے اس میں مہارت و تخصیص پیدا کر سکیں اور اس سے یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ آپ نے تمام عصری علوم میں واجبی حد تک واقفیت حاصل کر لی تھی اگرچہ بعد میں صرف علم فقہ ہی آپ کا جولا نگاہِ فکر و نظر بنا۔ گویا فقہ کی جانب آپ کے رحجان و میلان دیگر علوم کو آزمانے اور ان میں واجبی غور و تامل کے بعد تھا۔

علم کا پندار اور غیبی ہدایت کا اظہار :

امام اعظم ابوحنیفہؒ غالباً چوبیس سال کی عمر میں اپنے استاد حمادؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورے اٹھارہ سال تک ان کی رفاقت و خدمت اور صحبت و مجالست میں رہے ۱۲۰ھ میں ایک عظیم اور باکمال مجتہد کی حیثیت سے رونما ہوئے۔ انہی دنوں کا واقعہ ہے جسے خود امام ابوحنیفہؒ نے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں کہ :

میں دس برس تک مسلسل اپنے استاد امام حماد کے حلقۂ درس میں حاضر ہوتا رہا اور بلاناغہ تحصیل علم و استفادہ میں مشغول رہا۔ پھر خیال ہونے لگا کہ اب اپنا علیحدہ مستقل مدرسہ کھولوں اور خود تعلیم اور درس و تدریس کا سلسلہ قائم کروں۔ لیکن استاد کا ادب اور غایت حیا مانع رہی اس کی جرأت نہ ہو سکی۔ اتفاق سے انہی دنوں امام حماد کو بصرہ سے اپنے کسی رشتہ دار کے موت کی خبر موصول ہوئی، جس کا حمادؒ کے سوا کوئی دوسرا وارث نہ تھا۔ اسی ضرورت سے امام حمادؒ کو بصرہ جانا ضروری ہوا۔ چنانچہ امام حماد بصرہ روانہ ہو گئے اور مجھے اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ تلامذہ اہلِ ضرورت اور اربابِ حاجت نے میری طرف رجوع کیا۔ اسی دوران بہت سے ایسے مسائل بھی پیش آئے جن میں میں نے اپنے استاد حضرت حمادؒ سے کوئی روایت نہیں سنی تھی۔ لہٰذا مجبوراً اپنے اجتہاد سے جوابات دیئے۔ اور احتیاطاً ایسے مسائل

کے جوابات کی ایک علیحدہ یادداشت مرتب کی۔ امام حمادؒ نے بصرہ میں دو ماہ تک قیام کیا۔ جب واپس تشریف لائے تو میں نے وہ یادداشت ان کے پیش خدمت کر دی۔ جس میں کل ساٹھ مسئلے درج تھے۔ امام حمادؒ نے دیکھا تو چالیس مسائل کی تصویب فرمائی بیس مسائل میں غلطیاں نکالیں مجھے خودشناسی ہوئی اور اس وقت سے میں نے عہد کرلیا کہ:

''حضرت حمادؒ جب تک زندہ ہیں ان سے استفادہ اور شاگردی کا تعلق کبھی بھی نہ چھوڑوں گا''۔ (عقود الجمان ص ۶۳ و مناقب موفق ص ۵۲)

حضرت حمادؒ کی نگاہ شفقت:

شاگرد کا خلوص، خود سپردگی، تواضع و انکساری جذبۂ طلب علم اور اخلاص وللّٰہیت اور صلاحیت و استعداد کا جوہر قابل، حضرت حمادؒ کی نگاہ میں مقام توجہ ومحبت حاصل کر چکا تھا۔ حماد کے بیٹے اسماعیل کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ میرے والد محترم حضرت حمادؒ سفر میں تشریف لے گئے تھے۔ کچھ روز باہر گذار کر جب واپس تشریف لائے تو میں نے دریافت کیا کہ ابا جان! آپ کو سفر سے واپسی پر سب سے زیادہ کس کے دیکھنے کا شوق تھا۔ (ان کا خیال تھا کہ کہیں بیٹے کے دیکھنے کا) فرمایا! ابوحنیفہؒ کے دیکھنے کا اشتیاق تھا اگر یہ ہوسکتا کہ میں کبھی نگاہ ان کے چہرہ سے نہ اٹھاؤں تو بس یہی کرتا۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳ و اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۲۰)

زمانہ کے ساتھ اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ البتہ دینی مدارس میں اس کی خال خال جھلک باقی ہے۔ خدا نظر بد سے بچائے استاد اور شاگرد کے جو روابط پہلے تھے۔ وہ اب نہیں ہیں اور جو آج ہیں وہ کل نہ ہوں گے۔ تاریخ ماضی بالخصوص حنفی مکتب فکر کی یہ تاریخی جھلکیاں اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہیں۔ کہ آج سے بارہ تیرہ سو برس قبل کا نظام تعلیم کیا تھا۔

امام حمادؒ کے جانشین کا انتخاب :

حماد بن سلمہ کی روایت ہے کہ کوفہ کے مفتی اعظم، استادِ کل اور محبوب علمی شخصیت حضرت حمادؒ کا جب انتقال ہو گیا تو ان کے احباب و تلامذہ میں ان کے جانشین کے انتخاب کا مسئلہ چل پڑا۔ انہیں اندیشہ تھا کہ اگر ان کے علوم و معارف کی تدریس و اشاعت کا سلسلہ ان کی وفات کے ساتھ بند ہو گیا تو ان کا نام بھی باقی نہ رہے گا اور نہ ان کے علوم معارف سے مزید لوگ استفادہ کر سکیں گے۔

چنانچہ سب سے پہلے حضرت حمادؒ کے بیٹے سے اپنے باپ کی مسند پر درس و تدریس کے جاری رکھنے کی استدعا کی گئی مگر ان پر علمِ نحو اور علمِ کلام کا غلبہ تھا۔ فقہی درس میں اہلِ علم ان سے مطمئن نہ ہو سکے۔ تو موسیٰ بن ابی کثیرؒ نے مسندِ حماد پر بیٹھ کر علمِ فقہ کی تدریس شروع کی۔ لوگ حضرت حمادؒ کی جانشینی کی خوش اعتقادی سے حاضر ہونے لگے۔ مگر انہیں بھی علمِ فقہ سے عدم مہارت کی وجہ سے طالبانِ علمِ فقہ میں مقبولیت حاصل نہ ہو سکی۔ اس کے بعد ابوبکر نہشلیؒ سے حضرت حمادؒ کی مسندِ تدریس پر رونق افروز ہونے کی درخواست کی گئی تو انہوں نے معذرت کر دی۔ ابو بردہؒ سے بھی یہی درخواست کی گئی تو انہوں نے بھی انکار کر دیا۔ تاہم ابوبکر نہشلیؒ، ابو حصین اور یزید بن ابی ثابت نے اہلِ علم سے مسند حمادؒ کی جانشینی کے لئے امام اعظم ابوحنیفہؒ کا نام تجویز کیا۔ حضرت امام صاحب دوسرے اکابر کی نسبت نوجوان اور عمر میں کم تھے۔ جب انہوں نے مسندِ حمادؒ پر تدریس فقہ کی درخواست پیش کی تو امام صاحب نے اس نیت سے کہ حضرت حماد کے علوم و معارف کا سلسلہ جاری رہے۔ ان کی درخواست منظور کر لی۔ اور مسندِ تدریس پر جلوہ آرا ہو گئے۔ امام حماد کا انتقال ۱۲۰ھ میں ہوا ان کے انتقال کے وقت امام صاحب کی عمر چالیس سال تھی۔ گویا جسم اور عقل میں کامل ہونے کے بعد آپ نے چالیس سال کی عمر میں مسندِ درس کو سنبھالا۔

ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ طلبہ علم کے انبوہ در انبوہ حاضر ہوئے مستفیدین کا ہجوم بڑھنے لگا۔ اطراف واکنافِ عالَم سے علم کے پیاسے آتے اور یہاں سے سیراب ہوتے۔ لوگوں نے امام صاحبؒ کی درسگاہ میں علوم ومعارف کے ایسے خزانے پائے جو دوسری درسگاہوں میں نہیں مل سکتے تھے۔ آپ کی صلاحیت، علم ومعرفت، فقہ واجتہاد اور استنباطِ مسائل، جود وسخا اور حسنِ سیرت کے پیشِ نظر حلقۂ درس وسیع تر ہوتا چلا گیا اور قلیل عرصہ میں تمام درسی حلقوں پر اپنا فضل وتفوق اور انفرادیت قائم کرلی۔

(عقود الجمان ص ۱۶۸۔ موفق ص ۷۲)

خدمت واشاعتِ دین کے غیبی اشارات :

امام اعظم ابوحنیفہؒ تحصیلِ علم سے فارغ ہوئے اور جملہ علوم وفنون میں کامل دستگاہ حاصل کرلینے کے بعد گوشہ نشینی کا قصد کرلیا۔ تو اس پر ایک رات خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ دیکھا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے فرما رہے ہیں۔ ''اے ابوحنیفہؒ! آپ کو خدا نے میری سنت کے زندہ کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ آپ عزلت گزینی وگوشہ نشینی کا ہرگز قصد نہ کریں''۔

(حدائق الحنفیہ ص [illegible]۔ موفق ص [illegible])

امام صاحب نے یہ بشارت پائی تو گویا نئی زندگی آئی۔ فوراً افادت وافاضتِ خلائق اور اجتہاد واستنباطِ مسائلِ شرعیہ میں مشغول ہوگئے حتیٰ کہ آپ کا مذہب چاردانگ عالَم میں پھیل گیا۔

ریاضت ومجاہدہ اور ذوقِ عبادت وتلاوت :

تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ عالم، عابد، زاہد، صاحب ورع

وتقویٰ' کثیر الخشوع دائم التضرع 'خوش صورت' خوش سیرت' بڑے کریم' مسلمان بھائیوں کے عمدہ مددگار' میانہ قد' گندم گوں' خوش تقریر اور شیرین زبان تھے۔

اسد بن عمرو راوی ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی اور عموماً رات کو تمام قرآن مجید ایک رکعت میں پڑھ لیا کرتے تھے۔

(وفیات الاعیان لابن خلکان ج ۵ ص ۴۱۳ واخبار ابی حنیفه واصحابه ص ۵۶)

ظہر کے بعد قدرے نیند کر لیا کرتے تھے۔ اور فرماتے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیام لیل وظہر کے بعد نیند سے امداد طلب کر لیا کرو۔ رمضان المبارک میں معمول بدل جاتا تھا ایک ختم القرآن رات کو اور ایک دن کو کر لیا کرتے تھے۔

طحطاوی میں مسعر بن کدام سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد میں گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نماز پڑھ رہے ہیں۔ مجھ کو ان کا قرآن پڑھنا بے حد پسند ہوا۔ سو اس نے جب قرآن کا ساتواں حصہ پڑھا تو میں سمجھا کہ اب رکوع کرے گا۔ مگر اس نے رکوع نہیں کیا اور قرآن کا تہائی حصہ تک پڑھ لیا میں نے سوچا شاید اب رکوع کرے۔ مگر رکوع نہیں کیا اور آدھا قرآن پڑھ لیا۔ اور اسی طرح تلاوتِ قرآن جاری رکھی حتیٰ کہ تمام قرآن ایک رکعت میں مکمل کر لیا۔ جب نماز سے ہم دونوں فارغ ہوئے تو میں نے انہیں اچھی طرح دیکھا تو وہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ تھے۔

رمضان میں ساٹھ مرتبہ ختم القرآن کا معمول تھا اور زندگی بھر میں پچپن حج کئے جس مکان میں ان کی وفات ہوئی وہاں امام صاحب نے سات ہزار دفعہ قرآن ختم کیا تھا۔

(وفیات ج ۵ ص ۴۱۳ وعقود الجمان ص ۲۲۱ و موفق ص ۲۰۷)

یہ مناقب صرف مقلدین امام ابوحنیفہؒ نے نہیں لکھے کہ مبالغہ پر محمول کر کے موجب طعن ٹھہرائے جائیں بلکہ ابن خلکان' ابوالفداء' ابونعیم صاحب حلیہ' خطیب بغدادی' حافظ جلال الدین سیوطی اور حافظ ابن حجرؒ مکی نے بیان کئے ہیں۔ جو سب کے سب شافعی

المذہب اور اپنے وقت کے امام تھے۔ بلکہ حافظ ذہبیؒ شافعی نے تو ان پر تواتر کی شہادت دی ہے۔

سات ہزار ختم القرآن کی روایت پر اعتراض کا جواب :

البتہ سات ہزار مرتبہ مکانِ وفات میں ختم القرآن کی روایت کے قصے کو بعض حضرات نے موجودہ صورت میں بظاہر درست نہیں قرار دیا، اس لئے کہ امام ابوحنیفہؒ اپنی زندگی کے اکثر حصہ میں کوفہ میں قیام پذیر رہے۔ آپ کے علمی وفقہی قومی وملی اور سیاسی کارناموں کا مرکزی صدر مقام کوفہ ہی تھا۔ جائے وفات تو آپ کی بغداد ہے جہاں آپ نے قید کے چند ایام کاٹے ہیں۔ لہٰذا یہ وہم کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے قید کے ان چند ایام میں جیل خانہ ہی میں سات ہزار مرتبہ کس طرح ختم القرآن کیا، حالانکہ بظاہر یہ ناممکن ہے۔ مگر اس کو درست قرار دینے کے لئے قرینِ قیاس توجیہہ بھی ممکن ہے کہ راوی نے کچھ یوں بیان کیا ہوگا کہ جب آپ کی وفات ہوئی یا جس مکان میں آپ کی وفات ہوئی تب یہ معلوم ہوا کہ آپ نے تاوقت وفات سات ہزار مرتبہ ختم القرآن کی سعادت حاصل کی ہے۔ یا جس مکان کو آخری مرتبہ چھوڑا یعنی کوفہ سے بغداد لائے گئے تو اس وقت تک کوفہ میں سات ہزار ختم القرآن کئے تھے۔ ظاہر بینوں نے اسے مبالغہ پر حمل کیا ہے۔ اور ہم نے اس کی توجیہہ بیان کر دی ہے۔ اور اگر حساب کر لیا جائے تو سات ہزار ختم القرآن کے لئے یومیہ ایک ختم کے حساب سے ۲۰ سال چاہئیں اور ابوحنیفہؒ کی زندگی ۷۰ سال پر حاوی ہے۔ تو یہ عام معمول، انسانی عادت اور بشری طاقت کے اندر کی چیز ہے۔ آخر اس پر حیرت واستعجاب کرنے کی وجہ ہی کیا ہو سکتی ہے کہ معترضین اسے مبالغہ پر حمل کرنے کا ڈھونڈرا پیٹتے ہیں۔ میرے نزدیک سات ہزار کی روایت مبالغہ وافراط ہر گز نہیں۔

اور اگر بالفرض یہ روایت صحیح بھی تسلیم کر لی جائے کہ امام صاحب نے جائے

وفات پر سات ہزار مرتبہ ختم القرآن کیا ہے تب بھی یہ بات ارباب بصیرت کے لئے کسی بھی اچنبھے کا باعث نہیں، اس لئے کہ ''برکتِ اوقات'' ایک مستقل کرامت ہے جس سے اسلافِ امت کو نوازا جاتا رہا ہے۔ ہم جب کثیر التصانیف اکابر و مشائخ کے یومیہ تصنیفی کام کا اندازہ لگاتے ہیں تو وہ فی یوم سینکڑوں صفحات سے بھی بات بڑھ جاتے ہیں۔ اور زمانہ بھی وہی تھا۔ جب کاغذ قلم اور سیاہی اور دوات تک خود اپنے ہاتھوں سے بنانا پڑتی تھیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی کی ٤٦٠ تصانیف ہیں اور ایک ایک تصنیف کئی کئی مجلدات پر مشتمل ہے۔ اور خود ہمارے قریبی زمانے کے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی چھوٹی بڑی تصانیف کا اندازہ لگایئے کہ کئی مجلدات پر ان کی تصنیفات مشتمل ہیں اور ہزاروں سے بھی ان کی تعداد بڑھ کر ہے۔ آخر یہ حسّی مشاہدہ کر لینے کے بعد جب عقل کی پہنائیاں تنگ دامنی کی شکایت کرتی ہیں۔ تو یہی کہنا پڑتا ہے۔ کہ یہ ان کی کرامت تھی۔ کہ اللہ کریم نے ان کے لئے اوقات میں برکت عطا فرمائی تھی۔ اور ابوحنیفہؒ تو سراپا برکت و کرامت کا مجموعہ تھے باقی رہی چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھنے کی روایت، تو یہ بھی کوئی مبالغہ نہیں کہ اس میں اکثر اوقات اور زندگی کا ایک عام معمول بتایا گیا ہے۔ بشری حاجات قومی و ملی امور میں اسفار، فقہ کی آئینی و تدوینی کونسل کی کی سرپرستی اور اس نوع کے دیگر اہم امور میں اشتغال اور بیماری و اعذار شرعی کے اوقات اس سے مستثنیٰ ہیں۔

ہمیشہ کا معمول، قیام لیل و تدریس علم :

مسعر بن کدام سے خطیب، ابو محمد الحارثی اور ابو عبداللہؒ بن خسرو نے روایت نقل کی ہے کہ: میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کی مسجد میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپ نے صبح کی نماز پڑھی اور لوگوں کو علمِ دین پڑھانے میں مشغول ہو گئے۔ اور یہ سلسلۂ تعلیم ظہر تک جاری رہا پھر نماز کا وقفہ ہوا۔ نمازِ ظہر کے بعد عصر تک اور عصر سے مغرب تک اور مغرب سے

عشاء تک اسی جگہ بیٹھے رہے۔ اور تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ (بشری تقاضوں اور انسانی حوائج و ضرورت سے قطع نظر) مسلسل یہ خدمت اور تدریس علم کا شغل دیکھ کر مجھے حیرت رہی۔ امام اعظم عشاء کی نماز پڑھ کر گھر تشریف لے گئے۔ مجھے یہ فکر دامن گیر ہوئی اور تجسس بڑھتا گیا کہ جب آپ کی تدریسی انہماک اور تعلیمی مسائل کی مصروفیت کا یہ عالم ہے تو مطالعۂ کتب اور نوافل و عبادت کے لئے آپ کو کونسا وقت ملتا ہوگا۔ اس سلسلہ کے سنن و نوافل اور مستحبات کے معمولات آپ کس طرح جمع کرتے ہوں گے۔

ابھی میں ایسے ہی تصورات میں ڈوبا ہوا تھا لوگ نماز عشاء پڑھ کر گھروں کو جا چکے تھے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ امام صاحب گھر سے مسجد میں تشریف لائے صاف و سادہ لباس، جسم معطر اور خوشبو سے فضا بھی معطر ہو رہی تھی۔ بڑی تمکنت اور سکون و وقار کے ساتھ مسجد کے ایک کونے میں نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ صبح صادق طلوع ہوئی۔ اب رات کی عبادت' بیداری شب و ریاضت سے فارغ ہو کر گھر تشریف لے گئے۔ (شاید اس دوران قضائے حاجت اور بشری تقاضوں کے پیشِ نظر نیا وضو وغیرہ بنایا ہو) واپس تشریف لائے تو لباس بدلا ہوا تھا۔ صبح کی نماز با جماعت ادا کی تو پھر حسب سابق وہی تدریس و تعلیم دین کا سلسلہ شروع ہوا، جو برابر عشاء تک جاری رہا۔ میں دل میں خیال کرتا تھا کہ آج رات آپ ضرور آرام کریں گے کہ کل کا دن اور رات بیداری میں گزاری ہے۔ مگر دوسری رات بھی آپ کا معمول وہی رہا۔ جو پہلی رات کا تھا۔ تیسری رات بھی ایسے ہی گزری اور وہی کچھ دیکھا جو پہلی دو راتوں میں مشاہدہ کر چکا تھا۔ اس کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا کہ ابو حنیفہؒ کا ساتھ اور خدمت و مصاحبت اور تلمذ اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک میرا یا ان کا دنیا سے انتقال نہ ہو جائے۔

لہذا میں نے مستقلاً ابو حنیفہؒ کی خدمت میں رہنے کا فیصلہ کر لیا اور ان کی مسجد میں

باقاعدہ مستقل قیام اختیار کرلیا۔ اپنی مدتِ قیام میں مَیں نے ابوحنیفہؒ کو دن میں کبھی بے روزہ اور رات بغیر قیامِ لیل کے گزارتے نہیں دیکھا۔ البتہ ظہر سے قبل آپ قدرے آرم کر لیا کرتے تھے اور علی العموم یہی معمول بنایا ہوا تھا۔ ابن ابی معاذ کی روایت ہے کہ :

مسعر بن کدامؒ بڑے خوش نصیب تھے کہ ان کی وفات بھی امام اعظمؒ کی مسجد میں ایسی حالت میں ہوئی جب وہ حالتِ سجدہ میں اپنی جبینِ نیاز' بارگاہِ بے نیاز میں جھکا چکے تھے۔ (غایۃ الاوطارج' حدائق الحنفیہ ص ٦٦ ' عقود الجمان ص ٢١٤ ' ٢١٥ و موفق ص ٢٠٨)

یہ ابوحنیفہؒ ہیں جو تمام رات نہیں سوتے :

امام ابو یوسفؒ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ہمراہ چل رہا تھا کہ راستے میں کچھ آدمیوں نے ہمیں دیکھا تو ایک نے ابوحنیفہؒ کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے دوسرے سے کہا :

هٰذا ابوحنیفه لا ینام اللیل یہ شخص امام ابوحنیفہؒ ہیں جو تمام رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور سوتے نہیں۔

ان کی یہ آواز ابوحنیفہؒ کے کان میں آئی تو فرمانے لگے :

سبحان اللہ! آپ سنتے نہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے متعلق لوگوں میں کیسی کیسی باتیں پھیلا دی ہیں اور یہ کس قدر بُری بات ہوگی کہ خود ہماری زندگی میں اس کے برعکس اعمال پائے جائیں۔ پھر ارشاد فرمایا۔ واللہ یہ لوگ میرے بارے میں ایسی باتیں نہیں کہہ رہے جو واقعۃً میرا معمول نہ ہوں۔

امام ابو یوسفؒ فرمایا کرتے کہ واقعۃً بھی یہی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ تمام رات اللہ کی عبادت، دعا، تضرع وابتہال اور ذکر اللہ میں گزارتے تھے۔ (تذکرہ الحفاظ ج ص ١٦٩ و عقود الجمان ص ٢١٣ و مناقب موفق ص ٢١٩ وصیمری ص ٥٣)

ابوحنیفہؒ شریعت کا ستون تھے :

مجاہدہ وریاضت اور تہجد وشب بیداری کے واقعات امام صاحبؒ کے تذکرہ نگاروں نے اس کثرت سے لکھے ہیں کہ وہ حدتواتر کو پہنچے ہوئے ہیں۔ محمد بن یوسف صالحی اور صاحبِ معجم نے لکھا ہے۔

ومن ثم یسمی الوتد من کثرة قیامه باللیل . (عقود الجمان ص ۲۱۱ و معجم المصنفین ص ۱۶۸ وصمیری ص ۵۷)

شب بیداری اور مسلسل قیام لیل کی وجہ سے لوگ امام ابوحنیفہؒ کو وتد یعنی میخ بھی کہتے ہیں۔

اس سلسلہ میں کتابوں میں ایک لطیفہ بھی منقول ہوتا چلا آیا ہے کہ امام اعظمؒ کے پڑوس میں ایک صاحب کا مکان تھا۔ امام صاحب کا جب انتقال ہو گیا تو اسی پڑوسی کے ایک چھوٹے بچے نے اپنے باپ سے پوچھا کہ:

یا ابتِ ! این تلک الدعامه التی کنتُ اراها کل لیلة فی سطح ابی حنیفة باللیل.

اباجان! سامنے ابوحنیفہ کی چھت پر ایک ستون نظر آیا کرتا تھا اسے کیا ہو گیا کس نے گرادیا کہ وہ نظر نہیں آتا۔

باپ نے بڑی محبت اور شفقت سے کہا :

یا بنّی ! لیست بدعامة وانما کان ذلک دعامة الشرع ابو حنیفهؒ .
(عقود الجمان ص ۲۲۲ ومناقب وموفق ص ۲۳۳)

لختِ جگر! یہاں کوئی ستون وغیرہ نہیں تھا وہ شریعت کے ستون امام اعظم ابوحنیفہؒ ہی تھے (جو ساری رات چھت پر اللہ کی عبادت کرتے) اب وہ ستون گر گیا ہے کہ امام صاحبؒ کی وفات ہو گئی ہے۔

ابوالمؤید نے امام اعظمؒ کی ریاضت ومجاہدہ کی کیفیت دیکھی تو بے اختیار پکار اٹھے،

نهار ابی حنیفة للافاده ولیل ابی حنیفة للعباده

(عقود الجمان ص ۲۲۲ و موفق ص ۳۳۳)

امام صاحب کا دن درس و تدریس اور عامۃ الناس کی خدمت وافادہ کے لئے وقف ہے اور رات اپنے خالق کی عبادت کے لئے وقف ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا تقویٰ اور مجوسی کا قبول اسلام :

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازیؒ جو حضرت امام اعظمؒ کے حق میں بڑے متعصب ہیں تحریر فرماتے ہیں :

امام ابوحنیفہؒ کا ایک مجوسی پر کچھ قرضہ ہوگیا تھا۔ایک روز امام صاحب اس مجوسی کے گھر مطالبہ کے لئے گئے۔ جب اس کے مکان کے دروازے کے قریب پہنچے تو امام صاحب کی جوتی کو اتفاقاً کچھ نجاست لگ گئی۔آپ نے اس سے نجاست کو دور کرنے کی غرض سے اسے جھاڑا تو کچھ نجاست اڑ کر مجوسی مذکور کی دیوار سے لگ گئی۔اس صورتِ حال سے امام صاحب بڑے رنجیدہ وحیران ہوئے اور دل میں کہا کہ اگر میں اس نجاست کو اسی طرح رہنے دیتا ہوں تو یہ دیوار قبیح ہو جائے گی اور اگر اس کو کریدتا ہوں تو اس سے دیوار کی مٹی گر پڑے گی اور اس سے مالکِ مکان کو نقصان ہے۔ چنانچہ آپ نے مجوسی کے مکان کو کھٹ کھٹایا جس پر ایک لونڈی باہر آئی۔آپ نے اس کو کہا کہ اپنے مالک کو خبر دو کہ ابوحنیفہؒ دروازے پر کھڑا ہے۔لونڈی کے کہنے پر مجوسی گھر سے باہر نکلا اور اس نے یہ خیال کر کے کہ شاید یہ مجھ سے اپنے مال کا مطالبہ کریں گے،عذر کرنا شروع کر دیا۔آپ نے اس سے دیوار کی نجاست کا قضیہ بیان کر کے فرمایا کہ اب کوئی ایسی تدبیر بتاؤ کہ تمہاری دیوار صاف ہو جائے۔مجوسی نے امام حنیفہؒ کا یہ ورع وتقویٰ اور زہد اور کمالِ احتیاط دیکھ کر اسلام قبول کر لیا۔(تفسیر کبیر آیت مالک یوم الدین وحدائق الحنفیہ ص ۶۷)

سایہ چھوڑ کر دھوپ میں بیٹھے رہے :

اسمٰعیل بغدادیؒ کہتے ہیں کہ کسی نے یزید بن ہارون سے دریافت کیا کہ آدمی کو فتویٰ دینا کب جائز ہے۔فرمایا! جب وہ ابوحنیفہؒ کی طرح احتیاط اختیار کرے۔سائل نے کہا حضرت! آپ یہی کہتے ہیں۔فرمایا ہاں! میں اس سے بھی زیادہ کہوں گا۔کہ میں نے ان سے زیادہ فقیہ اوراورع (بڑا پرہیزگار) نہیں دیکھا۔

ورع اور تقویٰ کی ایک مثال ملاحظہ کیجئے۔ایک روز امام صاحب کسی شخص کے دروازہ کے سامنے دھوپ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔میں نے عرض کیا اگر آپ دھوپ چھوڑ کر اس گھر کے سایہ میں بیٹھ جاتے تو بہتر ہوتا اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کو قسم دے کر دریافت کیا کہ سایہ چھوڑ کر دھوپ میں بیٹھنے کا سبب کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اس صاحبِ مکان پر میرا کچھ قرض ہے مین اپنے مقروض کے گھر کے سایہ کے استعمال کو اس وجہ سے مکروہ سمجھتا ہوں کہ کہیں وہ ناجائز نفع اور سود میں نہ آجائے۔(کیونکہ حدیث کا مضمون ہے کہ جس کا قرض سے کوئی نفع حاصل ہو وہ سود ہے)

(عقود الجمان ص ۲۴۴ و موفق و کردری و الانتصار)

نظروں کی حفاظت :

امام محمدؒ لڑکپن میں بڑے حسین اور صاحبِ جمال تھے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں طالبِ علمانہ حیثیت سے داخل ہوئے پہلی نظر پڑی جو غیر اختیاری تھی۔اس کے بعد ان کی طرف کبھی نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا جب ان کو سبق پڑھاتے تو انہیں ستون کے پیچھے بٹھا لیا کرتے تھے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر نظر پڑ جائے۔

(تذکرۃ الاولیاء بحوالہ حدائق الحنفیہ ص ۷۲)

ابوحنیفہؒ کی عفیف اور پاکیزہ کردار شخصیت

خارجہ بن مصعبؒ سے روایت ہے کہ مجھے جب حج پر جانے کی سعادت حاصل ہوئی تو اس موقعہ پر میں نے اپنی لونڈی امام ابوحنیفہؒ کی خدمت کے لئے ان کے ہاں چھوڑ دی مجھے تقریباً چار ماہ تک مکہ معظمہ میں قیام کرنا پڑا۔ واپسی پر جب میں ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دریافت کیا کہ :

''حضرت! میری لونڈی کو خدمت واخلاق کے اعتبار سے آپ نے کیسے پایا؟'' فرمانے لگے! جو آدمی قرآن پڑھتا ہو اور لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہو۔ علمِ حلال اور علمِ حرام سے لوگوں کو آگاہ کرتا ہو اس کے لئے لازم ہے کہ عام لوگوں سے بڑھ کر اپنے نفس اور نگاہوں کی حفاظت کرے۔ خدا کی قسم! جب سے آپ تشریف لے گئے ہیں میں نے آپ کی لونڈی کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

خارجہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اپنی لونڈی سے امام ابوحنیفہؒ 'ان کے اخلاق اور گھریلو معاملات کے بارے میں دریافت کیا تو لونڈی کہنے لگی۔

''میں نے ابوحنیفہؒ جیسا عفیف' پاک دامن اور پاکیزہ کردار والی شخصیت نہ دیکھی ہے اور نہ سنی ہے۔ میں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ ابوحنیفہؒ نے کبھی دن یا رات کو اپنے گھر میں جنابت سے غسل کیا ہو۔ جمعہ کے روز صبح کی نماز پڑھنے کے لئے ابوحنیفہؒ اپنے گھر سے باہر چلے جاتے پھر واپس تشریف لاتے اور گھر میں چاشت کی خفیف نماز پڑھتے اس کے بعد غسل فرماتے تیل لگاتے پھر نمازِ جمعہ کے لئے تشریف لے جاتے۔ میں نے کسی دن بھی انہیں کبھی بے روزہ نہیں دیکھا۔ سونا تو بہت خفیف مگر کم ہوتا۔

(عقود الجمان ص ۲۴۲ وصیمری)

خشیت وتقویٰ :

کہتے ہیں کہ امام اعظمؒ کسی سے گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک اس شخص نے امام صاحب سے کہا۔

اِتقِ اللہ خدا سے ڈرو

اس لفظ کا اس کے منہ سے نکلنا تھا کہ امام صاحبؒ کا چہرہ زرد پڑ گیا سر جھکا لیا اور کہتے جاتے تھے بھائی! خدا آپ کو جزائے خیر دے علم پر جس وقت کسی کو ناز ہونے لگے اس وقت وہ اس کا محتاج ہوتا ہے کہ کوئی اس کو خدا یاد دلا دے۔

(عقود الجمان ص ۲۲۷ وموفق ص ۳۵۳)

تحائف اور ہدایا میں حدیثِ نبویﷺ پر عمل :

غورک سعدی الکوفی کی روایت ہے کہ میں نے ایک مرتبہ امام اعظمؒ کی خدمت میں کچھ تحفے اور ہدایا بھیجے تو امام صاحبؒ نے اس سے دو چند تحائف کے ساتھ احسان فرمایا میں نے یہ دیکھا تو ان کی خدمت میں عرض کیا۔

حضرت! اگر مجھے علم ہوتا کہ آپ اس قدر زحمت اٹھائیں گے اور میرے تحائف کے بدلے دو چند احسان فرمائیں گے تو میں ہرگز یہ کام نہ کرتا۔

امام اعظمؒ نے فرمایا! ایسی باتیں ہرگز نہ کیجئے اس لئے کہ فضیلت اور زیادہ اجر وثواب سبقت اور پہل کرنے والے کو حاصل ہے۔ کیا آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی نہیں سنا کہ :

''جو آدمی تمہارے ساتھ کوئی نیکی کرے۔ عنایت واحسان کا معاملہ کرے تو تم بھی اس کا بدلہ احسان سے چکایا کرو۔ اگر تم اس کے برابر کا بدلہ اور برابر کا احسان کرنے کی

قدرت نہیں رکھتے تو محسن کا شکریہ ادا کرلیا کرو۔ زبان سے اس کی تعریف کرلیا کرو"۔

غورک سعدی کہتے ہیں کہ میں نے یہ سنا تو ابوحنیفہؒ کی خدمت میں عرض کیا۔

حضرت! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مجھے اپنے تمام مالِ مملوکہ سے عزیز تر ہے۔ (عقود الجمان ص ۲۳۷ و مناقب موفق ص ۳۴۷)

اور ایک روایت میں یہ مقولہ ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب ہے۔

مقتضائے حدیث پر شوقِ عمل، عالمانہ وقار اور تحمل :

عمرو بن ہیثم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں شعبہ کا رقعہ لے کر امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، یہ عصر کا وقت تھا۔ آپ نے مسجد ہی میں عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا فرمائیں اور عشاء کے بعد مجھے ہمراہ لے کر دولت کدہ پر تشریف لائے کھانا کھلایا اور ایک بستر پر مجھے لٹا دیا اور خود ایک گوشہ میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنا شروع کردی اور تمام رات پڑھتے رہے جب صبح ہوئی تو مجھے اٹھایا اور وضو کا پانی لاکر دیا اور مسجد میں تشریف لائے۔ صبح کی نماز پڑھ کر اپنی جگہ بیٹھے رہے کہ اچانک ایک سانپ مسجد کی چھت میں آپ پر گرا اور آپ نے اس کے سر پر پیر رکھ دیا اور آرام سے بیٹھے رہے۔ خدا کی یاد اور اس کے ذکر میں اطمینان سے مصروف رہے۔ جب سورج طلوع ہوا تو آپ نے یہ دعا پڑھی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْلَعَهَا مِنْ مَطْلَعِهَا اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا طَلَعَتْ فِيْهَا . (مناقب موفق ص ۵۹)

تمام تعریفیں ہیں اس خدا کے لئے جس نے سورج کو اس کے مطلع سے نکالا۔ اے اللہ! ہم کو اس کے اور جس چیز پر اس کا طلوع ہوتا ہے اس کے خیر سے بہرہ ور فرما۔

اس کے بعد امام ابوحنیفہؒ نے سانپ کو مارنے کا حکم دیا اور اتنی دیر آپ نہایت

آرام اور سکون و وقار سے اپنی جگہ بیٹھے خدا کی یاد میں مشغول رہے جب اشراق کی نماز پڑھی تو پیش آمدہ واقعہ کے پیش نظر امام صاحبؒ نے ایک حدیث سنائی کہ حضورؐ کا ارشاد ہے۔

وَ مَنْ صَلَّی الْفَجْرَ وَ لَمْ یَتَکَلَّمْ اِلَّا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ کَانَ کَالْمُجَاھِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ.

جس نے صبح کی نماز پڑھی اور سورج نکلنے تک سوائے ذکر خدا کے اور کچھ زبان سے نہ کہا وہ مثل مجاہد فی سبیل اللہ کے ہے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ کو حدیث کے مقتضاء پر عمل کرنے کا کتنا شوق تھا۔ جان چلی جائے مگر اقتضائے حدیث معمول میں آجائے اور اس واقعہ سے امام صاحبؒ کے عالمانہ وقار اور تحمل کی ایک جھلک بھی سامنے آجاتی ہے۔ (اسی واقعہ کے قریب قریب واقعہ حدائق الحنفیہ، عقود الجمان ص ۲۴۷ اور خیرات الحسانؒ میں بھی منقول ہے، شاید واقعہ ایک ہی ہو)

سنّتِ رسولؐ کا احیاء اور مجاہدہ و ریاضت کی انتہا:

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنی زندگی میں پچپن حج کئے جب آخری مرتبہ زیارت بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تو کعبۃ اللہ کے خدام سے دروازہ کھولنے اور اندر داخل ہونے کی اجازت چاہی۔ جب دروازہ کھول دیا گیا تو بیت اللہ کے دونوں ستونوں کے درمیان نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور ایک پاؤں پر دوسرا پاؤں رکھ کر پورا قرآن تلاوت فرمایا جب نماز سے فارغ ہوئے تو امام صاحب پر گریہ طاری ہوا خوب روئے اور دیر تک بارگاہ ربوبیت میں مصروفِ مناجات رہے۔

یا ربّ عرفت حق المعرفة و ما عبدتک حق العبادة فھب لی نقصان الخدمةبکمال المعرفت.

اے اللہ ! اس بندۂ ضعیف نے تجھے کمالِ معرفت (صفاتِ کبریائی) کے ساتھ پہچانا جیسا کہ تیرے جاننے کا حق ہے، مگر تیری

عبادت جیسا کہ تیرے شایانِ شان ہے۔
نہیں کر سکا۔اے پرودگار تو اس بندۂ ضعیف
کی خدمت کے نقصان کو بوجہ اس کی کمالِ
معرفت کے بخش دے (یعنی کمال عرفان کو
نقصانِ خدمت کا وسیلہ بنادے)

ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر ختم القرآن کی توضیح :

شرنبلانی نے اس کو تراوح (قدمین تو زمین پر ہوں مگر باری باری ایک پاؤں کو ڈھیلا چھوڑ کر دوسرے پاؤں کا سہارا لیا جائے) پر حمل کیا ہے تو اس سے مخالفتِ سنت کا اعتراض رفع ہو جاتا ہے، مگر یہ توجیہ کمزور ہے۔دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ ابوحنیفہؒ کے ایک پاؤں پر کھڑے ہونے کا مقصد عجز وتذلل تھا جیسا کہ ننگے سر پڑھنا مکروہ ہے، مگر جب تذلل مقصود ہو تو جائز ہے۔بعض علماء نے تیسری توجیہ یوں کی ہے کہ امام صاحب کا اس سے مقصد ریاضت ومجاہدہ نفس تھا جس سے خشوع وانابت الی اللہ میں خلل واقع نہیں ہوتا بلکہ اس میں زیادتی ہوتی ہے جو مانعِ کراہت ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔ (ردالمحتار ج ا ص ۲۶)

اور ایک توجیہ یہ بھی کی جاسکتی ہے کہ ختم القرآن نوافل میں کیا کرتے تھے۔اور نوافل میں توسع ہے۔

یہاں عرفان الٰہی سے مراد خدا تعالیٰ کو اس کے صفات کبریائی و بزرگی، عظمت، توحید والوہیت اور دوامِ مشاہدہ کے ساتھ پہچاننا ہے۔ذات باری تعالیٰ کی حقیقت کنہ الذات والصفات ہرگز مراد نہیں کہ اس کی معرفت محالات سے ہے۔عقود الجمان کی ایک روایت کے مطابق ''یا رب ما عرفت '' ہے مگر یہ اس لئے درست نہیں قرار دی جاسکتی کہ اس سے اگلی عبارت میں '' فھب لی '' نقصان الخدمت بکمال المعرفت ''

آیا ہے۔ جو عرفت کی گویا تفسیر ہے۔ البتہ نسخہ "ماعرفت" کی ایک توجیہہ بھی کی جاسکتی ہے کیونکہ کسی چیز کے حق معرفت حاصل نہ ہونے سے اس کے کمالِ معرفت کی نفی لازم نہیں آتی اور اس صورت میں کمالِ معرفت کو حق المعرفت کی تفسیر نہیں قرار دیا جاسکے گا۔

اس پر بیت اللہ کے ایک گوشہ سے ہاتف غیبی نے آواز دی۔

و عرفت فاحسنت المعرفة و خدمت فاخلصت الخدمة غفرنا لک ولمن کان علی مذھبک الی قیام الساعة .

اے ابوحنیفہؒ! تو نے ہمیں جیسا کہ چاہئے تھا ویسا پہچانا اور جس طرح تم نے ہمارے دین کی خدمت کی لہٰذا ہم نے تجھے اور ان لوگوں کو جو تیرے مذہب کے پیروکار ہیں اور قیامت تک جو تیرے پیروکار ہوں گے سب کی مغفرت کر دی ہے۔

عقود الجمان ص ۲۲۰ کے علاوہ طحطاوی، کردری، حدائق الحنفیہ اور رد المحتار ج ۱ ص ۳۵ میں بھی قدرے تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے۔

سنتِ رسولؐ اپنانے کی تلقین :

امام اعظمؒ اپنے شناسا احباب کو خوش پوشی اور اپنے مظہر و منظر کو عمدہ رکھنے کی تلقین فرماتے۔ روایت ہے کہ آپؒ نے ایک ساتھی کو بوسیدہ لباس میں ملبوس دیکھا جب وہ چلنے لگا تو اسے ذرا بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب لوگ چلے گئے تو وہ تنہا رہ گیا تو امام صاحب نے انہیں فرمایا۔

محترم! جائے نماز اٹھایئے جو کچھ اس سے نیچے پڑا ہے وہ لے لیجئے۔ تعمیل ارشاد کرنے پر اس نے دیکھا کہ وہاں ایک ہزار درہم پڑے ہیں۔ فرمایا یہ درہم لے لو اور ان سے اپنی حالت درست کرلو۔ وہ صاحب کہنے لگے۔

جی! میں تو دولت مند آدمی ہوں اور مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ امام صاحب نے ارشاد فرمایا۔ کیا آپ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا۔

ان اللہ یحب ان یری اثر نعمتہ علی عبدہ. اللہ تعالیٰ اپنے بندہ پر اپنی نعمت کے نشان دیکھنا پسند کرتا ہے۔

جناب اپنی حالت کو بدل دیجئے، خدا کی نعمتیں استعمال میں لائیے تا کہ آپ کے احباب اور اعزہ آپ کو دیکھ کر غمزدہ نہ ہوں۔

(ابوحنیفہؒ از ابوزہرہ مصری بحوالہ تاریخ بغداد ج ۱۳، ۳۶۱ و مناقب موفق ص ۲۳۵)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب 2

جذب وشوق' سوزِ دروں' تسلیم ورضا

ایمان واحتساب' اوراحسانی کیفیات

اللہ کا نام سُن کر ابوحنیفہؒ لرز جاتے :

جن دنوں دجلہ کے پار ایک چھوٹی سی آبادی کی بنیاد پڑ رہی تھی جو بعد میں ایک بڑا فوجی کیمپ قرار پایا اور رصافہ کے نام سے مستقل شہر بن گیا، امام اعظم ابوحنیفہؒ نے قاضی القضاۃ اور وزارتِ عدل کے منصبِ جلیل کو ٹھکراتے ہوئے چند ایک گھروں کی اس چھوٹی سی بستی کی دو ایک روز کی قضا قبول کر لی۔ آپ کی عدالت میں سب سے پہلا اور آخری مقدمہ جو دائر ہوا اور جس کے بعد امام ابوحنیفہؒ نے استعفیٰ دے دیا وہ ایک غریب ٹھٹھیرے (صفار) کا تھا جس نے ایک شخص پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو پیتل کی ایک ٹھلیا دی تھی جس کی قیمت میں دو درہم اور چار پیسے باقی رہ گئے تھے۔

امام صاحب نے مدعیٰ علیہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

بھائی! اللہ سے ڈر ! ٹھٹھیرا جو کچھ کہہ رہا ہے، بتا کہ واقعہ کیا ہے؟

مدعیٰ علیہ نے انکار کر دیا مدعی کے پاس گواہ نہیں تھے تو مدعیٰ علیہ پر قسم آتی تھی۔ لہٰذا قانونی طریقہ اختیار کرتے ہوئے مدعیٰ علیہ کو مخاطب کرتے ہوئے امام صاحب نے کہا

قُل واللہِ الَّذِی لاَ اِلٰہَ اِلاّ ھُو. اچھا کہو قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(وفیات الاعیان لابن خلکان ج ۵ ص ۴۰۷ و تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۲۹)

امام اعظمؒ نے دیکھا کہ مدعیٰ علیہ بغیر کسی جھجک کے بے تحاشا قسم کھانے لگا۔ ایمان کی حسِ ذکاوت' خوفِ خدا اور خشیتِ خداوندی سے ابوحنیفہؒ کی فطرت سرفراز تھی۔ اللہ کا نام سن کر لرز گئے۔ قسم کھانے کی یہ دلیری اور جرات ان کے لئے ناقابلِ برداشت ہو گئی۔ مدعیٰ علیہ کی بات ابھی پوری نہ ہوئی تھی کہ امام ابوحنیفہؒ نے اس کی بات کو کاٹ کر اسے چپ کرادیا اور اپنے دستی بیگ سے دو بھاری بھاری درہم نکال کر ٹھٹھیرے کو دیتے ہوئے فرمایا: ''اپنے دام کے جس بقایا کا تم نے اس پر دعویٰ کیا ہے مجھ سے لے لو۔ اس طریقہ سے مدعیٰ علیہ کو آپ نے قسم کھانے سے روک لیا۔ اور ساری زندگی میں کسی مقدمے کے عملی تجربہ کا یہی ایک موقعہ تھا جو آپ کو ملا''۔

حصولِ علم کے ساتھ عمل کی ضرورت :

داؤدؒ طائی کا شمار اسلام کے اکابر اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔ حضرت امام اعظمؒ کے قدیم تلامذہ میں سے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کے تلمذ میں علمِ حدیث وفقہ میں' عربیت اور قرأۃ و تفسیر میں کافی دست گاہ حاصل کر لی تھی۔

ایک روزہ امام ابوحنیفہؒ نے ان سے فرمایا! داؤد! آلات تو تمہارے سارے مکمل ہو گئے ہیں۔ داؤد نے عرض کیا! تو پھر کوئی چیز باقی بھی رہی؟ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہاں! علم پر عمل کرنا باقی رہ گیا ہے .... ابوحنیفہؒ کا یہ کہنا تھا کہ اسی وقت اٹھے وراثت میں حاصل کردہ زمین کو چار سو درہم میں فروخت کر دیا اور دنیا سے الگ ہو گئے۔ لوگوں نے بہت کم ملتے جلتے تھے۔

ایک روز فضیل بن عیاضؒ ان سے ملنے آئے دروازہ کھولا۔ فضیل باہر بیٹھے رونے

لگے داؤد طائیؒ اندر بیٹھے رو رہے تھے۔ فضیلؒ نے عرض کیا آخر کہاں جاؤں؟ مجھے تو آدمی کی تلاش ہے۔ داؤد نے فرمایا جی ہاں! یہی تو وہ متاع گم شدہ ہے جو ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی۔
(دفاع امام ابوحنیفہؒ ص ۱۶۰)

دنیا و آخرت کی آبرومندی:

امام اعظم ابوحنیفہؒ گاہے گاہے غزل و تشبیب سے قطع نظر وعظ و پند اور فکر و جذبۂ عمل کے طور پر یہ شعر بھی گنگنایا کرتے تھے۔

وَ منَ المَروة لِلفتیٰ　　ما عَاش دَارًا فاخِره
فَاشکُر اِذا اُوتیتهَا　　وَ اعْمَلْ لِدَار الأخِرَه

(عقود الجمان ص ۲۰۸)

ترجمہ:۔ انسان جب تک زندہ رہے عزت و آبرو کے لئے اس کو اچھا مکان چاہئے یہی مروت ہے جب ایسا مکان مل جائے تو خدا کا شکر کرنا چاہئے اور عاقبت کے مکان کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔

مشاجراتِ صحابہؓ اور ابوحنیفہؒ کا مسلک:

ایک مرتبہ کسی شخص نے امام اعظمؒ ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔
حضرت! حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی لڑائیوں اور جنگ صفین کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟

امام صاحبؒ نے فرمایا: قیامت کے روز جن باتوں کی پرسش ہوگی مجھے ان کا ڈر لگا رہتا ہے۔ ایسے واقعات خدا تعالیٰ مجھ سے نہیں پوچھے گا اس لئے ان واقعات پر چنداں توجہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ (عقود الجمان ص ۳۰۵)

علقمہؒ اور اسود میں افضل کون؟

امام اعظمؒ سے کسی نے دریافت کیا۔ کہ حضرت! علقمہؒ اور اسودؒ میں کون افضل ہے۔ آپ نے فرمایا بخدا! میری حیثیت یہی ہے کہ میں ان دونوں کی عزت واحترام کے لئے ان بزرگوں کو دعائے استغفار سے یاد کروں۔ آخر میرے لئے اس کی حاجت کیا ہے اور مجھے کیا پڑی ہے اور میری حیثیت کیا ہے؟ کہ میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دوں۔

(خیرات الحسان فصل ۱۶ وعقود الجمان)

طاقت ور کون' حضرت ابوبکرؓ یا حضرت علیؓ :

حضرت امام اعظمؒ مسجدِ کوفہ میں تشریف فرما تھے کہ مشہور رافضی مناظر شیطانِ طاق آپ کے پاس حاضر ہوا اور کہا یہ بتایئے! کہ لوگوں میں سب سے بڑا طاقتور اور اشدّ الناس کون ہے۔

امام صاحب نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک اشد الناس حضرت علیؓ ہیں اور تمہارے نزدیک اشد الناس حضرت ابوبکرؓ ہیں۔

شیطانِ طاق سٹ پٹایا اور کہا تم نے بات اُلٹ کردی۔ اصل میں ہمارے نزدیک اشد الناس کا مصداق حضرت علیؓ اور تمہارے نزدیک ابوبکر صدیقؓ ہیں، ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہرگز ایسا نہیں۔ ہم جو حضرت علیؓ کو اشد الناس قرار دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انہیں معلوم ہوگیا کہ خلافت کا استحقاق ابوبکرؓ ہی کو حاصل ہے تو انہوں نے اسے تسلیم کرلیا۔ اور تمام عمر ابوبکرؓ کی اطاعت کی۔ اور تم لوگ کہتے ہو کہ خلافتِ حضرت علیؓ کا حق تھا، ابوبکرؓ نے جبراً ان سے یہ حق چھین لیا تھا، مگر حضرت علیؓ کے پاس اتنی قوت اور طاقت نہیں تھی کہ وہ اپنا حق ابوبکرؓ سے واپس لے لیتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے نزدیک ابوبکرؓ حضرت علیؓ سے زیادہ طاقتور اور قوت

والے تھے۔شیطان طاق رافضی امام ابوحنیفہؒ کا یہ جواب سن کرلال پیلا ہوکر بھاگ گیا۔
(عقود الجمان ص ۲۷۷ و مناقب موفق ص ۱۳۶)

زبان کی حفاظت :

وکیعؒ سے روایت ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ قسم کھانے سے ہمیشہ احتراز کرتے تھے، اور ممکن حد تک اس سے پرہیز میں کامیاب رہتے تھے۔جب کہ انہوں نے یہ عہد کر رکھا تھا کہ اگر کہیں دورانِ گفتگو غیر ارادی طور پر اتفاقاً بھی قسم کھالی گئی اور اس خطا کا ارتکاب ہوگیا تو اپنے اوپر ایک درہم کا کفارہ لازم کرلیا تھا۔پھر بعد میں بجائے درہم کے ایک اور درہم کا اضافہ کردیا اور دو درہم کا معمول بن گیا پھر یہ ہمیشہ کا معمول رہا کہ کلام میں کہیں بھی قسم کھالیتے تو درہم کا صدقہ ضرور کرتے۔(عقود الجمان ومناقب موفق ص ۲۴۲)

غیبت سے اجتناب اور ادائے کفارہ واحتساب :

آج غیبت ایک فیشن بن گیا ہے۔علماء ومشائخ کی غیبت' جب لکھے پڑھے یا خود کو علم سے منسوب کرنے والے بھی اس کارِ خیر میں مصروف اور ہمہ تن مشغول ہوجاتے ہیں تو عوام کالانعام سے شکوہ ہی بے جا ہے۔

اُمام اعظمؒ کو غیبت سے نفرت اور وحشت تھی۔اس گناہِ بےلذت سے مجتنب ومحترز رہتے۔ہمیشہ خدا کا شکرادا کرتے اور کہتے کہ الحمد اللہ! اللہ پاک نے میری زبان کو اس نحوست کی آلودگی سے پاک رکھا۔

ایک مرتبہ کسی مخلص نے عرض کیا،حضرت! لوگ آپ کی شان میں بہت کچھ کہہ جاتے ہیں۔ مگر آپ سے ہم نے ان کے بارے میں مذمت کا کوئی لفظ بھی نہیں سنا،فرمانے لگے۔

یہ تو اللہ ہی کا فضل ہے جس کو چاہتے ہیں نوازتے ہیں۔ذالک فضل اللہ یوتیه

من یشاء امام سفیان ثوریؒ سے کسی نے کہا کہ امام اعظمؒ کو میں نے کبھی کسی کی غیبت کرتے نہیں سنا۔ انہوں نے کہا کہ ہاں ابو حنیفہؒ ایسے بیوقوف نہیں کہ اپنے اعمالِ صالحہ کو (غیبت کر کے) آپ ہی برباد کر دیں۔ (سیرت نعمان ص ۶۴)

اس پر مجھے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا مقولہ یاد آیا کتاب اور حوالہ تو یاد نہیں رہا بہر حال بات ان کی ہے فرما رہے تھے غیبت کرنے کی طرح غیبت سننا بھی گناہ ہے۔ کسی نے کہہ دیا حضرت! اگر شیخ یا استاد غیبت شروع کر دے ارشاد فرمایا مجلس سے اٹھ جانا چاہئے جب غیبت کی باتیں ختم ہو جائیں تو پھر حاضر ہونا چاہئے۔ مرشد یا استاد کی مجلس بارانِ رحمت ہے لیکن جب اس میں ژالہ باری شروع ہوتی ہے تو سب اس سے بھاگتے ہیں اور پناہ ڈھونڈتے ہیں۔

مناجاتِ ابو حنیفہؒ :-

یزید بن کمیت کا بیان ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ پر فکرِ آخرت اور خوفِ خدا ہر وقت طاری رہتا تھا۔ ایک مرتبہ علی بن الحسین المؤذن نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۃ'' اذا زلزلت '' کی تلاوت کی۔ ہمارے ساتھ امام اعظم بھی ان کے پیچھے نماز پڑھنے والوں میں سے تھے۔

جب نماز پوری ہوئی اور لوگ چلے گئے تو امام اعظمؒ کو میں نے دیکھا کہ اپنی جگہ بیٹھے ہوئے ہیں گویا فکرِ آخرت میں مراقب ہیں۔ میں نے تھوڑی دیر انتظار کی مگر ابو حنیفہ کے ہمہ پہلو استغراق کی وجہ سے میں نے سوچا کہ وہ میری طرف متوجہ نہ ہو سکیں گے لہٰذا میں چل دیا مگر چراغ چھوڑ دیا جس میں تیل بھی ناکافی اور قلیل تھا۔ جب صبح ہوئی تو میں حسبِ معمول مسجد میں حاضر ہوا دیکھا کہ امام صاحب اللہ کی بارگاہ میں کھڑے اور اپنی داڑھی کو

ہاتھ میں پکڑے ہوئے دعا ابتہال' وتضرع اور بڑی عاجزی کے ساتھ یوں مصروفِ مناجات ہیں۔

اے بارالہا! جوکوئی ذرہ بھر نیکی کرے گا آپ اس کی پوری پوری جزا مرحمت فرمائیں گے اور جس کسی نے بھی ذرہ بھر بھی بدی کی ہوگی آپ اس کی سزا دیں گے۔ اپنے بندۂ ضعیف نعمان کو جہنم کی آگ سے بچایئے اور چھوٹی بڑی ہر برائی سے نجات دلایئے اور اپنی وسعتِ رحمت میں پناہ عطا فرمایئے۔

علی بن حسین نے کہا کہ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے قریب ہوا دیکھا کہ چراغ جل رہا ہے۔ اور امام صاحب بارگاہِ صمدیت میں کھڑے مصروفِ مناجات ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا تم شاید اپنا چراغ اٹھانے آئے ہو میں نے عرض کی حضرت! شب گزر چکی ہے اور میں حسب معمول صبح کی اذان بھی دے چکا ہوں۔ ابوحنیفہؒ سمجھ گئے کہ اس نے میری ساری حالت کا مشاہدہ کرلیا ہے بے اختیار منت اور بڑے الحاح سے فرمانے لگے۔

اُکْتُمْ عَلٰی مَا رَأیتَ — خدارا! جو کیفیت تم نے دیکھی ہے اسے پردہ میں رکھنا۔

اس کے بعد ابوحنیفہؒ سنبھل گئے دو رکعت نماز پڑھ کر مسجد میں بیٹھے رہے حتی کہ نماز کھڑی ہوئی تو انہوں نے بھی ہمارے ساتھ نماز باجماعت ادا کی اور میرا یقین ہے کہ ابوحنیفہؒ نے یہ نمازِ فجر اول لیل (عشاء) کے وضو کے ساتھ ادا فرمائی۔

(وفیات الاعیان ج ۵ ص ۴۱۲ وعقود الجمان ص ۲۲۵ ومناقب موفق ص ۲۱۵)

ابوحنیفہؒ الجھے ہوئے مسئلوں کو توبہ واستغفار سے سلجھا لیتے:

ابوجعفر بلخیؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ کہ مجھے ثقہ راویوں سے یہ بات پہنچی ہے کہ جب امام اعظم ابوحنیفہؒ پر کوئی مسئلہ مشتبہ ہو جاتا اور اس کا حل بظاہر نہ سوجھتا تو اپنے

تلامذہ سے فرماتے یہ مشکل اور علمی مسئلہ کا اشتباہ میرے گناہوں کی وجہ سے پیش آیا ہے تو استغفار شروع کردیتے۔ اکثر معمول یہ تھا کہ ایسی صورت پیش آجانے کے وقت مجلس سے اٹھ جاتے وضو بناتے دو رکعت نمازِ توبہ پڑھتے، پھر کثرت سے استغفار کرتے جس کی برکت سے مسئلہ سلجھ جاتا اور اس کا حل اللہ تعالیٰ ذہن میں ڈال دیتے اور بڑی بشاشت اور مسرت سے فرماتے کہ میں نے اللہ کی بارگاہ میں رجوع کیا، گناہوں سے توبہ کی تو اللہ پاک نے فضل فرمایا، توجہ کی اور مسئلہ حل ہوگیا۔

فضیل بن عیاضؒ کو جب یہ خبر پہنچی تو بے اختیار ان کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ بہت روئے اور ابوحنیفہ کے لئے دعائیں کرتے رہے۔ (عقود الجمان ص ۲۲۸، ۲۲۹)

ہم اس قابل کہاں کہ جنت کی آرزو کریں :

امام اعظم ابوحنیفہؒ ایک دفعہ حسبِ معمول اپنی دکان پر تشریف لے گئے تو خادم نے کپڑوں کے تھان نکال کر سامنے رکھے اور تفاؤل کے طور پر کہا خدا ہم کو جنت دے۔ امام ابوحنیفہؒ پر اس جملہ سے رقت طاری ہوئی اس قدر روئے کہ شانے تر ہوگئے۔ خادم سے فرمایا کہ دکان بند کردو، خود چہرہ پر رومال ڈال کر کسی طرف نکل گئے۔ دوسرے روز جب دکان پر تشریف لائے تو خادم سے فرمایا : بھائی ! ہم اس قابل کہاں کہ جنت کی آرزو کریں یہی بہت ہے کہ عذابِ الٰہی میں گرفتار نہ ہوں۔ (ایضاً ص ۲۲۷)

حضرت عمر فاروقؓ بھی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "قیامت کے روز اگر مجھ سے نہ مواخذہ ہو، نہ انعام ملے تو میں بالکل راضی ہوں"

سقوط العالِم سقوط العالَم :

ایک مرتبہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کسی گلی سے گذر رہے تھے کہ دیکھا ایک چھوٹا بچہ

مٹی اور کیچڑ سے کھیل رہا تھا۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اس کو کیچڑ میں کھیلنے سے منع فرمایا اور کہا دیکھو پیارے! پھسل جاؤ گے ہڈی پسلی ٹوٹ جائے گی۔ تو اس بچے نے امام صاحب کے جواب میں کہا: حضرت! مجھے اپنے پھسلنے کا اندیشہ نہیں کہ میرے گرنے سے میرے جسم کو ضرر پہنچے گا، ایک فرد کا نقصان ہوگا۔ مگر مجھے تو اپنے سے زیادہ آپ کے پھسلنے کا اندیشہ ہے کہ آپ کی لغزش سے ایک جہان کی لغزش ہوگی۔

فان فی سقوط العالِم سقوط العالَم. کہ ایک صالح عالم کے پھسلنے (بے راہ ہونے) سے سارا جہان پھسل جائے گا۔ (درمختار ج اص ۵)

یعنی بے راہ ہو جائے گا۔

خدانخواستہ اگر تم پھسل گئے تو پورے دین اور اہلِ اسلام کا ضرر ہوگا۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ پر چھوٹے بچے کی یہ حکمت بھری نصیحت اثر کر گئی، اسے ہمیشہ کے لئے پلے باندھ لیا اور اپنے تلامذہ سے تاکیداً کہا کرتے تھے۔ دیکھو مسائل، تحقیق و استنباط میں حتی المقدور بھرپور کوشش کرو کہ عالم کی لغزش پورے عالَم کی لغزش ہے۔

دلجمعی اور فراغِ خاطر، افادہ واستفادہ :

ایک شخص نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ فقہ حاصل کرنے میں کیا چیز معین اور مددگار ثابت ہو سکتی ہے؟

فرمایا: ''دلجمعی اور فراغِ خاطر''۔

انہوں نے عرض کیا: دلجمعی کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔

ارشاد فرمایا: تعلقات کم کئے جائیں۔

عرض کیا گیا تعلقات کیونکر کم ہو سکتے ہیں۔

فرمایا : انسان ضروری چیزیں لے لیں اور غیر ضروری چھوڑ دے۔
ایک دفعہ کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ علمِ فقہ سے آپ کیونکر مستفیض ہوئے۔
ارشاد فرمایا :

مَا بَخِلتُ بِالافَادہ وَما استنکفتُ عن الاِستفَادَہ۔
میں نے علم کی اشاعت و تدریس میں کبھی بخل نہیں کیا اور علم حاصل کرنے میں کبھی سُستی و غفلت پہلو تہی اور اعراض و انکار سے کام نہیں لیا۔ (درمختار ج ۱ ص ۵)

عبرت پذیری :

مسعر بن کدامؒ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم امام اعظمؒ کے ساتھ چل رہے تھے کہ اچانک امام صاحب کا پاؤں ایک لڑکے کے پاؤں پر آ گیا جسے امام ابو حنیفہؒ نے نہیں دیکھا تھا۔ لڑکا چیخ اٹھا اور کہا :

یَا شَیخ أما تخافُ القِصَاص یوم القِیَامَہ۔
اے محترم! کیا تم قیامت کے روز خدا کے انتقام سے نہیں ڈرتے

امام اعظمؒ نے لڑکے یہ بات سنی تو غش کھا کر گر گئے۔ مسعر کہتے ہیں میں نے سنبھال دیا، کچھ دیر بعد ہوش میں آئے تو میں نے عرض کیا۔ ایک لڑکے کی بات پر اس قدر دل گرفتگی اور بے قراری کی شدت کیوں بڑھ گئی۔ امام اعظمؒ نے فرمایا:
اَخافُ انہٗ لَقِنَ ۔ (عقود الجمان ص ۲۲۹) کیا عجب کہ اس کی آواز غیبی ہدایت ہو۔

امام ابو حنیفہؒ کی خلوت وجلوت یکساں تھی :

داؤد طائیؒ کہتے ہیں کہ میں بیس سال تک امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں رہا پس

اس مدت میں میں نے ان کو خلوت اور جلوت میں ننگے سر اور پاؤں لمبے کئے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک دفعہ میں نے امام صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ :

اے امامِ محترم! اگر آپ خلوت میں پاؤں دراز کرلیا کریں تو کیا مضائقہ ہے۔

فرمایا: خلوت میں ادب کو ملحوظ رکھنا بہ نسبت جلوت کے بہتر اور زیادہ اولیٰ ہے۔

(حدائق الحنفیہؒ ص ۷۲)

سو بار اللہ تعالیٰ کی زیارت وملاقات اور نجات اُخروی کی جامع دعا :

امام اعظم ابوحنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ننانوے (۹۹) مرتبہ خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی اب کے بار دل میں سوچا کہ اگر ایک دفعہ اور بھی خدا تعالیٰ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوجائے تو باری تعالیٰ سے دریافت کروں گا کہ روزِ قیامت تیری گرفت اور عذاب سے کس ذریعہ سے نجات حاصل ہو سکے گی۔ سو خدا کا فضل ہوا کہ ایک مرتبہ پھر خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوگئی تو میں نے مندرجہ بالا درخواست عرض کردی۔ جواب میں ارشاد ہوا جس نے صبح وشام یہ وظیفہ پڑھا اس کو میرے عذاب سے آخرت میں نجات مل جائے گا۔

سبحان الله الأبد الابد سبحان الله الواحد الأحد
سبحان اللهِ الفرد الصمد سبحان الله رافع السماءِ بغير عمد
سبحان من بسط الارض علىٰ ماء جمد سبحان من قسّم الرزق ولم ينس احد
سبحان من حلق الارض فاحصاهم عدد سبحان من لم يتخذ زوجة ولا ولد
سبحان الذى لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفواً اَحد

(عقود الجمان ص ۳۶۵)

مستجاب الدعوۃ ہونے کی دعا :

لکھا ہے کہ ایک عازمِ حج بیت اللہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ مسئلہ دریافت کیا کہ مشاہدۂ بیت اللہ کے اولین مرحلہ میں کونسی دعا پڑھنی چاہئے کیونکہ علماء فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کے مشاہدہ کے وقت اول نظر پڑتے ہی جو دعا پڑھی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ امام اعظمؒ نے فرمایا :

بان یدعوا اللہ عند مشاھد البیت باستجابة دعائه فان استجیبت هذه الدعوة صار مستجاب الدعوة

کہ مشاہدۂ بیت اللہ کے اولین مرحلہ پر اپنے ''مستجاب الدعوۃ'' ہونے کی دعا کرے اگر یہ دعا قبول ہوگئی تو پھر کوئی دعا بھی ایسی باقی نہ رہے گی جو قبول نہ ہو۔

(البحرالرائق کتاب الحج ج ۲ ص ۳۲۶)

شکر و امتنان کا اہتمام :

زیاد بن حسنؒ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں ایک رومال بطور تحفہ بھیجا جس کی قیمت تین درہم تھی امام اعظمؒ نے میرا بھیجا ہوا ہدیہ تو قبول فرمایا۔ اس سے میری حوصلہ افزائی اور دلجوئی ہوئی مگر اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے میرے پاس ''خز'' کے کپڑے کا ایک ایسا گراں قدر ٹکڑا بھیجا جس کی قیمت پچاس درہم تھی۔ (عقود الجمان ص ۲۳۶ ومناقب موفق ص ۲۳۷)

ائمہ مجتہدین کا مقام قرب وولایت :

ذیل میں اربابِ بصیرت اور علمی ذوق رکھنے والے اہلِ علم حضرات کے لئے بطورِ علمی تفکہ کے فقہاءِ مجتہدین اور امام اعظم کے بعض اہم فضائل بلکہ ام الفضائل کا تذکرہ حضرت العلاّمہ مفتی عطا محمد صاحب مدظلہٗ (چودھواں) کی توجہ دلانے پر ان کے شکریہ کے

ساتھ درج کر دیا جاتا ہے۔

(۱) مجتہدین کا اکمل اولیاء اللہ سے ہونا اور صاحب کشفِ سری ہونا' جب کہ علامہ شعرانیؒ نے مقدمہ میزانِ کبریٰ میں مفصل تحریر کیا ہے اور مقرر عند اہلِ الکشف ہے کہ اعلیٰ کشوف میں سے کشفِ وجدانی ہے یعنی وجدانِ صحیح، جس کا خاصہ ہے ''اصابت رائے کا'' چنانچہ حضراتِ صحابۂ کرامؓ جبکہ وہ اربابِ وجدانِ صحیح تھے۔ تو ان کو لسانِ نبوت سے اصحابی کالنجوم بایهم إقتديتم اهتديتم کی سند ملی اور اسی بناء پر علامہ شعرانی مقدمۂ میزان میں عقیدہ "کل مجتهد مصيب" (يعنى فى حكم الشرع) کو مدلل کرتے ہیں۔

(۲) حکمِ مظنون للمجتهد معلوم قطعی ہے۔ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی حاشیۂ بیضاوی میں ذیل آیۃ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کے فرماتے ہیں۔ الحكم المظنون للمجتهدين يجب العمل به للدليل القاطع اعنى الاجماع و كل عمل يجب العمل به قطعا علم قطعا انه حكم الله تعالىٰ والا لم يجب العمل به قطعا و كل ما علم قطعا انه حكم الله تعالىٰ فهو معلوم قطعا فالحكم المظنون للمجتهد معلوم قطعا. (كذافى شرح المنهاج ص ۵۲۷)

امام ابوحنیفہؒ کا نذرانہ عقیدت بارگاہ رسالت میں :

ذیل میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے عربی اشعار جو بارگاہِ رسالت میں بطور ہدیہ عقیدت کے پیش کیے گئے ہیں، نقل کر دیئے جاتے ہیں کہ احسانی کیفیات میں عشق رسول ہی سب سے بڑی دولت ہے۔ جس سے امام اعظمؒ کو قدرت نے مالا مال کر دیا تھا۔

۱ يَا سَيِّدَ السَّادَاتِ جِئْتُكَ قَاصِدًا اَرْجُوا رِضَاكَ وَاحْتَمِىْ بِحِمَاكَ

۲ وَ اللهِ يَا خَيْرَ الخَلائِقِ اِنَّ لِى قَلْبًا مَشُوْقًا لَا يَرُوْمُ سِوَاكَ

۳ اَنتَ الَّذِی لَو لاکَ مَا خُلِقَ امرُءٌ کَلَّا وَلاَ خُلِقَ الوَرٰی لَو لاکَ
۴ اَنتَ الَّذِی لَمَّا تَوَسَّلَ اٰدَمُ مِن زَلَّةٍ بِکَ فَازَ وَ هُو اَبَاکَ
۵ وَ بِکَ الخَلِیلُ دَعَا فَعَادَت نَارُهٗ بَرْداً وَّقَدْ خَمَدَتْ بِنُورِ سَنَاکَ
۶ وَ دَعَاکَ اَیُّوبُ لِضُرٍّ مَسَّهٗ فَاُزِیلَ عَنهُ الضُّرُّ حِینَ دَعَاکَ
۷ وَبِکَ المَسِیحُ اَتیٰ بَشِیراً مُّخبِراً بِصِفَاتِ حُسنِکَ مَادِحاً لِعُلاکَ
۸ وَکَذَاکَ مُوسیٰ لَم یَزَلْ مُتَوَسِّلاً بِکَ فِی القِیٰمَةِ مُحتَمِیٌ بِحِمَاکَ
۹ وَهُودٌ وَّ یُونُسُ مِن بَهَاکَ تَجَمَّلاً وَجَمَالُ یُوسُفَ مِن ضِیَاءِ سَنَاکَ
۱۰ قَد فُقتَ یَا طٰهٰ جَمِیعَ الانبِیَآءِ طُرّاً فَسُبحٰنَ الَّذِی اَسرَاکَ
۱۱ واللهِ یَا یٰسِینُ مِثلُکَ لَم یَکُنْ فِی العٰلَمِینَ وَ حَقِّ مَنْ اَنبَاکَ
۱۲ عَن وَّصفِکَ الشُّعَرَآءُ یَا مُدَّثِّرُ عَجَزُوْا وَ کَلُّوْا مِن صِفَاتِ عُلاکَ
۱۳ بِکَ لِی قُلَیبٌ مُغرَمٌ یَا سَیِّدِی وَ حُشَاشَةٌ مَحشُوَّةٌ بِهَوَاکَ
۱۴ یَا اَکرَمَ الثَّقَلَینِ یَا کَنزَ الوَرٰی جُدلِی بِجُودِکَ وَارضِنِی بِرِضَاکَ
۱۵ اَنَا طَامِعٌ بِالجُودِ مِنکَ وَلَمْ یَکُنْ لِاَبِی حَنِیفَةَ فِی الاَنَامِ سِوَاکَ
۱۶ صَلّٰی عَلَیکَ اللهُ یَا عَلَمَ الهُدیٰ مَا حَنَّ مُشتَاقٌ اِلٰی مَثوَاکَ

۱:۔ اے سرداروں کے سردار! میں آپؐ کے حضور آیا ہوں آپ کی خوشنودی کا امیدوار آپ کی پناہ کا طلب گار۔

۲:۔ اللہ کی قسم اے بہترینِ خلائق! میرا دل آپؐ کی محبت سے لبریز ہے۔ وہ آپ کے سوا کسی کا طالب نہیں۔

۳:۔ آپؐ اگر نہ ہوتے تو پھر کوئی شخص ہرگز پیدا نہ کیا جاتا۔ اور اگر آپؐ مقصود نہ ہوتے تو یہ مخلوقات پیدا نہ ہوتیں۔

۴:۔ آپؐ وہ ہیں کہ جب حضرت آدمؑ نے آپؐ کا توسّل اختیار کیا اپنی لغزش پر تو کامیاب ہوئے حالانکہ وہ آپؐ کے جدِّ بزرگوار ہیں۔

۵:۔ اور آپؐ ہی کے وسیلے سے حضرت ابراہیم خلیلؑ اللہ نے دُعا کی تو ان کی آگ سرد ہوگئی۔ اور آگ آپؐ کے نور کی برکت سے بُجھ گئی۔

۶:۔ اور حضرت ایوبؑ نے اپنی بیماری میں آپؐ کے وسیلے سے دُعا کی تو ان کی دُعا قبول ہوئی اور بیماری دُور ہوگئی۔

۷:۔ اور آپؐ ہی کے ظہور کی خوشخبری لے کر حضرت مسیحؑ آئے انہوں نے آپؐ کے حُسن و جمال کی مدح وثنا کی اور آپؐ کے رتبۂ بلند کی خبر دی۔

۸:۔ اور اسی طرح حضرت موسیٰؑ بھی آپؐ کا وسیلہ اختیار کئے رہے اور قیامت میں بھی آپؐ ہی کی حمایت کے طالب رہیں گے۔

۹:۔ اور حضرت ہودؑ اور حضرت یونسؑ نے بھی آپؐ ہی کے حسن سے زینت پائی اور حضرت یوسفؑ کا جمال بھی آپؐ ہی کے جمالِ باصفا کا پرتو تھا۔

۱۰:۔ اے طٰہٰ لقب! آپؐ کو تمام انبیاء پر برتری حاصل ہوئی۔ پاک ہے وہ جس نے ایک رات اپنے ملکوت کی سیر کرائی۔

۱۱:۔ خدا کی قسم اے یٰسین لقب! آپؐ جیسا تو تمام مخلوق میں نہ کوئی ہوا ہے نہ ہوگا۔ قسم ہے اُسی کی جس نے آپؐ کو سر بلند کیا۔

۱۲:۔ اے کملی والے! آپؐ کے اوصافِ جمیلہ بیان کرنے سے بڑے بڑے شعراء عاجز رہ گئے۔ آپؐ کے اوصافِ عالیہ کے سامنے زبانیں بند ہو جاتی ہیں۔

۱۳:۔ میرے سرکار! میرا حقیر دل آپؐ ہی کا شیدا ہے اور میرے اندر تو آپؐ ہی کی محبت بھری ہوئی ہے۔

۱۴:۔ اے تمام موجودات سے بزرگ و برتر، اے حاصلِ کائنات! مجھے اپنی بخشش و عطا سے نوازیئے اور اپنی خوشنودی کی مسرت بخشئے۔

۱۵:۔ میں آپؐ کے جود و کرم کا دل سے طلبگار ہوں کہ اس جہان میں ابوحنیفہؒ کے لئے آپؐ کے سوا کوئی نہیں ہے۔

۱۶:۔ اے ہدایت کے علمِ سربلند! مشتاقانِ زیارت کے شوقِ بے حد کے مطابق قیامت تک اللہ کا درود سلام آپؐ پر نازل ہوتا رہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

باب 3
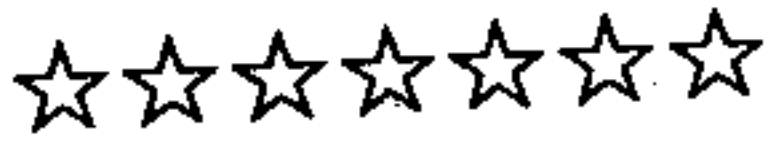
زہد وقناعت' کسبِ حلال' حزم واحتیاط

سخاوت وایثار' اور قیامت کا استحضار!

امام ابوحنیفہؒ نے بادشاہ کا نذرانہ ٹھکرادیا:

عباسیوں کے دوسرے خلیفہ ابوجعفر منصور نے ایک دفعہ حضرت امام بوحنیفہؒ کے پاس رقم کا ایک گراں قدر عطیہ بھیجا۔ مگر حضرت امام صاحبؒ نے لینے سے انکار کر دیا مشورہ دینے والوں نے مشورہ دیا۔ خلیفہ منصور سے لے لیجئے اور

تصدق بھا لے کر خیرات کردیجئے

ناصحینِ مخلصین کے جواب میں حضرت امام ابوحنیفہؒ نے جو ارشاد فرمایا وہ یہ تھا کہ

او عندھم شیٔ حلال؟ کیا ان لوگوں کے پاس حلال بھی کچھ ہے؟ کیا

او عندھم شیٔ حلال؟ ان لوگوں کے پاس حلال بھی کچھ ہے؟

اس کا پس منظر یہ تھا کہ جب ابوحنیفہؒ نے عہدۂ قضا کے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو خلیفہ منصور نے امام صاحبؒ کو ننگا کر کے تیس کوڑے لگوائے جب عوامی ردعمل کی شدت دیکھی تو ہر کوڑے کے بدلے ہزار درہم کے حساب سے دراہم کا ہدیہ پیش کیا مگر ابوحنیفہؒ نے ٹھکرادیا۔

(مناقب موفق ص ۱۹۲)

مشتبہ کھانے سے اجتناب :

ایک دفعہ لوٹ کی بکری اہلِ کوفہ کے بکریوں میں شامل ہوگئی جس کا امتیاز نہ کیا جا سکا۔ اور وہ ریوڑ سے علیحدہ کر کے اپنے مالکان کے حوالے نہ کی جا سکی۔ اب اندیشہ تھا کہ ممکن ہے کہ کبھی قصاب اس بکری کو بھی خرید کر بازار میں اس کا گوشت فروخت کریں۔ اس طرح لوٹ کی بکری کا گوشت لوگوں کو کھلا دیں۔ چنانچہ اس گوشت کے کھانے سے بچنے کی فکر دامنگیر ہوئی۔ امام ابوحنیفہؒ نے لوگوں سے پوچھا کہ ایک بکری کتنی مدت تک زندہ رہ سکتی ہے۔ انہوں نے کہا سات سال تک تو آپ نے سات سال تک اہلِ کوفہ سے بازار کا گوشت خرید کر کھانا ترک کر دیا۔

(ریاض اخبار المنتخبہ من ربیع الابرار بحوالہ حدائق الحنفیہ ص ۷۲ وعقود الجمان ص ۲۲۴)

امام ابوحنیفہؒ کے دو پسندیدہ شعر :

بنی امیہ کے طاغیہ حجاج بن یوسف اور عباسیوں کے طاغیہ ابومسلم خراسانی کی طغیانیوں، سرکشیوں، مظالم اور بے رحمیوں کے خونیں مناظر، کھلے ہوئے جیل خانوں کی آہ و بکا اور شور و ہنگامہ کے ہیبت ناک تصور سے اچھے اچھوں کے ارادے پست ہو جاتے تھے۔ خدا جانے کتنے شیر بیشۂ آزادی و حریت کو خوف و ہراس اور طمع و لالچ نے روباہ مزاجی پر مجبور کر دیا تھا۔ مگر امام اعظم ابوحنیفہؒ حکومت سے مستغنی اور بے نیاز رہے۔ اور اس زمانہ میں کثرت سے یہ دو شعر پڑھا کرتے تھے ....

عَطَاءُ ذِی الْعَرْشِ خَیْرٌ مِنْ عَطَائِکُمْ وَ سَیْبُہٗ وَاسِعٌ یُرْجٰی وَ یُنْتَظَرُ
وَاَنْتُمْ یُکَدِّرُ مَا تُعْطُوْنَ مَنُّکُمْ وَ اللّٰہُ یُعْطِیْ بِلَا مَنٍّ وَ لَا کَدَرٍ

(مناقب موفق ص ۳۴۴)

ترجمہ: عرش والے کی داد اور بخشش تمہاری داد و دہش سے بہتر ہے اس کا ابرِ کرم

بہت فراخ ہے جس سے امیدیں وابستہ ہیں۔ اور جس کے سب منتظر ہیں مگر (حکمرانو) تم لوگ جو کچھ دیتے ہو اس کو گدلا کر کے دیتے ہو تمہاری بخشش کو تمہارا احسان جتانا مکدر کر دیتا ہے اور حق تعالیٰ جب دیتے ہیں تو اس کے احسان میں نہ جتلانے کی اذیت ہوتی ہے اور نہ کدورت۔ (دفاع ابوحنیفہ ص ۲۲۳)

حاسدین کا جواب :

جو شخصیت جس قدر با کمال اور مقبول عند اللہ ہوتی ہے اسی تناسب سے اس کے حاسدوں کی تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے۔ جو درخت پھل دار ہوتا ہے پتھر بھی اسے مارے جاتے ہیں۔ **لا یرمیٰ شجر الاذو ثمر .**

خود امام صاحبؒ کی زندگی میں جب معاندین و حاسدین کی طرف سے آپ کو رنج پہنچتا تو یہ شعر پڑھا کرتے ....

ان یحسدونی فانی غیر لائمهم قبلی من الناس اهل الفضل قد حسدوا

فدام لی و لهم ما بی و ما بهم و مات اکثرنا غیظاً بما یجدوا

(عقود الجمان ص ۳۹۸ و تاریخ بغداد)

ترجمہ:۔ اگر لوگ مجھ پر حسد کرتے ہیں تو کریں میں ان کو ملامت نہیں کروں گا۔ کیونکہ اہلِ فضل پر مجھ سے پہلے بھی لوگ حسد کرتے آئے ہیں۔ میرا اور ان کا یہی شیوہ رہا ہے وہ اپنے حال پر قائم رہیں اور میں اپنے حال پر اور ہم سے اکثر لوگ حسد کر کر کے مر گئے ہیں۔

امام یحیٰ بن معین کی حقیقت پسندی :

یہاں پر یہ نامناسب نہ ہوگا۔ کہ ہم حضرت یحیٰ بنؒ معین کے گنگنائے ہوئے اشعار بھی نقل کر دیں کہ جب کوئی شخص ان کے سامنے حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے حسد و

عداوت کی وجہ سے ان کی شان میں گستاخی کرتا یا برائی کے ساتھ ان کا ذکر کرتا تو امام یحیٰ فرمایا کرتے۔

حَسَدُوا الْفَتٰى اِذَالَمْ يَنَالُوا فَضْلَهٗ فَالْقَوْمُ اَعْدَاءٌ لَهٗ وَ خُصُوْمٌ

لوگوں نے اس نوجوان (ابوحنیفہ) سے حسد کیا جب کہ اس کے رتبہ کو نہ پہنچ سکے سو قوم ان کی مخالف اور دشمن بنی ہوئی ہے۔

كَضَرَائِرِ الْحَسْنَاءِ قُلْنَ لِوَجْهِهَا حسداً و بغياً اَنَّها لَدَمِيْمٌ

(ذیل الجواہر ج ۲ ص ۴۶۸)

جس طرح خوبرو عورت کی سوکنیں اس کے چہرے کو دیکھ کر حسد اور زیادتی کرتی ہوئی یہ کہتی ہیں کہ وہ تو بدصورت ہے۔

ہزار جوتوں کا تحفہ اور تقسیم:

علی بن جعد سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ کسی حاجی صاحبؒ نے امام صاحب کی خدمت میں جوتوں کے ایک ہزار جوڑوں کا ہدیہ بھیجا۔ امام اعظمؒ نے انہیں قبول تو فرمالیا مگر اپنے مشائخ، علماء، تلامذہ اور محبین و مخلصین اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیئے۔ دو ایک روز بعد امام صاحب کو اپنے بیٹے کے لئے جب جوتے خریدنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور بازار تشریف لے جانے لگے تاکہ اپنے بیٹے کے لئے جوتا خریدیں تو امام صاحبؒ کے مشہور بصری شاگرد یوسف بن خالد سمتی نے عرض کیا حضرت! آپ کی خدمت میں تو کل جو ایک ہزار جوتوں کا ہدیہ بھیجا گیا تھا اس کے ہوتے ہوئے پھر نئے جوتے لینے کی کیا ضرورت پڑی۔ فرمانے لگے۔

بھائی! ان جوتوں میں ایک جوڑا بھی میری ذات کے لئے نہیں لیا گیا اور نہ ہی میرے گھر بھیجا گیا بلکہ گھر جانے سے پہلے پہلے میں نے انہیں اپنے رفقاء، علماء اور تلامذہ

میں تقسیم کر دیا۔ (عقود الجمان ص ۲۳۶ و مناقب موفق ص ۲۳۷)

باہمی مروت کے فقدان پر اظہار افسوس :

عبداللہ بن بکر سہمی سے روایت ہے کہ مکہ کے راستے میں میرے رفیقِ سفر جمّال (اونٹ پر بار برداری اور سواری کا کام کرنے والے) نے میرے ساتھ کچھ رقم کے بارے میں تنازعہ کیا۔ بات بڑھ گئی تو وہ مجھے امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں کھینچ کر لے گئے جب انہوں نے ہم سے مقدمہ کی نوعیت دریافت کی تو ہم نے اصل مقدارِ رقم میں اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے تو امام صاحب ششدر ہو کر فرمانے لگے۔ بھائی! کتنی رقم ہے جس میں تم لوگ اس قدر تنازعہ کر رہے ہو۔ میرے ساتھی جمال نے عرض کیا ''چالیس درہم''!

امام صاحب نے فرمانے لگے ''عجیب بات ہے لوگوں میں باہمی اخوت اور مساوات ختم ہو چکے ہیں۔

مجھے تو ابوحنیفہؒ کے اس ارشاد سے بے حد شرمندگی ہوئی۔ مگر امام صاحبؒ نے اپنی جیب خاص سے چالیس درہم نکال کر جمّال کے حوالے کر دیئے، اور اس طرح اُن کے جود و سخا اور لطف و عنایت سے تنازعہ ختم ہو گیا۔ (عقود الجمان ص ۲۳۷ و موفق ص ۲۳۸)

ابرہیم کا قرضہ تنہا میں ہی ادا کروں گا :

ایک مرتبہ مشہور امام ابراہیم بن عینیہ لوگوں کے قرضوں کی وجہ سے گرفتار کر کے جیل بھیج دیئے گئے۔ امام اعظمؒ کو ان کے محبوس ہونے کی خبر پہنچی تو بے حد رنجیدہ ہوئے اور ان کی متعلقین سے دریافت کیا کہ ان کے ذمہ کتنا قرض ہے۔ بتایا گیا کہ چار ہزار درہم سے بھی زیادہ ہیں۔ امام صاحب نے پوچھا تو کیا اس کو آزاد کرانے اور اس کا قرضہ چکانے کے لئے کسی اور سے بھی قرض رقم لی گئی ہے۔ جب جواب مثبت ملا تو فرمایا سب کو رقم واپس

کردو۔ ابراہیم کا سارا قرضہ تنہا میں ہی ادا کروں گا۔ چنانچہ سب کے قرضے واپس کردیئے گئے اور امام صاحب نے تنہا ان کی ساری رقم ادا کردی۔ (عقود الجمان ص ۲۳۷ وموفق ص ۲۴۰)

دروازے پر تھیلی پڑی ہوئی ہے یہ تمہارے ہی لئے ہے:

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی "مجلس البرکۃ" کا ذکر، تذکرہ وسوانح کی متعدد کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ ذیل میں اسی سلسلہ کا ایک واقعہ، جسے امام اعظمؒ کے اکثر سوانح نگاروں نے لکھا ہے، درج کیا جاتا ہے۔ جس سے امام ابوحنیفہؒ کی قیام گاہ کے "مجلس البرکۃ" کے نام سے مشہور ہونے کی وجہ بھی معلوم ہوجاتی ہے۔

لکھا ہے کہ کوفہ میں ایک صاحب بڑے خوشحال تھے۔ مگر ایام بدلے اور بیچارے زمانے کی گردش میں مبتلا ہو گئے۔ فقر و تنگ دستی کا دور آیا۔ مگر تھے بڑے غیرت اور حمیت والے جس طرح بھی گزر رہی تھی گزار رہے تھے۔ اتفاق سے ایک روز اس کی چھوٹی بچی تازہ ککڑیوں کو دیکھ کر چلاتی ہو گھر آئی۔ ماں سے ککڑی لینے کے لئے پیسے مانگے مگر افلاس تھا ماں بچی کی مراد کب پوری کرسکتی تھی۔ بچی بلبلا رہی تھی اس کا باپ بیٹھا تماشہ دیکھ رہا تھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور امام اعظم ابوحنیفہؒ سے امداد حاصل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ مجلس البرکۃ میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا کہ مجلس البرکۃ امام ابوحنیفہؒ کی مجلس کا نام تھا۔ لیکن جس نے کبھی بھی کسی سے کچھ نہیں مانگا تھا آج بھی اس کی زبان نہ کھل سکی۔ حیاو شرم اور حمیت مانع رہی آخر بے چارہ یوں ہی اٹھ کر چلا گیا۔

لکھا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اس کے چہرے سے اس کو تاڑ لیا تھا کہ اسے کوئی حاجت ہے مگر شرافت اس کے اظہار سے مانع ہے۔ جب وہ شخص گھر چلا تو امام ابوحنیفہؒ بھی چپکے سے اس کے پیچھے ہولئے جس گھر میں وہ داخل ہوا اس کو خوب پہچان لیا۔ رات آئی اور جب کافی بیت گئی تو امام ابوحنیفہؒ اپنی آستین میں پانچ سو درہم کی تھیلی دبائے

اس صاحب حاجت کے دروازہ پر پہنچ گئے، کنڈی کھٹ کھٹائی جب وہ قریب آیا تو ابوحنیفہؒ نے جلدی سے وہ تھیلی اس کے دروازے کی چوکھٹ پر رکھ دی اور خود اندھیرے میں الٹے پاؤں یہ کہتے ہوئے واپس لوٹے۔

"دیکھو تمہارے دروازہ پر تھیلی پڑی ہوئی ہے یہ تمہارے ہی لئے ہے"

اس نے اندر جا کر تھیلی کھولی تو اس کے اندر ایک پرزہ پایا جس پر لکھا ہوا تھا۔

هذا المقدار قد جاء به ابو حنيفه اليک من وجه حلال فليفرغ بالا (الموفق ص ۲۴۴)

ابوحنیفہؒ یہ رقم لے کر تیرے پاس آیا تھا یہ حلال ذریعہ سے حاصل کی گئی ہے چاہئے کہ اس سے اپنے قلب کی فراغت میں کام لو۔

ایک شبہ کا جواب:

شاید کوئی یہ شبہ کرے کہ جب ظہور سے اخفاء اولیٰ ہے۔ یا ابوحنیفہؒ ایسے معاملات میں اپنے کو ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے۔ تو پھر یہ پرزہ تھیلی میں کیوں ڈالا۔ لکھنے والوں نے یہاں بہت سی توجیہات لکھی ہیں۔ مگر بات ظاہر ہے کہ ہر قسم کے مال میں بیسیوں احتمالات ہو سکتے تھے اور ان احتمالات کی وجہ سے ممکن تھا کہ بے چارہ خرچ کرنے سے ہچکچاتا یا خرچ کرنے کے بعد دل میں طرح طرح کے وسوسے آتے رہتے۔ کہ کون دے گیا تھا؟ کیوں دے گیا؟ کوئی دھوکہ تو نہیں دینا چاہتا۔ کوئی کسی الزام میں گرفتار کرانا چاہتا ہوگا۔؟ مگر اس پرزے کے بعد یقیناً اس کو اطمینان ہو گیا ہوگا۔ یا آئندہ کے لئے اس کو بتانا مقصود تھا کہ تم حاجت لے کر آؤ گے تو یہاں سے بھی نقدی ضرور پاؤ گے۔

قناعت و توکل اور استغناء:

ابوجعفر منصور عباسی خلیفہ نے جب امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں مسلسل

سینکڑوں کے تحائف وہدایا اور نذرانے پیش کئے اور امام صاحبؒ نے بڑی بے نیازی سے ٹھکرا دیئے تو ابوجعفر منصور نے امام صاحب سے گاہے گاہے دربار میں آنے اور ملاقات کا موقع بخشنے کی درخواست کی۔ جواب میں امام ابوحنیفہؒ نے ان کے دربار میں بھی وہی اشعار دہرائے جو والئی کوفہ عیسیٰ بن موسیٰ کے دربارے میں کہے تھے ....

کسرۃُ خبز و کعب ماء — و فرو ثوبٍ مع السلامہ

خیر من العیش فی نعیم — یکون بعدھا الملامہ

(عقود الجمان ص۳۰۶ ومناقب موفق ص۳۵۲)

ترجمہ:۔ کھانے کے لئے روٹی کا ٹکڑا اور پینے کے لئے پانی کا پیالہ اور تن ڈھانپنے کے لئے موٹا جھوٹا کپڑا مل جائے اور ایمان کی سلامتی اور عافیت حاصل رہے تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ عیش وعشرت میں زندگی گزاری جائے اور بعد اس کے ملامت وندامت ہو۔

فارسی میں ضیاء گیلانی نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

کوزۂ آب پارۂ نانے — جامہ چند با تن و جانے

ہست بہتر ہزار بار زعیش — کآورد عاقبت پشیمانے

(امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی)

بیس دینار کے دو کپڑے اور ایک دینار کی نقدی:

ایک مرتبہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں ایک نوجوان حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت! مجھے دو اچھے کپڑوں کی ضرورت ہے۔ کیا ہی بہتر ہوتا کہ آپ میرے ساتھ احسان فرماتے ہوئے از روئے مروت وہمدردی میری مدد فرماتے، مجھے نکاح اور شادی کا مسئلہ درپیش ہے میں چاہتا ہوں کہ اس موقع پر اچھا جوڑا پہن لوں تا کہ سسرال میں کچھ عزت بن سکے۔

امام اعظمؒ نے فرمایا؟ بھائی دو ہفتے صبر کرو۔ چنانچہ دو ہفتوں کے بعد جب وہ شخص دوبارہ حاضرِ خدمت ہوا تو امام صاحب نے اس نوجوان کو دو قیمتی کپڑے عنایت فرمائے جن کی اس زمانے میں بیس دینار قیمت تھی اور اس کے ساتھ ایک دینار نقد رقم کا عطیہ بھی مرحمت فرمایا۔

نوجوان خلافِ توقع اس قدر قیمتی سوغات اور نقدی کو دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ امام صاحبؒ بھی اس کی حیرت کو سمجھ گئے اور فرمایا۔

یہ کوئی تعجب کی بات نہیں یہ تو تمہاری اپنی رقم ہے تمہارا اپنا مال ہے۔ ہوا یوں کہ میں نے اپنی طرف سے کچھ سامان تمہارے نام سے اپنے سامانِ تجارت میں بغداد بھیج دیا۔ چنانچہ وہ فروخت ہو گیا جس کے منافع میں آپ کے لئے یہ بیس دینار کے دو کپڑے لے لئے گئے اور ایک دینار کے رقم کی نقدی بھی بچ گئی۔ اور مجھے اپنا اصل راس المال بھی واپس موصول ہو گیا ہے۔

لیجئے بھائی ! اگر آپ اسے قبول کر لیں گے۔ تو فبہا ورنہ میں ان کپڑوں کو بیچ دوں گا اور تمہاری طرف سے اس کی رقم اور ایک دینار کا صدقہ کر دوں گا۔

(عقود الجمان ص ۲۳۸ و مناقب موفق ص ۲۴۱).

قاضی ابن ابی لیلیٰ کی چھ غلطیاں، اطاعتِ حکم اور امانت کی ایک مثال :

محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ کوفہ میں منصبِ قضا پر تیس برس تک فائز رہے۔ بعض اوقات حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ بطور اظہارِ حق ان کے فیصلوں میں اصلاح طلب امور کی نشان دہی فرما دیتے تھے۔ مذکورہ قاضی صاحب کی عدالت اور فیصلے مسجد میں ہوا کرتے تھے۔ ایک روز قاضی صاحب مجلسِ قضاء سے فارغ ہو کر اٹھے تو جاتے ہوئے راستہ میں دیکھا کہ ایک عورت کسی شخص سے لڑ جھگڑ رہی ہے اور آپ نے سنا کہ اس عورت نے اسے یوں گالی دی۔

یا ابن زانین — اے زانی مرد اور زانیہ عورت کے بیٹے

قاضی صاحب نے حکم دیا کہ اس عورت کو گرفتار کر لیا جائے خود واپس لوٹے مسجد میں تشریف لائے فیصلہ دیا کہ اس عورت کو کھڑا کر کے حدِ قذف (اسی کوڑے) لگائی جائے اور اسے دو حدوں کے درّے (۱۶۰ کوڑے) مارے جائیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کو اس واقعہ کی تفصیلات معلوم ہوئی تو ارشاد فرمایا کہ قاضی صاحب نے فیصلہ میں چھ غلطیاں کی ہیں۔

اول:۔ یہ کہ انہوں نے مجلسِ قضا سے فارغ ہونے اور اٹھ جانے کے بعد فیصلہ دیا۔

دوم:۔ یہ کہ مسجد کے اندر حد جاری کی حالانکہ مسجد میں حد جاری کرنا ممنوع ہے۔

سوم:۔ یہ کہ عورت کو کھڑا کر کے حد لگانے کا حکم دیا حالانکہ عورت کو بٹھا کر حد لگانے کا حکم ہے۔

چہارم:۔ یہ کہ قاضی صاحب نے دو حدیں لگانے کا حکم دیا حالانکہ ایک لفظ سے ایک ہی حد لازم ہونی چاہئے تھی۔

پنجم:۔ یہ کہ قاضی صاحب نے دو حدیں اکٹھی لگائیں اگر بالفرض کسی پر دو حدیں لازم بھی ہوں تو ایک ساتھ نفاذ کے بجائے اس پر ایک حد کے اثرات ختم ہونے کے بعد دوسری حد لگائی جاتی ہے۔

ششم:۔ یہ کہ حدِ قذف میں مقذوف کی طرف سے قاذف پر دعویٰ شرط ہے اور مذکورہ صورت میں جب مقذوف شخص (جسے گالی دی گئی تھی) اس نے حدِ قذف کے مطالبہ کے لئے دعویٰ ہی نہیں کیا تو قاضی صاحب کو از خود مقدمہ قائم کرنے کا کیا اختیار تھا۔

قاضی صاحب کو اطلاع پہنچی تو سخت برہم ہوئے اور گورنر تک سے شکایت کر دی

چنانچہ گورنر نے حضرت امام اعظمؒ کو فتویٰ دینے سے منع کر دیا۔ چونکہ فتویٰ دینا فرضِ کفایہ ہے اور کوفہ میں دسیوں علماء اور بھی موجود تھے، اس لئے حاکمِ وقت کے حکم کی امام صاحب نے تعمیل فرمائی۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ گھر میں بیٹھے تھے کہ اپنی بیٹی نے ایک مسئلہ دریافت کیا کہ آج روزہ سے ہوں دانت سے خون نکلا اور تھوک میں مل کر حلق سے اتر گیا تو روزے کے متعلق کیا حکم ہے ؟

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا :

جانِ پدر ! اپنے بھائی حماد سے اس کا حکم پوچھ لو میں تو فتویٰ دینے سے منع کر دیا گیا ہوں۔ مورخ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ اطاعتِ حکم اور امانت کی مثال اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے۔ بعد میں جب خود گورنر کو بعض مشکل فقہی مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کی طرف رجوع کا احتیاج ہوا تو انہوں نے ممانعتِ فتویٰ کا حکم بھی واپس لے لیا۔

(حدائق الحنفیہ ص۲۷ ومناقب موفق ص۱۷۶)

تیس ہزار دینار کا صدقہ :

حفص بن غیاث امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ساتھ کاروبارِ تجارت میں شریک تھے۔ ایک مرتبہ امام صاحبؒ نے ان کو سامانِ تجارت دے کر تجارت کی غرض سے باہر بھیجا۔ مگر ایک چیز کے بارے میں انہیں تصریح کر دی کہ اس میں عیب ہے۔ جب خریدار آئے اور سامان فروخت کیا جائے تو اس چیز کے عیب سے خریدنے والے کو آگاہ کر دینا۔ اس قدر اہتمام وتاکید کے باوجود بھی اتفاق سے حفص بن غیاث خریدار کو عیب سے آگاہ کر دینا بھول گئے۔ بعد میں جب امام صاحبؒ نے پوچھا کہ یہ سامان کس کے ہاتھ فروخت ہوا تو حفص کو خریدار بھی یاد نہ تھا۔ جب حفص نے قیمت لا کر امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں پیش کی اور امام صاحب کے دریافت کرنے پر اپنی غلطی کا اعتراف کیا تو امام صاحبؒ نے انہیں فوراً اپنے ساتھ تجارتی اشتراک سے علیحدہ کر دیا۔ اور سارے سامان تجارت کی قیمت، جسے

حفص نے تیس ہزار دینار میں فروخت کیا تھا۔ صدقہ کردی تا کہ مالِ مشتبہ کے استعمال سے مکمل اجتناب ہو۔ عقود الجمان ص ۲۴۰ اور موفق نے اس سے ملتا جلتا ایک قصہ مناقب ص ۱۷۸ میں ایک غلام سے منسوب کر کے لکھا ہے۔

ابوحنیفہؒ کے تحائف اور ہدایا سے گھبرا اٹھا :

تحفے تحائف اور ہدایا بانٹنے کا امام صاحب کو بہت شوق تھا بلکہ یہ عادت اور طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ ایسے ہی مواقع پر بعض اوقات آپ کے منہ سے یہ الفاظ نکل جاتے کہ :

بھائیو! حیرت کیوں کرتے ہو آخر حضور اقدس ﷺ کا تو یہی فرمان ہے۔

اِنَّمَا اَنَا خَازِنٌ اَضِعُ حَیْثُ اُمِرْتُ میں تو صرف خزانچی ہوں جہاں حکم دیا جاتا ہے وہاں رکھ دیتا ہوں۔

محمد بن یوسفؒ صالحی نے سفیانؒ بن عینیہ کا براہِ راست یہ قول نقل کیا ہے :

لقد وجّه علّی بهدایا استوحشت من کثرتها . میرے پاس امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے تحفوں اور ہدایا کی اس قدر کثرت اور بھرمار ہوئی کہ اب اسے دیکھ کر میں گھبرا اٹھا۔

پھر ابنِ عینیہ نے امام صاحبؒ کی اس کثرتِ نوازش اور داد و دہش کی ان کے بعض تلامذہ سے شکایت بھی کی تو سننے والے نے کہا کہ آپ کے پاس اس کی کیا مقدار آتی ہے کہ آپ تنگ آ گئے ہیں۔ سعید بن ابی عروبہ کے پاس امام صاحبؒ کے جو گراں قدر تحائف پہنچتے رہتے تھے اگر تم ان کو دیکھتے تو خدا جانے کیا کہتے پھر اس نے کہا۔

ما کان یدع احدا من المحدثین الاّ برہ برأ واسعاً . سیر چشمی کے ساتھ حسنِ سلوک کئے بغیر امام ابوحنیفہؒ کسی محدث کو نہیں چھوڑتے تھے۔ (عقود الجمان ص ۳۳۴ و مناقب موفق ص ۲۴۳)

مشائخ وعلماء، طلبہ اور محدثین کی خدمت :

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی یہ عام عادت اور ہمیشہ کا معمول بن چکا تھا کہ ہر سال میں ایک مخصوص رقم کا سامان خرید کر کوفہ سے بغداد جانے والے سامانِ تجارت کے ساتھ بھیج دیتے اور اسی رقم سے بغداد سے بھی سامان منگوا کر کوفہ میں فروخت کراتے اس لین دین اور تجارت سے جو آمدنی ہوتی اولاً کوفہ کے علماء، مشائخ اور محدثین کے کھانے پینے اور ضرورت کا سامان خرید کر ان کے گھروں میں بھیج دیتے اس کے بعد اصل سرمایہ اور منافع کی جو رقم بچ جاتی ہے بھی انہی لوگوں میں بڑی کشادہ دلی اور فراخ حوصلگی کے ساتھ یہ کہتے ہوئے تقسیم فرما دیتے کہ :

انفقوا فی حوائجکم ولا تحمدوا الا اللہ تعالٰی فانی ما اعطیتکم من مالی شیئاً و لکن من فضل اللہ علی فیکم وھذہٖ ارباح بضائعکم۔ (عقود الجمان ص ۲۴۲ وموفق ج ا ص ۲۴۱)	اسے اپنی ضرورتوں اور حاجات میں صرف کیجئے اور شکر و تعریف خدا کے سوا اور کسی کی نہ کیجئے کیونکہ میں نے اپنے مال میں سے کچھ نہیں دیا بلکہ آپ حضرات کی وجہ سے مجھ پر خدا کا فضل ہے اور یہ آپ ہی لوگوں کے (نام زدہ) سرمایہ کے منافع ہیں۔

(خیال یہ ہے کہ خود امام صاحبؒ کے مال میں جو زکوٰۃ کی رقم نکلتی ہوگی۔ اسے سرمایہ بنا کر امام صاحبؒ بغداد وغیرہ کی تجارت کا کام کر لیتے تھے۔ تا کہ رقم بڑھ جائے اور علماء ومشائخ اور حاجت مندوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مدد کی جا سکے جیسا کہ مندرجہ بالا عبارت کو بغور پڑھنے سے یہی بات مستفید ہوتی ہے۔ اور اگر یہ خیال درست قرار دیا جائے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ فقراء کی ہمدردی کے سلسلہ میں اس تجویز و زیادۂ مال کی ترکیب کے اولین موجد امام ابوحنیفہؒ ہی ہیں اور گذشتہ صفحات میں "دو کپڑے اور ایک دینار کی

نقدی کے عنوان سے ہم نے جو قصہ درج کیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تجویز زیادۂ مال صرف زکوٰۃ تک محدود نہ تھی بلکہ گاہے گاہے اس میں اپنا راس المال بھی لگاتے تھے اور اس کے منافع علماء و مشائخ میں تقسیم کر دیتے تھے۔)

محمد بن یوسفؒ صالحی نے مسعر بن کدام کا ایک بیان نقل کیا ہے کہ :

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا یہ عام دستور تھا کہ اپنے بچوں کے لئے جب کوئی چیز خریدتے تو مشائخ و علماء اور محدثین و طلباء کے لئے بھی وہی چیز خریدتے۔ خود اپنے لئے جب کوئی کپڑا بنواتے تو علماء کے لئے خصوصی جوڑے تیار کرواتے۔ اسی طرح جب فواکہ اور پھل فروٹ کا موسم آتا تو یہ ناممکن تھا کہ ابوحنیفہؒ اپنے لئے یا اپنے عیال کے لئے خریدتے اور علماء و مشائخ کو بھی وہی پھل خرید کر نہ بھیجتے۔ (عقود الجمان ص ۲۳۴)

امام مسعرؒ ہی نے یہ دوسری روایت بھی نقل کی ہے کہ :

علماء یا مشائخ اور طلبہ علومِ دینیہؒ کے لئے امام صاحب جو چیزیں خریدتے اس میں ہمیشہ اس کا لحاظ فرماتے کہ اچھی سے اچھی اور بہتر قسم کی ہوں لیکن خود اپنے یا اپنے اہل و عیال کے لئے سامان کی خریداری میں عموماً لاپرواہی اور تساہل سے کام لیتے۔ (موفق ج ۱ ص ۲۴۰)

کسی پر کوئی مصیبت آتی تو ابوحنیفہؒ امداد کے لئے کھڑے ہوتے :

جہاں تک تلامذہ و مستفیدین اور حلقۂ اصحاب کے ساتھ احسان و مروت اور عطاء و نوال کا معاملہ تھا اس کی نوعیت تو کچھ ایسی تھی کہ آج کے بے ہنگم دور میں ایسے واقعات کی صداقت پر سوائے حیرت کے اور کچھ تو سوچا بھی نہیں جا سکتا، لکھا ہے کہ :

ہر طالب علم اور اپنے ہر تلمیذ سے پوشیدہ طور پر اس کے حالات دریافت کرتے، کوئی ضرورت ہوتی تو اس کی تکمیل فرما دیتے، جو ان میں بیمار ہوتا یا طلبہ کے اقرباء والدین اور خویش و اقارب میں کوئی بیمار ہوتا تو ان کی عیادت کرتے، جن کا انتقال ہو جاتا تو ان کے

جنازے میں شرکت کرتے، کسی پر کوئی مصیبت آ پڑتی تو امداد کے لئے کھڑے ہو جاتے۔
(موفق ص ۲۴۰)

یوسف بن خالد تلمیذِ ابوحنیفہؒ کا بیان ہے کہ :

امام اعظم ابوحنیفہؒ اپنے تلامذہ اور طلبہ کے لئے ہر جمعہ بڑے اہتمام سے دعوت فرمایا کرتے تھے۔ طریقہ یہ تھا کہ طرح طرح کے کھانے جمعہ کے روز پکواتے' دسترخوان لگواتے اور پھر خود طلبہ کے ساتھ شریک نہ ہوتے اور کہا کرتے کہ میں اپنے آپ کو اس لئے الگ کر لیتا ہوں کہ میری موجودگی کی صورت میں تم لوگوں کی آزادانہ بے تکلفی جاتی رہے گی اور دعوت و باہمی طالبِ علمانہ مجالست کا مزہ پھیکا پڑ جائے گا۔ (منافق و موفق)

عیدوں اور تہواروں کے مواقع پر سب کے ساتھ حسنِ سلوک اور ہر ایک کے مرتبہ و مقام کے مطابق ان کے پاس ہدایا و تحائف بھیجتے انتہا یہ تھی کہ طلبہ میں جن لوگوں کو احتیاج ہوتا تو ان کی شادی و نکاح بھی امام صاحب کرا دیا کرتے تھے اور تمام مصارف خود برداشت فرماتے۔ (موفق)

قاضی ابو یوسفؒ کا بیان ہے :

وكان يعولني وعيالي عشرين سنة . امام ابوحنیفہؒ نے میری اور میرے اہل و عیال کی بیس سال تک کفالت کی۔
(عقود الجمان ص ۲۳۵ و معجم المصنفین ج ص ۱۷۱)

امام ابوحنیفہؒ ماہانہ وظیفہ ادا کرتے رہے :

حسن بن زیاد امام اعظمؒ کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ کے حلقۂ درس میں تحصیلِ علمِ فقہ میں انہماک کے پیشِ نظر گھریلو اُمور اور خاندان کی معاشی کفالت سے قاصر ہونے لگے۔ ان ہی کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں میں امام صاحبؒ کی درسگاہ میں تحصیلِ علم دین میں مصروف تھا ایک روز میرے والد صاحب امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے

اور عرض کیا کہ :

حضور ! میری چند لڑکیاں ہیں لڑکوں میں حسن کے سوا کوئی نہیں ہے ہماری نظریں اسی پر لگی ہوئی ہیں کیا ہی بہتر ہوتا کہ آپ اسے سمجھاتے کہ یہ کوئی ایسا کاروبار اور دھندا اختیار کرے جس سے مجھے اور اہلِ خاندان کو قدرے یُسر اور کچھ سہولت حاصل ہوتی۔ حسن کہتے ہیں کہ جب میں امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا۔

میاں حسن! آج تمہارے والد صاحب تشریف لائے تھے۔ پریشان تھے۔ اور آپ کے ہمہ وقتی علمی انہماک کی وجہ سے اپنی معاشی کمزوری کی شکایت کر رہے تھے۔

لیجئے میں تمہارے لئے یہ مخصوص رقم کا ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیتا ہوں، جب تک تم باقاعدہ طور پر برسرِ روزگار نہیں ہو جاتے یہ امداد تمہاری جاری رہے گی۔

لہٰذا جب تک میں برسرِ روزگار نہیں ہوا میری امداد کی جاتی رہی۔ (موفق ص ۲۴۳)

احترام قرآن اور سخاوت وایثار :

امام اعظم ابو حنیفہؒ خود عالم تھے علم اور اہلِ علم کے قدر شناس تھے اور ان کی خدمت میں بڑی مسرت اور بے حد خوشی محسوس کرتے تھے قرآن پڑھنے اور پڑھانے والوں سے قلبی محبت رکھتے تھے۔ دل وجان سے خدام القرآن پر نچھاور ہوتے تھے۔

جس روز آپ کے صاحبزادے نے سبق پڑھنا شروع کیا اور بسم اللہ پڑھی تو آپ نے اسی روز پانچ ہزار درہم معلم کی خدمت میں پیش کئے۔ اور جس روز انہوں نے سورۂ فاتحہ ختم کی اس روز بھی پانچ ہزار درہم ان کی نذر کئے اور بڑی لجاجت اور معذرت کے ساتھ معلم سے کہا۔

واللہ لو کان عندی اکثر من ذلک فعناہ تعظیماً للقرآن .

خدا کی قسم! اگر اس سے زیادہ دولت میرے پاس ہوتی تو قرآن کے احترام میں وہ بھی

پیشِ خدمت کر دیتا۔ (عقود الجمان ص ۲۳۳ و مناقب للذہبی ص وموفق ۲۳۶)

ابوحنیفہؒ کا وسیع کاروبارِ تجارت :

امام اعظم ابوحنیفہؒ عظیم علمی و فقہی خدمات، درس و تدریس، افتاء وقضاء، اسلامی قوانین کی جمع و تدوین، استنباط واستخراجِ مسائل، تحقیق واجتہاد اور سیاسی عمل کے ساتھ ساتھ ملک و بیرون ملک وسیع سطح پر کپڑے کی تجارت کا کاروبار بھی کرتے تھے۔ یہ ایک خاص قسم کا کپڑا تھا جسے تذکرہ نگار ''خز،، کے نام سے یاد کرتے آئے ہیں۔ جس کا رواج اسلام کی ابتدائی صدیوں میں بکثرت نظر آتا تھا۔ اس کے مختلف اقسام تھے بعض اوقات ایک ایک تھان اس زمانے میں لوگ ایک ایک ہزار درہم تک میں خرید لیتے تھے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے خز کی تجارت میں کتنا کام کیا یا خز کی تجارت کو کتنا فروغ دیا۔ سوانح وتاریخ کی کتابوں سے اس سلسلہ میں چار چیزیں صراحتاً معلوم ہوتی ہیں۔

1:۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ صرف خز کے تاجر ہی نہیں تھے بلکہ خز بافی کا کوئی بڑا کارخانہ کوفہ میں ان کا جاری تھا۔ یہ ایک خاص قسم کا کپڑا تھا جس کے بانے میں مختلف چیزیں مثلاً اون، یا کتان، روئی وغیرہ کے دھاگے استعمال کئے جاتے تھے۔ اور تانے میں ریشم کا سوت لگایا جاتا تھا۔ فقہ کی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ خز کسی سمندری جانور کے بالوں سے تیار ہوتا تھا۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ سڑے ہوئے ریشم سے تیار ہوتا تھا۔ ان بیانات میں بھی وہی بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ بانا (لحمہ) مختلف چیزوں کا استعمال ہوتا تھا اور تانا (سدی) ریشم کا ہوتا تھا۔ بعض حضرات تانے میں بھی ریشم کے استعمال کو پسند نہیں کرتے تھے۔ لیکن صحابہ اور تابعین میں مشکل سے چند ایک ایسے افراد ہوں جنہوں نے خز کا استعمال نہ کیا

ہو۔ گرمیوں میں غیر اونی اور جاڑے میں اونی خز لوگ استعمال کرتے تھے۔ رنگ بھی اس کپڑے کے مختلف ہوتے تھے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ریشم کی شرکت کی وجہ سے کپڑے میں مضبوطی پیدا ہو جاتی تھی۔ شریعت میں ریشم کا استعمال مردوں کے لئے حرام ہے لیکن اس کے جائز استعمال کی یہ مخلوط صورت ہی بن سکتی ہے۔

2:۔ کوئی حانوت (بڑی شاپ یا تجارتی منڈی) بھی ان کی کوفہ میں موجود تھی جس سے مال کی فروخت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

3:۔ خدام اور غلاموں سے بھی پھیری لگوایا کرتے تھے۔

4:۔ کوفہ سے دور دراز علاقوں مثلاً بغداد، نیشاپور اور مرو وغیرہ مال بھیجا کرتے تھے۔ اور وہاں سے بھی مال منگوایا کرتے تھے۔

5:۔ بیرونی علاقوں میں بھی مال کی ترسیل کیا کرتے تھے۔ اور جگہ جگہ ان کے ایجنٹ موجود رہتے تھے۔ خز کی دُکان یا تجارتی کوٹھی کے طور پر عمرو بن حریثؓ کے دار (گھر) کو استعمال کیا جاتا تھا۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۲۵) دار اس میدان کو کہتے ہیں۔ جس کے چاروں طرف احاطہ ہوتا ہے۔ اسی احاطہ میں مکانات، اصطبل صحن جس پر چھت نہ ہو اور دوسری منزل وغیرہ والی عمارت ہوتی ہے۔ (فتح القدیر ج ۵ ص ۴۳۱۲) عمرو بن حریثؓ صحابی جب کوفہ پہنچے تو مسجد کی پہلو میں انہوں نے ایک حویلی بنائی جو بہت بڑی ہونے کی وجہ سے مشہور بھی زیادہ تھی۔ (طبقات ج ۶ ص ۱۴)

بلکہ تاریخ کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرو کے اس گھر میں حضرت امام صاحبؒ کا باقاعدہ خز بافی کا کارخانہ کام کرتا تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ ایک مرکزی مقام اور تجارتی منڈی بن چکا تھا۔ باہر سے بھی خز باف اپنا اپنا مال فروخت کرنے کے لئے یہاں لایا

کرتے تھے۔ اور امام صاحبؒ ان کے مصنوعات کو خرید خرید کر فروخت کرتے تھے۔ ایسے بھی ہوا کہ کبھی کبھی ایک ایک دفعہ میں آٹھ آٹھ ہزار درہم کے کپڑے صرف ایک آدمی سے خریدے جاتے تھے۔ (موفق الیافعی ج ا ص ۲۱۰) بلکہ یافعیؒ نے تصریح کی ہے کہ امام صاحب کی ایک بڑی کوٹھی تھی جس میں خز بنا جاتا تھا۔

یوں بھی ہوا اور آزمائش و امتحان کا ایک مرحلہ امام صاحبؒ پر ایسا بھی آیا کہ امام صاحب کا یہ تجارتی تجربہ وسیع کاروبار اور خز بافی کے کارخانے کی نگرانی و اہتمام ان کے لئے ایک امتحان بن گیا۔ حکومت کی طرف سے سرکاری سطح پر خز بافوں کی عرافت (وزارت) کا عہدہ قبول کرنے کی درخواست کی گئی آپ نے معذرت و انکار کر دیا تو اس پر آپ کو سزا دی گئی۔

اس تاریخی روایت سے اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ علماء و مشائخ اور فقہاء و طلبہ کی طرح خز بافوں کا بھی ایک وسیع طبقہ آپ سے تعلق رکھتا تھا۔ یا آپ کے زیر اثر تھا۔

امام صاحب کی دکان پر خرید و فروخت کے بھی خاص اصول تھے۔ گاہک جب دکان پر آتا اور مطلوبہ شے نکلواتا تو جو بھاؤ اسے بتایا جاتا وہ اسے اسی قیمت پر خرید لیتا تھا۔ بھاؤ چکانے اور چھوٹے دکانداروں کی طرح بات بات میں منافع اندوزی کے لئے بھاؤ بڑھانے گھٹانے کی ٹھگی ٹھوری کا تصور بھی نہیں تھا۔ اس زمانہ میں رواج تھا کہ غلاموں کو مال دے کر انہیں اطراف و اکناف میں بھیجا جاتا تھا۔ غلاموں کی اس نوع کا نام فقہی اصطلاح میں ''ماذون التجارۃ'' ہے۔ جس کے متعلق فقہاء کو باقاعدہ طور پر قانونی دفعات کا استنباط کرنا پڑا۔ امام صاحبؒ نے اپنے کاروبارِ تجارت میں غلاموں کے ذریعہ مال کی پھیری کے اس طریقہ کو بھی اختیار فرمایا تھا۔ لکھا ہے کہ ایک غلام ستر ہزار درہم لے کر واپس آیا۔

(مناقب موفق)

ابوسعید سمعانی کا بیان ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا ایک غلام تھا جو تجارت کرتا تھا۔ اور امام اعظم نے مال کی کثیر مقدار اس کے سپرد کردی تھی جس کی وہ تجارت کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے مال میں تیس ہزار درہم کا نفع کمایا۔ جب ایک غلام کا یہ حال ہے اس سے دوسروں کا قیاس بھی کیا جاسکتا ہے۔

علامہ مناظر احسن گیلانیؒ نے تصریح کی ہے کہ ابوحنیفہؒ کی تجارت صرف اندرونِ علاقہ تک محدود نہ تھی بلکہ بیرونی علاقوں سے بھی مال منگوایا جاتا تھا۔

(ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص ۷۵)

• بہر حال امام اعظم ابوحنیفہؒ کے متعلق تواتر سے یہ ثابت ہے کہ وہ خز کے ایک بڑے کامیاب تاجر تھے اور اس میں ان کو خاص مہارت حاصل تھی۔ کوفہ میں ان کی بڑی تجارتی منڈی بھی تھی اور تجارتی کاروبار میں ان کے بڑے شرکاء بھی تھے۔ جگہ جگہ کارندے اور ایجنسیاں اور ایجنٹ بھی مقرر تھے۔ (معجم المصنفین ج ۲ ص ۱۷۵)

سود وربا سے پاک خالص اسلامی نظام بنکاری :

امام ابوحنیفہؒ کی یہ تجارتی کوٹھی موجودہ دور کے بڑے سے بڑے بنک کی قائم مقامی کرتی تھی۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ امام صاحبؒ کی وفات کے بعد آپ کے گھر سے جو لوگوں کی امانتیں برآمد ہوئیں۔ ان کی مقدار پانچ کروڑ تھی۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ اس وقت امام ابوحنیفہؒ ستر سال کی عمر سے گذر رہے تھے۔ جیل خانے اور تازیانے کی سزائیں ان کے لئے یقینی بن چکی تھیں۔ لہذا ان کے حزم واحتیاط اور کمالِ تقویٰ وبصیرت کے پیشِ نظر یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے۔ کہ انہوں نے اپنی عمر کے اس آخری زمانہ میں حتی الوسع امانتوں کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے میں کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا ہوگا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ امانت وحفاظت کا یہ سلسلہ ان کا اس قدر پھیلا ہوا تھا کہ سمیٹتے سمیٹتے بھی

پانچ کروڑ کی رقم کی امانت بچ کے رہی جوان کی حیات میں ادا نہ ہو سکی۔ (مناقب موفق ص ۵۵)

تاہم امام صاحبؒ اس کے اصل مالکان تک رسائی کا انتظام کر چکے تھے۔ یہ تو بعد الوفات کی رقم کی تعداد ہے تو صحت کے زمانے میں اور عام حالات میں آپ کے پاس لوگوں کے اموال کی حفاظت و امانت کا سلسلہ جو ہوگا وہ یقیناً اس سے بھی دس چند ہوگا۔ اس قدر خطیر رقوم کی حفاظت، امانت اور واپسی کا ایک اجتماعی نظام اس کے لئے دفاتر، رجسٹر، ملازم اور حساب دانوں کی ضرورت اور فراہمی کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ سود و ربا سے پاک خالص اسلامی بنکاری، مال کی حفاظت وصیانت اور مضاربت کی مستحکم قانونی ضمانت کے لئے امام اعظم ابوحنیفہؒ ہی نے سب سے پہلے باقاعدہ ایک مربوط اور مضبوط منصوبہ بندی کی اور پھر عملاً اسے برت کر کامیابی تک پہنچایا۔

امانت کی حفاظت اور ابوحنیفہؒ کا محتاط طرزِ عمل :

یتیموں اور عام مسلمانوں کے اموال کی صیانت اور حفاظت کے عظیم منصوبہ کو دیکھ کر امام صاحب کی امانت تقویٰ اور دیانت کا شہرہ تھا، اعتماد کی فضاء قائم تھی، حاسدین و مخالفین کب یہ برداشت کر سکتے تھے۔ مختلف ترکیبیں اور حربے استعمال کر کے وہ امام صاحبؒ کے رتبہ و مقام کو گھٹانا چاہتے تھے۔

انہی ترکیبوں میں ایک واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ ایک دفعہ کسی شخص کے ذریعہ سے امام صاحبؒ کے ہاں امانت رکھوائی گئی اور یہ امانت بھی قاضی ابن ابی لیلیٰؒ کے توسط سے آپ کے حوالے کی گئی جس پر قاضی صاحب کی سرکاری مہر بھی لگی ہوئی تھی۔ امانت رکھتے وقت یہ بھی شرط لگا دی گئی کہ اس رقم کو امانت ہی کی مد میں رکھا جائے۔ سرکاری کارندوں کی یا خود قاضی صاحب کی یا امانت رکھوانے والے کی یہ بدگمانی تھی کہ باوجود اس شرط کے امام صاحبؒ اس سے ضرور استفادہ کریں گے۔

اور یہی گرفت کا موقعہ ہو گا کہ صاحبِ امانت کی اجازت کے بغیر اس سے استفادے کا تم کو کیا حق تھا۔ اس کے بعد اندرون خانہ منصوبہ بندی کے ساتھ کارروائی یہ کی گئی کہ قاضی ابن ابی لیلیٰ جو اس زمانہ میں کوفہ کے قاضی تھے، ان کی عدالت میں ایک شخص نے یہ دعویٰ دائر کر دیا کہ فلاں ابن فلاں کی جو امانت ابوحنیفہؒ کے ہاں رکھوائی گئی تھی وہ انہوں نے اپنے بیٹے کے حوالہ کر دی ہے تا کہ وہ اس رقم سے تجارت کرے، گویا امانت میں خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ چنانچہ امام صاحبؒ کے نام وارنٹ طلبی کا جاری ہوا۔ امام صاحبؒ حاضر ہوئے، عدالت میں دعویٰ سنایا گیا۔ ظاہر ہے کہ امام اعظم جیسی محتاط شخصیت اس امانت میں کیسے تصرف کر سکتی تھی۔ آپ نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ اپنا سرکاری نمائندہ بھیج کر تحقیق کر لیجئے۔ آپ ہی کی تو مہر تھیلی پر لگی ہوئی ہے۔ اگر امانت میں تصرف ہوتا تو سرکاری مہر یقیناً ٹوٹ جاتی۔

چنانچہ سرکاری آدمی امام صاحبؒ کے ساتھ بھیجا گیا۔ اس سرکاری نمائندے کا بیان ہے کہ اس مکان میں جہاں امانت کی رقوم پڑی تھیں بے شمار تھیلیاں بھری ہوئی تھیں۔ آخر امام صاحب نے تلاشِ بسیار کے بعد وہ مطلوبہ توڑا (تھیلی) نکالا جو بجنسہٖ اپنی مہر کے ساتھ رکھا ہوا تھا۔ صرف یہ نہیں بلکہ سرکاری نمائندے نے اپنے بیان کے آخر میں کہا کہ

''امام ابوحنیفہؒ کے ہاں تو اموال، دراہم دنانیر اور امانتوں کی اتنی کثرت ہے کہ ان کو اس معمولی رقم میں تصرف کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی''۔

بے چارے سازش کرنے والے اپنا سا منہ لے کر رہ گئے، ان بے وقوفوں کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ امام اعظمؒ جیسا ممتاز آدمی امانتوں کی مختلف نوعیّتوں میں فرق کئے بغیر سب کے ساتھ ایک ہی سلوک کیسے کر سکتا تھا۔

(مناقب موفق ص۱۹۶)

توضیحِ مسئلہ :

اس سلسلہ میں شرعی مسئلہ یہ ہے کہ یتیموں کا جو مال قاضی کی امانت میں رکھا جاتا ہے اس کی حفاظت وصیانت کی ایک صورت یہ بھی بتائی گئی ہے کہ قاضی ان کے مال کو قرض پر لگا دیا کرے وجہ یہ بتائی گئی ہے اگر مال صرف بمدِ امانت رکھا جائے تو نقصان کی صورت میں مثلاً چور چرا کر لے بھاگے یا حادثوں کا شکار ہو جائے تو امین سے اس کا معاوضہ یا تاوان وصول نہیں کیا جا سکتا لیکن اگر بجائے امانت کے وہی مال بطورِ قرض کے کسی کو دے دیا جائے تو قرض لینے والا ہر حال میں اس کا ضامن بن جاتا ہے۔ تو امام صاحبؒ نے بھی امانتوں کو حوادث و آفات سے بچانے کی ایک صورت یہ نکال لی تھی کہ بجائے امانت کے اس کو قرض کی شکل دے دی جائے۔ تو جس کے پاس امانت رکھوائی جاتی وہ ''غیر ضامن امین'' نہیں ہوتا بلکہ ''ضامن قرض دار'' بن جاتا ہے۔ اور نقصان ہو جانے کی صورت میں ایک ایک پیسہ کا ذمہ دار قرار پاتا ہے۔ چونکہ محض امانت رکھنے کی وجہ سے مال کی حفاظت کی ضمانت کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو سکتی اس لئے امام صاحبؒ عموماً امانت رکھوانے والوں سے اس کو کاروبار میں لگانے کی اجازت لے لیتے تھے۔ جس سے ایک طرف تو ان کے مال کی انتہائی اطمینان بخش حفاظت کی صورت پیدا ہو جاتی دوسری طرف ان کو (بصورت مضاربت یا قرض کے) وسیع سے وسیع پیمانے پر تجارت کرنے کے لئے اس راہ سے بے انتہا سرمایہ بھی مل جاتا تھا۔ اس مسئلہ کے مختلف دقیق پہلوؤں کے متعلق فقہ کی کتابوں میں تفصیل سے مسائل لکھے گئے ہیں، یہاں نہ تو ان کی گنجائش ہے اور نہ ضرورت۔

تمام رات نہیں سوئے یاد کر کے تجھے :

زائدہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ساتھ ان ہی

کی مسجد میں عشاء کی نماز پڑھی میری حاضری کا مقصد یہ تھا کہ میں ان سے ایک مسئلہ دریافت کرلوں۔ بہرحال نماز ہوگئی لوگ چلے گئے میری آمد کا ابوحنیفہؒ کو علم نہیں تھا۔ اس لئے انہوں نے جب دیکھا کہ لوگ چلے گئے تو نماز کی نیت باندھ لی مجھ پر ان کی نظر نہیں پڑی کہ میں مسجد کے ایک کونے میں بیٹھا تھا۔

اب انتظار کرنے لگا کہ امام صاحبؒ نماز سے فارغ ہوں گے تو اپنا مسئلہ دریافت کرلوں گا۔ حتیٰ کہ امام صاحب نماز میں قرأت کے دوران جب اس آیت پر پہنچے،
فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُوْمِ سو خدا نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہم کو عذابِ دوزخ سے بچالیا۔ (طور: ۲۷)

تو بار بار اس آیت کو دہراتے رہے ہیں میں سمجھ گیا کہ اس کے مضمون قیامت کی ہولناکی اللہ تعالیٰ کی عنایت واحسان اور عذابِ سموم کی اذیتوں کے تصور نے ابوحنیفہؒ کو استغراق کی کیفیت دے دی ہے۔ امام صاحبؒ اس آیت کو دہراتے رہے حتیٰ کہ رات گذر گئی اور مؤذن نے اذان دے دی۔ (عقود الجمان ص ۲۱۸)

تمام رات نہیں سوئے یاد کرکے تجھے
گرفتہ دل تھے بڑے روئے یاد کرکے تجھے

اسی طرح کی ایک روایت قاسم بن معن سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ:۔
ابوحنیفہؒ نے نماز میں اس آیت کا تکرار کرتے رات گذار دی روتے تھے
بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ. بلکہ قیامت ہے وعدہ گاہ ان کا' اور قیامت بہت سخت ہے اور بہت کڑوی ہے۔
آیت کے تکرار سے امام صاحبؒ پر الحاح وتضرع اور گریہ کی کیفیت طاری تھی۔

(ایضاً ص ۲۲۴ ومناقب موفق ص ۲۰۸ وصیمری ص ۵۶)

الٰہی عاقبت بہتر بنادے :

ہیاج بن بطام کی روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ کی زندگی میں انہیں خواب میں دیکھا کہ ان کے پاس ایک جھنڈا ہے جسے تھامے ہوئے بڑے سکون اور وقار کے ساتھ آپ کھڑے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ اے ابوحنیفہؒ! آپ یہاں کیوں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

ارشاد فرمایا! اپنے رفقاء تلامذہ اور محبین کا انتظار کر رہا ہوں تا کہ ہم سب اکھٹے ہو کر چلیں۔ یہ سن کر میں بھی ان کے ساتھ کھڑا ہوا گیا۔ اچانک دیکھا کہ آپ کے پاس طالبانِ علومِ نبوت اور ائمہ و علماء کی ایک بڑی جماعت جمع ہوگئی پھر آپ چل پڑے اور آپ کے ہاتھ میں جھنڈا تھا اور ہم بھی سب آپ کی اقتداء میں چل رہے تھے۔ صبح کو ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور رات کو دیکھا ہوا خواب کا سارا قصہ عرض کر دیا۔

ابوحنیفہؒ نے سنا تو وجود پر لرزہ طاری ہوا، بے اختیار رونے لگے اور بار بار یہ دعا ان کی زبان پر آ رہی تھی۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ عَاقِبَتَنَا اِلَی الْخَیْرِ. اے اللہ! ہماری عاقبت اور انجام کو بہتری اور خیر کی طرف پھیر دے۔ (عقود الجمان ص ۳۶۷)

موت کب واقع ہوئی :

ایک مرتبہ خلیفہ وقت نے ملک الموت کو خواب میں دیکھا تو امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے خواب میں حضرت عزرائیلؑ کو دیکھا تو اس سے دریافت کیا کہ اب میری باقی زندگی کتنی رہ گئی ہے؟ تو اس نے میرے سوال کے جواب میں پانچوں انگلیاں اٹھادیں۔ میں نے اس کی تعبیر بہت جگہ سے دریافت کی مگر کہیں سے جواب نہیں

ملا۔ اب آپ ہی اس مسئلہ کو حل فرمادیں۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ نے جواب میں فرمایا پانچ انگلیوں سے ان پانچ چیزوں کی طرف اشارہ ہے جن کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں۔ اول قیامت کب آئے گی۔ دوم بارش کب ہوگی۔ سوم حاملہ کے پیٹ مین کیا ہے۔ چہارم کل انسان کیا کرے گا۔ پنجم یہ کہ موت کب اور کہاں آئے گی۔ (تذکرۃ الاولیاء)

ابو حنیفہؒ کی محتاط گفتگو طوسی کے لئے وبال جان بن گئی :

منصور کے درباریوں میں ایک صاحب جن کا نام ابو العباس طوسی تھا، حضرت امام ابو حنیفہؒ کی روز افزوں مقبولیت ان کو بھی دوسرے حاسدوں کی طرح ایک لمحہ نہ بھاتی تھی۔ ایک روز جب خلیفہ منصور کا دربار لگا ہوا تھا تو اس نے موقعہ غنیمت سمجھتے ہوئے برسرِ دربار امام صاحب سے مسئلہ دریافت کرتے ہوئے کہا۔

اے ابو حنیفہؒ! یہ بتائیے کہ اگر امیر المؤمنین ہم میں سے کسی کو حکم دیں کہ فلاں آدمی کی گردن ماردو اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس شخص کا قصور کیا ہے تو کیا ہمارے لئے اس کی گردن مارنی جائز ہوگی؟

حضرت امام ابو حنیفہؒ نے ابو العباس کو برجستہ جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ :
ابو العباس ! میں تم سے پوچھتا ہوں کہ امیر المؤمنین صحیح حکم دیتے ہیں یا غلط؟
ابو العباس طوسی نے کہا کہ امیر المؤمنین غلط حکم کیوں دینے لگے۔ ان کا تو ہر حکم صحیح ہوتا ہے۔

تب امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا :
تو صحیح حکم کے نافذ کرنے میں تردد کی گنجائش کیا ہے۔

طوسی امام صاحبؒ سے یہ جواب پا کر کھسیانا سا ہو کر بے حد شرمندہ ہوا۔ جس جال میں وہ امام صاحبؒ کو پھانسنا چاہتا تھا خود پھنس گیا۔

(عقود الجمان ص ۲۷۴ وفیات الاعیان ج ۵ ص ۴۱۲)

ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

تکفیر میں حزم واحتیاط اور فتویٰ میں تقویٰ :

امام اعظم ابوحنیفہؒ حتی الامکان مومن کی تکفیر سے احتراز اور فتویٰ کفر میں حد درجہ حزم واحتیاط برتتے تھے، ظاہر پر باطن اور فتویٰ پر تقویٰ غالب رہتا تھا۔ امام اعظمؒ کا مسلک ہے کہ اگر ایک مسلمان کے قول میں کفر کے ننانوے وجوہات ثابت ہو جائیں اور صرف ایک وجہ ایمان موجود ہو تو اسی کو ترجیح دی جائے گی۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے اور یہ واقعہ مختلف کتابوں میں نقل ہوتا چلا آیا ہے کہ :

ایک شخص امام اعظم ابوحنیفہؒ کی مجلس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت! ایک شخص ہے جو ایمان واسلام کا دعویٰ کرتا ہے، خود کو مسلمان کہلواتا ہے مگر اس کے باوجود

(۱) وہ جنت کی خواہش نہیں رکھتا۔

(۲) اور نہ اسے نارِ جہنم کا خوف ہے۔

(۳) میتہ (غیر مذبوحہ چیز) بلا جھجک کھاتا ہے۔

(۴) نماز پڑھتا ہے مگر رکوع وسجدہ نہیں کرتا۔

(۵) گواہی دیتا ہے مگر دیکھے بغیر۔

(۶) اس کے ہاں فتنہ محبوب اور حق مبغوض ہے۔

(۷) رحمت سے دور بھاگتا ہے۔

(۸) یہود اور نصاریٰ کے قول کی تصدیق کرتا ہے۔

بظاہر یہ سب وجوہات کفر ہیں جو اس میں موجود ہیں۔ ایسے شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

اگر اب کا زمانہ ہوتا تو سوال ختم ہونے سے پہلے خدا جانے کفر کے کتنے فتوے لگ چکے ہوتے۔ مگر یہ امام اعظم ابو حنیفہؒ ہیں۔ جن کو قدرت نے سوادِ اعظم اہلِ سنّت کی امامت کا شرف بخشا ہے۔ بغیر کسی تردد کے فرمایا۔

میرے نزدیک وہ شخص مومن ہے۔

سائل کو حیرت ہوئی تو امام صاحب نے فرمایا اس لئے کہ:۔

(۱) اس پر اللہ کی خواہش غالب ہے۔ جب اللہ ہی اس کا مطلوب ہے تو جنت کی خواہش کی اسے کیا پرواہ۔

(۲) اسے نارِ جہنم کا نہیں بلکہ ربّ النارؑ کا خوف ہے۔

(۳) میتہ (غیر مذبوحہ چیز) کھاتا ہے، مچھلیوں کی صورت میں

(۴) نماز جنازہ پڑھتا ہے اور اس میں سجدہ اور رکوع نہیں۔

(۵) توحید ورسالت کی شہادت دیتا ہے۔ (یعنی کلمہ شہادت پڑھتا ہے) حالانکہ اس نے خدا کو دیکھا ہے نہ رسول ﷺ کو

(۶) ''انما اموالکم واولادکم فتنه،، قرآن نے اموال اور اولاد کو فتنہ قرار دیا ہے۔ اسے محبوب رکھنا انسان کی فطرت ہے

موت امرِ حق ہے مگر ذوقِ عبادت اور جمع حسنات کی وجہ سے اس سے بغض رکھنا (ناپسند کرنا) محمود ہے۔

(۷) بارش اللہ کی رحمت ہے اس سے دور بھاگتا ہے کہ بھیگ جانے سے بچ جائے۔

یہود کے اس قول کہ ''لیست النصاریٰ علی شیئ،، اور نصاریٰ کے قول کہ ''لیست الیہود علیٰ شیئ،، کی تصدیق کرتا ہے جو عین ایمان ہے۔

سائل و حاضرین امام ابوحنیفہؒ کے اس جواب سے حیرت و استعجاب کے ساتھ ان کا منہ تکتے رہے گئے۔ (عقود الجمان ص ۲۵۱)

رافضی نے توبہ کی اور شنیع حرکات سے باز آیا:

کوفہ کا ایک رافضی حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے خلاف بکواس کیا کرتا تھا۔ کبھی انہیں کافر کہتا اور کبھی یہودی، امام اعظم ابوحنیفہؒ کو خبر ہوئی تو صحابہ کے دفاع کے لئے تڑپ اٹھے۔ جب تک اس رافضی سے ملاقات نہ کر لی بے چین رہے آخر اس رافضی کے پاس تشریف لے گئے اور بڑے ادب، محبت اور نرمی سے کہا۔

اے بھائی! میں تیری لختِ جگر (بچی) کے لئے فلاں صاحب کی طرف سے منگنی کا پیغام لایا ہوں۔ اللہ نے اس صاحب کو حفظ القرآن کی دولت سے نوازا ہے۔ اس کی تمام رات نوافل اور قرآن کی تلاوت میں گزرتی ہے۔ خدا کا خوف ہمیشہ ہمہ وقت غالب رہتا ہے۔ تقویٰ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

رافضی نے کہا، بہت اچھا، یہ تو صرف میری لڑکی کے لئے نہیں بلکہ پورے خاندان کے لئے سعادت ہے۔

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا! ہاں مگر اس میں ایک عیب ہے کہ مذہباً یہودی ہے۔ رافضی کا رنگ بدلا اور جھلا کر بولا۔ کیا میں اپنی لڑکی کی شادی یہودی سے کردوں؟

تب امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا بھائی! آپ تو اپنی لختِ جگر ایک یہودی کے نکاح میں دینے کے لئے تیار نہیں تو کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک نہیں اپنے نورِ دل

کے دو ٹکڑے (دو بیٹیاں) حضرت عثمانؓ (جو بزعم آپ کے یہودی تھے) کے نکاح میں کیسے دے دیں۔ ابوحنیفہؒ کا یہ ارشاد رافضی کے لئے تنبیہ اور ہدایت کا باعث ہوا۔ اپنے کئے پر نادم اور خلوص دل سے تائب ہوا اور ہمیشہ کے لئے ایسی حرکتوں سے باز آیا۔

(عقود الجمان ص ۲۷۳)

بردباری اور فکرِ آخرت کا ایک واقعہ

امام اعظمؒ کے صبر و تحمل، بردباری اور فکرِ آخرت کا یہ عالم تھا کہ ایک موقعہ پر کسی خارجی نے امام صاحب کو برا بھلا کہا غلیظ گالیاں دیں اور مبتدع، اور زندیق تک کہا۔ تو حضرت امام صاحبؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

غفر اللہ لک ھو یعلم من خلاف ما تقول. (ایضاً ص ۲۲۷ تا ۲۲۸ و مناقب موفق ص ۲۴۹) اللہ تعالیٰ معاف فرمائے تو جو کچھ کہہ رہا ہے خدا جانتا ہے کہ وہ مجھ میں نہیں ہے۔

اس کے بعد امام اعظم ابوحنیفہؒ پر گریہ طاری ہوا اور فرمانے لگے:

"میں بھی اللہ سے عفو کی امید رکھتا ہوں مجھے خدا کا عذاب رُلاتا ہے"۔

عذاب کے تصور سے گریہ بڑھ گیا اور روتے روتے غش کھا کر گر گئے۔ جب افاقہ ہوا تو فرمانے لگے:

بارِ الٰہا! جس نے بھی مجھ پر ایسی بات کہی جو مجھ میں نہیں تھی اس کو معاف فرما"۔

منصبِ قضاء سے انکار، حیلہ و تدبیر کا دلچسپ قصہ:

ایک مرتبہ خلیفہ منصور کے حکم پر سفیان ثوری، مسعرؒ بن کدام، امام ابوحنیفہؒ اور قاضی شریک گرفتار کر کے دربارِ خلافت میں لائے جانے لگے تو امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنے رفقاء کے مزاجی اور طبعی خصوصیات کو ملحوظ رکھ کر اپنی فطری ذہانت، جودتِ طبع اور خداداد فراست

سے چاروں کے مستقبل کا ایک حسین نقشہ کھینچا۔ پھر جو کچھ بیان کیا' پیش گوئی کی' عملاً بھی
وہی ہوا جو امام صاحب اپنی فراست سے پہلے ہی بتا چکے تھے۔

اپنے بارے میں فرمایا کہ میں تو کسی تدبیر و احتیال سے خلیفہ منصور سے بات
کر کے قبول منصب سے خلاصی حاصل کرلوں گا۔ امام سفیانؒ راستہ میں چھپ کر بھاگ
جائیں گے۔ مسعر بن کدامؒ خود کو بچانے کے لئے اپنے آپ کو مجنون ظاہر کر کے کامیاب ہو
جائیں گے مگر قاضی شریک اس ابتلا میں واقع ہو جائیں گے اور منصب قضا قبول کر لینے کے
سوا ان کے لئے کوئی چارہ نہیں ہوگا۔

بہر حال جب گرفتار کر کے چاروں رفقاء کو لایا جا رہا تھا تو راستہ میں کسی جگہ پر
سفیان نے پولیس والوں سے کہا کہ مجھے تو قضائے حاجت کی ضرورت ہے۔ ایک سپاہی
نگہداشت کے لئے ان کے ساتھ کر دیا گیا۔ سفیان ایک دیوار کے قریب پہنچے اور اس کی
پرلی طرف بیٹھ گئے گویا واقعتہً قضاءِ حاجت پوری کر رہے ہیں کہ اچانک ان کی نظر کشتی پر
پڑی تو سفیان نے اسے دیکھتے ہی کشتی کے ملاح سے منت سے عرض کیا۔ یہ صاحب جو
دیوار کی اوٹ میں کھڑا ہے یہ مجھے بے گناہ ذبح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

کشتی والوں نے سفیان کو سوار کر لیا اور اپنے خاص ڈھنگ کے ساتھ رکھے
ہوئے کانٹوں میں انہیں چھپا لیا۔ جب پولیس پر گذر ہوا تو وہ سفیان کو نہ دیکھ سکے۔
جب سفیان نے دیر کر دی تو دیوار کے ساتھ کھڑے محافظ سپاہی نے انہیں آواز دی یا ابا
عبداللہ! مگر سفیان ہوتے تو جواب دیتے۔ جب کچھ جواب نہ ملا تو سپاہی آگے بڑھا اور
آپ کو خوب ڈھونڈتا رہا مگر کچھ نہ پایا۔ شرمندہ اور پریشان ہو کر اپنے ساتھیوں کے پاس
واپس لوٹا اور بتایا کہ سفیان کو میں نے کھو دیا ہے وہ کسی تدبیر سے مجھ سے بھاگ نکلنے میں
کامیاب ہو گئے ہیں۔

بہر حال ساتھیوں نے اسے اس جرم کی سزا دی۔

المرام اینکہ بغیر سفیان کے باقی تینوں ساتھی، ابو حنیفہؒ قاضی شریکؒ اور مسعر بارگاہِ خلافت میں پیش کر دیئے گئے۔ اچانک دیکھا گیا کہ مسعر بن کدام صف توڑ کر اور شاہی آداب سے بے پرواہ ہو کر خلیفہ کی طرف بڑھے چلے جاتے ہیں اور بے محابا ابو جعفر منصور کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر مصافحہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

شاہِ محترم! فرمایئے آج کل جناب کا مزاج کیسے رہتا ہے۔ میرے بعد کے حالات کیسے گذرے' آپ کے پڑوس میں فلاں فلاں صاحب جو رہتے ہیں، ان کی کیا کیفیت ہے۔ آپ کے نوکر چاکر کیسے ہیں۔ مال مویشیوں کا کیا حال ہے؟

اسی اول فول کہنے کے ساتھ ساتھ مسعر نے آخر پر اپنی گفتگو میں یہ اضافہ بھی کیا کہ : اہا! آں جناب مجھے منصب قضاء سے نوازنا چاہتے ہیں۔

سارا دربار اور خلیفہ خود مسعر کی اس حرکت کو دیکھ کر دم بخود تھا۔ آخر کسی نے آگے بڑھ کر انہیں ہٹایا۔ اور خلیفہ وقت سے کہا جناب! ان کا دماغی توازن خراب ہو گیا ہے۔ خلیفہ نے بھی کہا ہاں یہ بات درست ہے انہیں دربار سے باہر نکال دو۔

اس کے بعد امام اعظم ابو حنیفہؒ کو بلایا گیا۔ اور بڑے تپاک سے منصب قضاء کی پیشکش کی گئی تو امام اعظمؒ نے کوفہ کے مخصوص حالات کے پیش نظر خلیفہ وقت کو بڑی حکمت و تدبیر سے سمجھانا شروع کیا کہ :

جناب! کوفہ والوں کی ذہنیت تو آپ کو معلوم ہی ہے۔ اس وقت میں کوفہ میں ایک خوش باش شہری اور ایک عام باشندے کی طرح زندگی بسر کر رہا ہوں۔ مجھے ان پر کوئی اقتدار اور افسری حاصل نہیں۔ اگر آپ میرا قضاء کے منصبِ جلیل پر تقرر کر کے وہاں بھیجیں گے تو یہ لوگ چونکہ میرے خاندانی حالات سے واقف ہیں۔ کہ میرے والد نان بائی ہیں اور

میں خود کپڑے کا سوداگر ہوں۔ اہلِ کوفہ ہرگز اس پر رضامند نہیں ہوں گے کہ ان پر خباز (نان بائی) کے بیٹے کی حکومت ہو۔

خلیفہ منصور نے کہا۔ آپ سچ کہتے ہیں اور اسی طرح ابوحنیفہؒ کی خلاصی ہوگئی۔

اب قاضی شریک رہ گئے تھے۔ ان کا کوئی حیلہ بہانہ نہ چل سکا بے چارے دھر لئے گئے۔ جب کچھ حیلہ بہانا کرنا بھی چاہا تو خلیفہ نے خاموش کر دیا اور کہا کہ تیرے بغیر کوئی دوسرا رہ ہی نہیں گیا کہ تیرا عذر قبول ہوتا۔

قاضی شریک نے بڑے اصرار سے دماغی ضعف کا کچھ حیلہ بہانا ڈھونڈ کر پیش کرنا چاہا۔ مگر خلیفہ نے کہا:

جناب، دماغی تقویت کے لئے روزانہ روغنِ بادام میں فالودہ بلو کر پلانے کا حکم تمہارے لئے دے دوں گا۔

قاضی شریک نے قبولِ قضا کے لئے کچھ شرائط لگائے۔ ایک شرط یہ بھی تھی کہ:

''میں عدل وانصاف کے تقاضے پورے کروں گا اور اس راہ میں کسی صادر و وارد شاہ کے عزیزوں اور اقرباء اور درباریوں تک کا کچھ خیال نہیں کروں گا،،

خلیفہ منصور نے بڑے طمطراق سے وعدہ کر لیا کہ میرے اور میرے والدین کے خلاف بھی فیصلہ دینے میں میں آپ کو کوئی باک محسوس نہیں کرنی چاہئے۔

پھر کیا ہوا اور کیسے فیصلے ہوتے رہے یہ تو ہمارے موضوع سے خارج ہی ہے، مگر یہاں چاروں ائمہ کی بارگاہِ خلافت میں پیشی کی صورت میں وہی کچھ سامنے آیا، جس کی ابوحنیفہؒ پہلے سے پیش گوئی کر چکے تھے۔ (عقود الجمان ص ۲۴۹، ۲۱۳، ۲۱۴)

بارگاہِ صمدیت میں دعا والتجا:

بکر عابد سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ میں نے ایک رات امام اعظم ابوحنیفہؒ

کو دیکھا نماز میں مشغول تھے مگر گریہ طاری تھا بے اختیار زار و قطار روتے جاتے تھے اور بڑی لجاجت و مسکنت سے یہ دعا کر رہے تھے۔

رب ارحمنی یوم تبعث عبادک وقنی عذابک و اغفرلی ذنوبی یوم یقوم الاشهاد.

(ایضاً ص ۶۲۵، مناقب موفق ص ۲۳۱)

اے اللہ! مجھ پر رحم فرما جس روز کہ تیرے بندوں کی تیری بارگاہ میں پیشی ہو مجھے اپنے عذاب سے بچا، میرے گناہوں کو معاف فرما دے جس روز کہ کھڑے ہوں گے گواہی دینے والے۔

زیرکی وفراست :

پھر ابوحنیفہؒ نے جو کچھ کہا وہی ہوا جیسا کہ اس قصہ کی تفصیل سے نقل کر دی گئی۔ اس سلسلہ میں میرا خیال ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ اپنے گرفتار شدہ تینوں رفقاء کے طبعی رجحانات اور مزاجی خصوصیات سے چونکہ اچھی طرح باخبر تھے۔ اس لئے خلیفہ کی طرف سے قبولِ منصب کے دباؤ سے بچنے کے لئے امام صاحب اپنے ساتھیوں کو خلاصی کی تدبیریں بتا رہے تھے۔ جسے ہم فراست اور زیرکی سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ نیز یہ کہ جس طرح ابوحنیفہؒ یہ کہہ رہے تھے کہ اس طرح ہوگا اس طرح ان کی خواہش یہ بھی تھی کہ اسی طرح کر لیا جائے جیسا کہ بعض روایات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ غرض جونسا پہلو بھی لے لیا جائے، ابوحنیفہؒ کی زیرکی و دانائی اور فراستِ مومنانہ کی جھلک نمایاں ہے۔

خوفِ خدا سے کانپ اٹھتے :

ابراہیم بصری نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ایک روز مجھے نماز میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ساتھ کھڑے ہونے کا اتفاق ہوا صبح کی نماز کا وقت تھا، امام قرأت کر رہے

تھے جب امام نے یہ آیت پڑھی۔

و لا تحسبن الله غافلاً عما یعمل الظالمون .(ابراھیم)

اے مخاطب! جو کچھ یہ ظالم لوگ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کو ان سے بے خبر مت سمجھ۔

تو امام ابوحنیفہؒ لرز گئے وجود پر کپکپی طاری ہوئی اور مجھے نماز میں محسوس ہوا کہ ابوحنیفہ خدا کے خوف سے کانپ اٹھے ہیں۔ (عقود الجمان ص ۲۲۸)

بے انتہا گریہ و بکا :

نصر بن حاجب القرشی سے روایت ہے کہ میرے والد کی امام اعظمؒ سے گہری دوستی تھی اور اکثر ان کی مصاحبت میں رہا کرتے تھے۔ گاہے گاہے میں بھی اپنے والد کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں رات گزار لیا کرتا تھا۔ اس دوران مجھے بارہا یہ دیکھنے کا موقع ملا کہ ابوحنیفہؒ ساری ساری رات بیدار رہ کر مصروف عبادت رہتے اور گاہے آپ پر اس قدر گریہ و بکاء طاری ہو جاتا کہ آنسو چٹائی (جائے نماز) پر ٹپکنے لگتے اور ان کے ٹپکنے کی آواز میں سنا کرتا تھا، گویا موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔ (عقود الجمان ص ۲۳۰)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب 4

خلقِ خدا پر شفقت، رعایتِ حقوق، اخلاق و تواضع

حق گوئی و بے باکی، اور حکمرانوں پر تنقید و احتساب

اخلاق و محاسن کی اجمالی تصویر :

امام ابو یوسفؒ سے ایک مرتبہ کسی تقریب سے ہارون الرشید نے کہا، کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اوصاف اور اخلاق و محاسن بیان کیجئے۔

تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا :

کان واللہ شدید الذب عن حرام اللہ مجانباً لاھل الدنیا، طویل الصمت، دائم الفکر، لم یکن مھذاراً ولا ثرثاراً، ان سئل عن مسئلۃ کان عندہٗ علم اجاب فیھا، وما علمتہ یا امیر المؤمنین الا صائنا لنفسہٖ و دینہ لا یذکر احداً الا بخیر فقال الرشید،

(جہاں تک میں جانتا ہوں ابوحنیفہؒ کے اخلاق و عادات یہ تھے کہ) نہایت پرہیزگار تھے منہیات سے بچتے تھے اہل دنیا سے احتراز تھا، اکثر خاموش رہتے تھے اور زیادہ تر سوچا کرتے تھے فضول باتیں کرنے اور بے مقصد کی گفتگو اور لایعنی کلام سے نفرت تھی جب کوئی شخص مسئلہ

هذه اخلاق الصالحين .

(مناقب ابی حنیفہؒ للذھبی ص۹ ومناقب موفق ص۱۸۱)

پوچھتا اور ابوحنیفہؒ کو معلوم ہوتا تو جواب دیتے ورنہ خاموش رہتے۔ ہر طرح سے اپنے دین وایمان کو محفوظ رکھتے غیبت سے بچتے تھے جب بھی کسی کا ذکر کرتے بھلائی کے ساتھ کرتے' ہارون الرشید نے ابویوسف کا بیان سنا تو کہنے لگا۔'' صالحین کے اخلاق ایسے ہی ہوتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کے اخلاص وللّٰہیت' دیانت وتقویٰ اور اخلاق ومحاسن کی مندرجہ بالا اجمالی تصویر جو قاضی ابویوسفؒ کی زبانی ہارون الرشید کے دربار میں بیان کی گئی یقیناً بڑے محتاط اور بغیر کسی مبالغہ کے حقیقت پسندانہ اور واقعاتی صورت کا عکس جمیل پیش کیا گیا۔ بھرے دربار میں علماء اور معاصرین کی موجودگی میں جہاں حاسدین ومخالفین انگل رکھنے کی تاک میں ہوں مبالغہ آرائی کا تصور کب کیا جاسکتا تھا۔

مطالعہ وکتب بینی کا سرسری ذوق رکھنے والے گو اسے کچھ بھی نہ سمجھیں یا فصاحت وبلاغت کی ایک جھلک قرار دیں یا مرقجہ درویشی وبزرگی پر حمل کریں غرض جو کچھ کہیں کہہ سکتے ہیں مگر علمی وروحانی اوصاف کے نکتہ شناس اور بحرِ معرفت کے غواص سمجھ سکتے ہیں کہ یہ طرزِ زندگی بظاہر جتنی بھی سادہ اور آسان نظر آتی ہے مگر اس کو عمل وکردار کی دنیا میں نباہ کے انجام دینا اسی قدر مشکل اور ہر لحاظ سے قابلِ قدر ہے۔

ابوحنیفہؒ کے حسنِ اخلاق سے شرابی فقیہ بن گیا :

امام اعظمؒ کے سوانح نگار ایک شرابی کا دلچسپ قصہ عام طور پر نقل کرتے آئے ہیں لکھا ہے کہ یہ شرابی موچی تھا جو امام ابوحنیفہؒ کا پڑوسی تھا دن بھر بازار میں کام کرتا جوتے

بناتا اور گانڈھتا۔کام سے فارغ ہوتا تو اپنی کمائی سے پینے پلانے کا سامان اور شراب وکباب لے کر گھر آتا۔محفل جماتا دوستوں کو بھی مدعو کرتا۔رات بھر نشہ کی حالت میں خوب اودھم مچاتا۔راوی کا بیان ہے کہ ہم نے اس کے پڑوس میں ہونے کی وجہ سے اس کے بہت سے خرافات سنے اور نشہ کی حالت میں وہ یہ شعر کثرت سے پڑھتا تھا جو بار بار سن کر سب کو یاد ہو گیا .... ؎

اَضَاعُونِی وَاَیَّ فَتیً اَضَاعُوا　　　لِیَومٍ کَرِیهَةٍ وسِدَادِ ثِغُرِ

ترجمہ:۔لوگوں نے مجھے ضائع کر دیا اور کتنے بڑے باکمال نوجوان کو ضائع کر دیا جو جنگ کے دنوں اور کٹھن حالات میں اور ملک کی سرحدوں کی حفاظت میں کام آ سکتا تھا۔

امام ابو حنیفہؒ اسے بار بار سمجھاتے‘ نصیحت کرتے مگر وہ ان حرکتوں سے باز نہ آتا محلہ والے بھی اس کی ان ہنگامہ آرائیوں سے تنگ تھے۔شاید کسی نے تنگ آ کر شکایت کر دی ہو گی کہ ایک روز جب رات ہوئی تو پولیس اس کے گھر آ دھمکی اور بے چارہ گرفتار ہو کر جیل چلا گیا۔جب رات ہوئی تو امام ابو حنیفہؒ کے کانوں میں حسبِ معمول اپنے اس شرابی پڑوسی کی آواز نہ آئی۔دریافت فرمایا کہ ہمارے پڑوسی کو کیا ہو گیا ہے کہ آج ہمیشہ کا معمول ترک کر دیا ہے۔جب لوگوں نے اصل صورت حال بتائی تو بے چین ہوئے اور اپنے فاسق اور فاجر پڑوسی کی مصیبت میں گرفتاری کو ایک لمحہ بھی برداشت نہ کر سکے۔خلاف دستور اپنے بلند مقام کا خیال کیے بغیر اپنے رفقاء کی ایک جماعت ساتھ لے کر دارالامارۃ پہنچے۔کچہری میں کھلبلی مچ گئی کہ امام ابو حنیفہؒ آج یہاں کیسے پہنچ گئے۔حاکم کو اطلاع ہوئی تو اجلاس چھوڑ کر باہر نکل آیا اور بڑی تعظیم وتوقیر کی اور خاطر ومدارات سے پیش آیا۔امام صاحب سے اس نے پڑھا بھی تھا۔بہر حال تعجب سے حاکم نے امام صاحبؒ سے پوچھا کہ آج خلافِ معمول یہاں آپ کے قدم رنجہ فرمانے کی وجہ کیا ہوئی۔حاکم امام صاحب کا یہ جواب سن کر

دنگ رہ گیا۔ جب امام صاحبؒ نے فرمایا۔

کہ میرے محلّہ کا ایک موچی جو میرا پڑوسی ہے۔ پولیس والوں نے اسے گرفتار کر کے جیل بھجوادیا ہے۔ میں حاضر ہوا ہوں کہ میری ذمہ داری پر اسے اب رہا کر دیا جائے بھلا اس میں حاکم کے لئے عذر کی گنجائش کیا ہو سکتی تھی۔ بہر حال حاکم نے امام صاحب کے شرابی پڑوسی اور اس کے عیاش ساتھیوں کو آزاد کر دیا۔

جب ابوحنیفہؒ کا پڑوسی جیل سے باہر آیا تو دیکھا گیا کہ امام صاحبؒ اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہیں اور اسے بار بار کہے جا رہے ہیں کیوں بھائی! میں نے تو آپ کو ضائع نہیں ہونے دیا اور اس سے امام صاحبؒ کا اس کے گائے ہوئے مشہور شعر کو اشارہ تھا جو اوپر درج کر دیا گیا ہے۔

موچی بے چارہ آنکھیں جھکائے ہوئے تھا ابوحنیفہؒ کے اس خُلقِ عظیم سے بے حد متاثر، ندامت میں ڈوبا ہوا تھا اور بڑے ادب سے عرض کر رہا تھا۔

لا یا سیدی و مولائی لا ترانی بعد الیوم افعل شیئا تتاذی به .

(مناقب موفق ص ۲۰۱۔ دوفیات الاعیان ج ۵ ص ۴۱۰)

نہیں میرے سردار! میرے آقا! آج کے دن کے بعد آپ مجھے ایسی حرکتوں میں مبتلا نہیں پائیں گے جن سے آپ کو اذیت پہنچی ہو۔

چنانچہ اس کے بعد وہ باقاعدگی سے امام صاحبؒ کے حلقہ درس میں شریک ہونے لگا۔ کہتے ہیں کہ وہ اپنی توجہ میں سچا ثابت ہوا اور ایک وقت آیا کہ وہی شرابی کوفہ کے علماء کبار میں شمار ہونے لگا۔

اپنے مقروض کو معاف کر دیا اور اس سے معافی بھی مانگ لی :

مشہور شیخ الصوفیہ حضرت شقیق بلخیؒ کی یہ چشم دید روایت نقل کی جاتی ہے۔ کہتے

ہیں کہ میں ایک روز امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ جارہا تھا۔ اتنے میں دور سے آتے ہوئے ایک شخص نے ہمیں دیکھ کر راستہ بدل دیا اور ایک دوسری گلی میں مڑ گیا۔ شقیق فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ امام صاحبؒ اس شخص کو پکار رہے ہیں۔

”جس راستے پر تم آرہے تھے اس پر چلے آؤ بھائی! دوسری راہ تم نے کیوں اختیار کرلی۔“

بے چارہ راہ گیر ٹھہر گیا۔ ہم قریب پہنچے تو بے چارہ کچھ شرمایا سا کھڑا ہوا ہے۔ امام اعظمؒ نے اس سے پوچھا کہ بھائی! تم نے اپنی راہ کیوں بدل لی؟ راہ گیر نے عرض کیا حضرت! دس ہزار کی رقم آپ کی مجھ پر باقی ہے، ادا کرنے میں تاخیر ہوگئی ہے۔ آپ کو دیکھ کر سخت ندامت ہوئی نظر برابر کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ اس لئے دوسری گلی کی طرف مڑ گیا تھا۔

امام اعظمؒ نے فرمایا: سبحان اللہ! بس اتنی سی بات کے لئے تم نے مجھے دیکھ کر راستہ بدل دیا تھا۔ اور مجھ سے چھپنے کی کوشش کی صرف یہی نہیں بلکہ امام صاحب نے قرض دار کو یہ بھی کہا کہ

قد وهبت منى كله. جاؤ! میں نے یہ ساری رقم اپنی طرف سے تمہیں بخش دی ہے۔ (مناقب موفق ص ۲۳۹)

امام اعظمؒ نے صرف اس پر کہاں اکتفا کیا شقیق راوی ہیں کہ اس پر مستزاد یہ کہ امام اعظمؒ نے اپنی طرف سے اپنے قرض دار سے معافی مانگ لی اور اسے بڑی لجاجت سے یہ بھی کہہ رہے تھے کہ:

بھائی! مجھے دیکھ کر تمہارے دل میں ندامت یا دہشت کی جو کیفیت پیدا ہوئی خدا کے لئے معاف کردو۔ (عقود الجمان ص ۲۳۵)

ایک مظلوم حمامی کی نصرت کا واقعہ :

علامہ نعمانی نے قلائدہ عقود العقیان کے حوالہ سے ایک قصہ نقل کیا ہے، جس سے بظاہر ابو حنیفہؒ کو تدوینِ فقہ کے خیال کی انگیخت ہوئی ہے لکھتے ہیں کہ :

دو شخص حمام میں نہانے گئے اور حمامی کے پاس کچھ امانت رکھتے گئے۔ ایک ان میں نہا کر نکلا اور حمامی سے امانت طلب کی اس نے دیدی اور یہ چلتا بنا۔ جب دوسرا حمام سے باہر آیا اور امانت مانگی تو حمامی نے عذر کیا اور کہا کہ میں نے تمہارے شریک کے حوالے کر دی ہے اس نے عدالت میں استغاثہ کیا۔

قاضی صاحب نے حمامی کو ملزم ٹھہرایا کہ جب دونوں نے مل کر تیرے پاس امانت رکھی تھی تو تیرے لئے لازم تھا کہ دونوں کی موجودگی میں امانت واپس کرتا۔ بے چارہ حمامی گھبرایا ہوا امام اعظمؒ کے پاس آیا اور سارا ماجرا سنایا۔ امام صاحب نے فرمایا تم جا کر اس شخص سے کہو کہ میں تمہاری امانت ادا کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن قاعدہ کے موافق تنہا تمہیں نہیں دے سکتا۔ اپنے شریک کو لاؤ تو مجھ سے لے جاؤ۔ اس طرح شریک کو لایا نہ جا سکا اور بے چارہ مظلوم حمامی ابو حنیفہؒ کی تدبیر سے ناجائز ظلم سے محفوظ رہا۔ (سیر النعمان)

ابو حنیفہؒ کی تدبیر راست آئی اور متاع گم شدہ مل گئی :

ایک صاحب نے امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے کچھ روپے ایک جگہ احتیاط سے رکھ دیئے تھے اب ہزار کوشش کے باوجود یاد نہیں آ رہا کہ کہاں رکھے تھے مجھ کو سخت ضرورت پیش ہے۔

امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا: بھائی یہ مسئلہ تو فقہ میں کہیں بھی مذکور نہیں۔ مجھ سے کیا پوچھنے آئے ہو۔ اس شخص نے بڑی لجاجت کی اور کہا۔ خدارا ! میری مدد فرمایئے، تو امام

ابوحنیفہ نے فرمایا۔ ابھی سے وضو کر کے ساری رات نماز پڑھو۔

صاحبِ واقعہ نے وضو کیا اور نماز پڑھنی شروع کر دی۔ اتفاق یہ کہ تھوڑی دیر بعد کہ ابھی چند رکعت نماز پڑھی تو اس کو یاد آ گیا کہ روپے فلاں جگہ رکھے تھے۔ وہ شخص دوڑا ہوا امام اعظم ابوحنیفہؒ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ آپ کی تدبیر راست آئی اور مجھے گم شدہ متاع مل گئی۔

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہاں شیطان کب گوارا کر سکتا تھا کہ رات بھر نماز پڑھتے رہو اس لئے اس نے جلد یاد دلا دی دیا۔ تاہم تمہارے لئے مناسب یہ تھا کہ اس کے شکریہ میں شب بیداری کرتے اور تمام رات نمازیں پڑھتے تاکہ شیطان کو بھی ذلت نصیب ہوتی۔

(وفیات الاعیان لابن خلکان ج ۵ ص ۴۱۱ وعقود الجمان ص ۲۶۸)

اسلامی ریاست کے غیر مسلم باشندے کے لئے ابوحنیفہؒ کی خلیفہ کے دربار میں سفارش :

انسانی ہمدردی کے عام واقعات اور وہ بھی اہلِ اسلام کے ساتھ مؤاسات وہمدردانہ معاملات کے حیرت انگیز واقعات امام اعظم ابوحنیفہؒ کی سیرت کا ایک بہت بڑا حصہ ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ابرِ کرم اور حسنِ سلوک کی بارش کے لئے اسلام کی شرط بھی نہیں تھی۔ صاحبِ معجم نے ابن بشکوال کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ :

"ایک مرتبہ مشہور عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور کے دربار میں ایک ذمی (اسلامی ریاست ایک غیر مسلم باشندے) کی کوئی مشکل پیش آئی تھی۔ خلفاء اور بادشاہوں سے طبعاً نفرت واجتناب کے باوجود انسانی خدمت ومروت کے جذبات سے معمور طبیعت رکھنے والے امام ابوحنیفہؒ کو دیکھا گیا کہ صرف ایک دو مرتبہ نہیں اور مہینوں یا ہفتوں کے فاصلے

سے بھی نہیں بلکہ ایک ہی دن میں چار مرتبہ اپنے قاصد کو خلیفہ کے دربار میں سفارش کا خط دے کر بھیجا جب اس سے کام بنتا نظر نہ آیا تو اسی ذمی یعنی غیر مسلم کے لئے پانچویں مرتبہ بنفسِ نفیس خلیفہ کے دربار میں تشریف لے گئے اور اس کی سفارش کی اور اس وقت تک مُصر رہے جب تک کہ اس کا کام بر آیا۔ (معجم المصنفین ج ۲ ص ۱۶۸)

سفارش ذمی کی ہے اور وہ بھی کسی تھانیدار یا مجسٹریٹ یا گورنر کے پاس نہیں اپنے سب سے بڑے دشمن اور مخالف' اور اپنے وقت کے مطلق العنان فرماں روا' خلیفہ منصور کے دربار میں' یہ حقیقت ہے کہ اتنی بڑی جرأت اور واقعات کی دنیا میں اس کو برت کر دکھانا دل گردے کا کام ہے جسے امام اعظم ابوحنیفہؒ نے نباہ کر دکھایا۔

ابوحنیفہؒ کے نام سے کام ہوا اور امام صاحبؒ بے حد مسرور ہوئے :

امام اعظمؒ کے تمام سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک صاحب امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا حضرت! مجھے احتیاج اور ایک ضرورت پیش آ گئی تھی۔ میں نے آپ کی طرف سے آپ پر اعتماد کرتے ہوئے فلاں تاجر کے نام رقعہ لکھا کہ وہ مجھے تیس اشرفیاں بطور قرض کے بھیج دے، چنانچہ اس نے وہ بھیج دی ہیں۔ میں نے وصول کر کے اپنی مشکل حل کر لی ہے۔ لکھا ہے کہ امام صاحب یہ بات سن کر بجائے بگڑنے' ناراض ہونے یا بغیر اجازت کے کام پر سیخ پا ہونے کے یہ کہہ رہے تھے بھائی! میں نہیں سمجھتا کہ کسی سے نفع اٹھانے کا ایسا طریقہ بھی ہو سکتا ہے اگر آپ کو اس سے بھی نفع پہنچا ہے تو مبارک ہو"۔ (عقود الجمان ومناقب موفق ص ۲۴۳)

اسی قسم کی ایک دوسری روایت بھی منقول ہے کہ جرجان کے گورنر کے نام امام ابوحنیفہؒ کے کسی ملنے والے نے امام صاحب کی طرف سے خط لکھا اور اس میں گورنر سے چار

ار درہم کا مطالبہ کیا۔ گورنر نے خط پاتے ہی اسی وقت لکھنے والے کو چار ہزار درہم کی رقم روانہ کر دی۔ جب امام صاحب کو یہ خبر معلوم ہوئی تو کبیدہ خاطری اور رنجش و ناراضگی کے بجائے وہی کچھ فرمایا جو پہلے شخص سے کہا تھا۔ (مناقب موفق ص ۲۴۳)

گالیوں کا جواب اخلاق سے :

حاسدوں کا گروہ گاہے گاہے شہر کے غنڈوں کو آمادہ کر کے امام اعظمؒ کو بری بھلی باتیں بھی سنوایا کرتا تھا۔ تذکرہ نگاروں نے بیسیوں واقعات نقل کئے ہیں۔ ہم یہاں بطورِ نمونہ ایک واقعہ درج کئے دیتے ہیں۔

لکھا ہے کہ انہی غنڈوں میں ایک شخص امام صاحب کو سرِ راہ بُرا بھلا اور سخت سست کہتے ہوئے پیچھا کئے چاہتا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ امام صاحب بھی اس کی یاوہ گوئیوں کے جواب میں کچھ کہیں۔ مگر امام ابوحنیفہؒ اس کی خرافات اور مغلظ گالیاں سنتے' سر جھکائے گھر کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ جب امام صاحبؒ نے کچھ بھی جواب نہ دیا تو گالیاں بکنے والا کھسیانا سا ہو کر کہنے لگا کہ

''کیا مجھے کوئی کتا فرض کر لیا ہے کہ میں بھونک رہا ہوں اور تم جواب بھی نہیں دیتے''۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب امام صاحب اپنے گھر کے دروازہ پر پہنچ گئے، تب گالیاں بکنے والے سے خطاب کر کے فرمایا۔

لو بھائی! اب تو میری حویلی آ گئی اندر چلا جاؤں گا اگر جی نہ بھرا ہو تو میں ٹھہر جاتا ہوں تم اپنی بھڑاس اچھی طرح نکال لو۔ (عقود الجمان ص ۲۹۱'۲۹۲ موفق ص ۲۴۸)

بے پناہ صبر و تحمل :

کسی بدنصیب نے غیض و غضب اور شدت بغض و عداوت میں آ کر حضرت امام

اعظم ابوحنیفہؒ کو طمانچہ مارا تو حضرت امام اعظمؒ نے حد درجہ تلطف وانکسار سے فرمایا۔

بھائی ! میں بھی تمہیں طمانچہ مار سکتا ہوں لیکن مارتا نہیں' میں خلیفہ سے تمہاری شکایت کر سکتا ہوں لیکن نہیں کرتا، سحر گاہی کے وقت تیرے ظلم سے خدا تعالیٰ کے آگے فریاد کر سکتا ہوں لیکن نہیں کرتا اور قیامت کے روز تمہارے ساتھ خصومت اور مقدمہ کر کے نصاف حاصل کر سکتا ہوں۔ مگر یہ بھی نہیں کرتا۔ بلکہ اگر مجھے قیامت کے روز دستگاری ماصل ہوئی اور میری سفارش قبول ہوئی تو تیرے بغیر میں جنت میں قدم بھی نہ رکھوں گا۔

(حدائق الحنفیہ)

صبر و تحمل کی انتہا :

عبدالرزاق بن ہمام کی روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے امام اعظمؒ سے بڑھ کر حلیم رطبعاً بردبار نہیں دیکھا۔ ہوا یوں کہ ایک مرتبہ امام صاحب مسجدِ خیف میں تشریف فرما تھے۔ ؛ لمذہ و معتقدین کا حلقہ قائم تھا۔ اتفاق سے میں بھی اسی محفل میں موجود تھا کہ بصرہ سے آئے ئے کسی صاحب نے کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ امام صاحب نے انہیں مفصل جواب دیا۔ ل نے کہا کہ اس مسئلہ میں امام حسن بصریؒ نے یوں کہا ہے کہ ان کی یہ رائے ہے۔

امام صاحبؒ نے فرمایا :

اخطأ الحسن — امام حسن سے غلطی ہوئی ہے

امام ابوحنیفہؒ کا یہ کہنا تھا کہ اسی حلقہ سے ایک شخص کھڑا ہوا جس نے منہ کو لپیٹ اتھا اور امام صاحب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ن الزانیہ — اے بدکار عورت کے بچے آپ یہ کہتے ہیں کہ حسن نے غلطی کی؟

لوگوں نے اس کی یہ شنیع حرکت دیکھی تو مشتعل ہوئے بہت سوں کے خون لنے لگے اور بہت سوں نے آستینیں چڑھالیں۔ قریب تھا کہ اس کو یہیں اپنے کیے کی

بدترین سزادے دیں مگر امام صاحب نے بڑی سکینت اور وقار سے سب کو خاموش کر دیا اور قدرے غور و تامل کے بعد فرمانے لگے۔

نعم اخطا الحسن و اصاب ابن مسعود فیما رواہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.

جی ہاں! حسن سے غلطی ہوئی اور عبداللہ بن مسعود درست کہتے ہیں جس طرح کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے۔ (عقود الجمان ص ۲۸۷ و ابوزہرہ ص ۵۶)

ایسے موقع پر جب کوئی بے تمیزی اور گستاخی سے پیش آتا اور گروہی وابستگی میں بغض و عداوت اور استہزاء و گستاخی کی انتہا کو پہنچ جاتا تب بھی امام صاحب دعائیں دیتے، معاف کرتے اور نفع و خیر خواہی کے سراپا پیکر بن جاتے۔

ہزار درہم کی تھیلی مستحق کو پہنچ گئی:

ایک مرتبہ ایک شخص نے اپنے دوست کو ایک تھیلی (جس میں ایک ہزار درہم موجود تھے۔) سپرد کرتے ہوئے یہ وصیت کی جب میرا بچہ بڑا ہو جائے تو اس میں سے جو آپ کو پسند ہو میرے بیٹے کے حوالے کر دیں چنانچہ وہ لڑکا بالغ ہوا اور عقل و شعور میں پختگی ہوئی تو اس کے باپ کے دوست نے اپنے مرحوم دوست کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے خالی تھیلی اس کے بیٹے کے حوالے کر دی۔ اور ہزار درہم اپنے پاس رکھ لئے۔ لڑکے کو جب اصل صورتِ حال معلوم ہوئی تو اس نے بڑا واویلا کیا۔ مگر اس کے باپ کے دوست نے کہا کہ یہ تو تیرے باپ نے مجھے اجازت دے رکھی تھی کہ جو چیز تمہیں پسند ہو وہ میرے بیٹے کے حوالے کر دے لہٰذا میں نے تھیلی کو پسند کیا اور تیرے حوالے کر دی۔ شرعاً میں نے مرحوم کی وصیت پر صحیح عمل کیا اور عنداللہ میں بری ہوں۔

جب لڑکا کسی طرح بھی کامیابی حاصل نہ کر سکا تو بے چارہ امام اعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں سارا قصہ سنایا۔ تو امام صاحب نے وصی (لڑکے والے باپ کے دوست) کو بلایا۔ اور اس سے کہا کہ جب اس لڑکے کے باپ نے، جو تمہارے دوست تھے تمہیں یہ وصیت کی تھی کہ جو چیز تمہیں پسند ہو وہ میرے بچے کے حوالے کر دو۔ تو محترم! تمہیں اپنی پسند کی چیز اس بچے کے حوالے کرنا ہوگی۔ ہزار درہم جو تم نے اپنے پاس روک رکھے ہیں وہ تمہیں پسند ہیں اس لئے کہ انسان اپنے لئے وہی چیز روکتا ہے جو اسے پسند ہوتی ہے لہذا ہزار درہم اس لڑکے کے حوالے کرنا ہوں گے۔ (عقود الجمان ص ۲۸۱)

احترام استاد:

محمد بن یوسف صالحیؒ نے لکھا ہے کہ:

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے دل میں استاذ کے احترام اور عظمتِ شیخ کا یہ عالم تھا کہ جب تک زندہ رہے استاد کے گھر کی طرف پاؤں پھیلا کر نہیں سوئے حالانکہ ابوحنیفہؒ اور ان کے استاد امام حمادؒ کے گھروں کے درمیان فاصلہ طویل تھا اور درمیان میں تقریباً سات گلیاں پڑتی تھیں۔ (ایضاً ص ۲۹۳)

خود انکاری و تواضع:

اپنے علم کے متعلق امام اعظمؒ کے جو احساسات تھے ان کا پتہ خود ان کے بعض اقوال سے چلتا ہے کہتے ہیں کہ کوفہ کے بازار میں ایک آدمی یہ کہتے ہوئے داخل ہوا کہ ابوحنیفہؒ فقیہ کی دوکان کہاں ہے؟ اتفاق سے یہ سوال انہوں نے خود امام ابوحنیفہؒ سے کیا تو امام صاحب نے جواب میں فرمایا:

لیس هو بفقیه انما هو مفت متكلف وہ فقیہ نہیں ہے بلکہ زبردستی مفتی (یعنی فتویٰ دینے والا) بن بیٹھا ہے۔ (عقود الجمان ص ۲۷۵ ومناقب موفق ص ۱۳۴)

امام ابو حنیفہؒ نے امام اعمشؒ کی مشکل حل کر دی :

امام اعمش مشہور تابعی ہیں اور اکابر محدثین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ سلیمان اصل نام تھا۔ ۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۷ھ میں وفات پائی۔ چار ہزار احادیث زبانی بیان کیا کرتے تھے۔ ان کے پاس کتاب نہیں ہوتی تھی۔ ظاہری شکل وصورت کے لحاظ سے اچھے نہیں تھے۔ اعمش کہلانے کی وجہ بھی یہی ہے کہ ان کی آنکھوں میں عموشت (چندھیاپن) آ گئی تھی۔ دوسری جانب ان کی رفیقۂ حیات' نہایت حسین اور جمیل تھی۔ اپنے حسن و جمال پر اسے غرور تھا۔ بات بات پر اعمشؒ سے جھگڑتی اور ہر کام میں جھگڑے کی بات پیدا کر لیتی۔ مختلف حیلوں اور بہانوں سے امام اعمش کو تنگ کر کے آپ سے ہمیشہ کے لئے نجات کی خواہش مند رہتی۔

ایک روز عشاء کے بعد کسی مسئلہ پر تنازعہ ہوا۔ دونوں طرف سے بات بڑھ گئی اور شدت اختیار کر گئی۔ بالآخر بیوی نے امام اعمش سے بولنا بند کر دیا۔ امام اعمشؒ نے ہزار جتن کئے۔ مختلف ترکیبیں سوجھیں مگر بیوی ان سے بولنے پر کسی طرح بھی رضامند نہ ہوئی۔ آخر غصہ میں آ کر امام اعمشؒ نے قسم کھائی کہ اگر آج کی رات تو میرے ساتھ نہ بولی تو تجھ پر طلاق بائن۔ غصہ اور جذبات میں امام اعمش کے منہ سے یہ الفاظ نکل تو گئے مگر گھریلو حالات' چھوٹے بچوں کی نگہداشت' امور خانہ داری اور زوجہ کی رفاقت میں فطری تسکین خاطر اور دیگر مہم مسائل جب سامنے آئے تو حد درجہ نادم اور پشیمان ہوئے مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ ایک کے پاس گئے' دوسرے سے ملے مگر کوئی تدبیر نہ سوجھی۔ بالآخر امام اعظم ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا۔ امام ابو حنیفہؒ نے تسلی دی اور فرمایا' کوئی فکر کی بات نہیں۔ اطمینانِ خاطر رکھئے آج صبح کی اذان آپ کے محلے میں صبح صادق سے پہلے پڑھوا دوں گا۔

چنانچہ امام ابوحنیفہؒ خود بنفسِ نفیس مسجد کے مؤذن سے ملے اور انہیں صبح صادق سے قبل اذان کہنے پر رضامند کر لیا۔ ابھی صبح صادق طلوع نہ ہوئی تھی کہ مؤذن نے اذان دے دی۔

اُدھر امام اعمشؒ کی بیوی نے جو پہلے ہی سے بوریا بستر سمیٹے صبح کی اذان کی منتظر بیٹھی تھی۔ نے اذان سنی تو خوش ہوئی اور جوش مسرت میں بول اٹھی۔

''خدا کا شکر ہے آج بوڑھے بداخلاق سے میرا دامن پاک ہوا''۔

امام اعمشؒ نے کہا' خدا کا شکر ہے کہ مؤذن نے امام ابوحنیفہؒ کی مہربانی سے صبح صادق سے قبل اذان دے کر آپ کے ٹوٹنے والے رشتہ کو میرے ساتھ ہمیشہ کے لئے جوڑ دیا۔ (عقود الجمان ص ۲۷۵ و مناقب موفق ص ۱۴۴)

امام اعمشؒ اور آٹے کی تھیلی امام اعظم نے مشکل حل کر دی:

امام ابوبکر بن محمد زرنجری نے مناقب ابوحنیفہ میں نقل کیا ہے۔ کہ:

امام اعمش کو اوائل میں امام اعظم ابوحنیفہؒ سے میلان اور لگاؤ کم تھا اور ان کے بارے میں کچھ اچھی رائے نہ رکھتے تھے۔ امام اعمشؒ خلقی طور پر خوبصورت نہ تھے اور طبعی طور پر تیز تھے۔ اپنی مزاجی اور طبعی حدت کی وجہ سے گاہے گاہے مصیبت میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حلف اٹھا بیٹھے کہ

''اگر میری بیوی نے مجھے آٹا کے ختم ہونے کی خبر دی یا اس سلسلہ میں کچھ لکھ کر دیا یا پیغام بھیجا یا کسی دوسرے کے سامنے اس کا ذکر کیا کہ مجھے آٹا کے ختم ہونے کی اطلاع ہو یا اس سلسلہ میں کوئی اشارہ کیا تو اس پر طلاق ہو۔ بیوی بے چاری حیران اور پریشان ہو گئی وہ اس مصیبت سے خلاصی چاہتی تھی۔ گھریلو ضرورت اور قوتِ لایموت کے لئے آخر آٹے کے بغیر کیسے گزارا کیا جا سکتا تھا۔ بڑے بڑے علماء اور فقہاء سے مسئلہ دریافت کیا گیا مگر کوئی

حل سامنے نہ آیا۔ مشورہ دینے والوں نے امام ابوحنیفہؒ سے مشکل حل کرانے کی بات کی تو فوراً امام صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سارا ماجرا سنا دیا۔ امام اعظمؒ نے فرمایا اس میں پریشانی کی کیا بات ہے مسئلہ سہل اور آسان ہے فرمایا۔

رات کو جب امام اعمشؒ سو جائیں تو چپکے سے آٹے کی تھیلی ان کی چادر یا لنگی یا ان کے کسی بھی کپڑے کے ساتھ باندھ دیجئے جب صبح اٹھیں گے تو آٹے کی خالی تھیلی کو اپنے کپڑے کے ساتھ بندھا ہوا دیکھ کر خود بخود یہ سمجھ جائیں گے کہ گھر میں آٹا ختم ہو گیا ہے اس طرح تمہارے معاش اور گذرانِ اوقات کی تدبیر ہوتی رہے گی۔ چنانچہ امام صاحب کی ہدایت کے مطابق امام اعمش کی بیوی نے ایسا ہی کیا۔ جب امام اعمش خواب سے اٹھے اور چادر اور لنگی اٹھائی یا کپڑے سمیٹے تو دیکھا کہ آٹے کی تھیلی ساتھ بندھی ہوئی ہے کپڑے کے اٹھانے سے وہ بھی کھچ کر ان کے پاس آ گئی، سمجھ گئے کہ گھر میں آٹا ختم ہو گیا ہے۔

اعمش نے یہ منظر دیکھا تو پس منظر کے مدبر کو بھی جان گئے اور کہنے لگے خدا کی قسم یہ حیلہ اور خلاصی کی ایسی تدبیر تو ابوحنیفہؒ ہی کی ہو سکتی ہے اور ہماری بات آگے چل کب سکتی ہے جب ابوحنیفہؒ موجود ہوں؟ اس شخص نے تو ہماری عورتوں پر ہماری قلتِ فہم اور عجزِ رائے ظاہر کر کے ہماری فضیحت کر دی ہے۔ (عقود الجمان ص ۲۷۶)

ابوحنیفہؒ کی تدبیر سے مظلوم کے قتل کا فیصلہ گورنر نے آزادی سے بدل دیا:

ایک روز امام اعظم ابوحنیفہؒ کا گورنر ابن ہبیرہ کے ہاں جانا ہوا۔ اچانک دیکھا کہ اس کے سامنے ایک شخص کو پیش کیا گیا ہے جسے وہ قتل کر دینے کی دھمکی سنا رہا ہے۔ مگر ابوحنیفہؒ کے تشریف لانے سے گورنر ابن ہبیرہ امام صاحب کے لئے سراپا اکرام و اعزاز بن گئے۔ بے

چارے قتل کی دھمکی سنائے جانے والے مظلوم نے دیکھا کہ گورنر کے ہاں امام ابو حنیفہؒ کا اکرام و اعتماد ہے اور ہمہ پہلوان کی رعایت کی جاتی ہے تو اس نے از خود گورنر کے سامنے امام صاحبؒ سے عرض کیا :

اے ابو حنیفہؒ! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟

امام صاحبؒ ابن ہبیرہ کی دھمکی کے پیش نظر مظلوم سائل کے سوال کی حقیقت اور اس کے پس منظر کو سمجھ چکے تھے تو آپ نے بغیر کسی تامل کے اور سائل سے بغیر سابقہ تعارف کے فوراً ارشاد فرمایا کہ :

ہاں! آپ کو تو میں پہچانتا ہوں آپ وہی تو ہیں کہ جب اذان دیتے وقت کلمہ **لاالہ الا اللہ** پر آتے ہو تو آواز کو خوب کھینچ لیتے ہو۔

سائل نے کہا: جی ہاں آپ نے درست فرمایا۔

ابو حنیفہؒ کا اسی کلام سے مقصد یہ تھا کہ میں اسے جانتا ہوں کہ یہ شخص اہلِ توحید سے ہے گورنر ابن ہبیرہ نے یہ سنا تو کہا اچھا بھائی اذان کہو اس نے اذان کہی۔

امام صاحب نے فرمایا درست ہے۔ ماشاء اللہ جزاک اللہ۔ گورنر ابن ہبیرہ نے یہ دیکھا تو اسے آزاد کر دیا۔ (عقود الجمان ص ۲۸۵ و مناقب موفق ص ۱۶۲)

سو روپے کے مطالبہ پر بھی ابو حنیفہؒ نے پانچ سو روپے ادا کئے :

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ کوئی عورت خز کا تھان لے کر امام اعظمؒ کی دکان پر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا یہ کپڑا ابھی فروخت کرا دیجئے۔

امام صاحبؒ نے عورت سے اس کی قیمت پوچھی۔

کہنے لگی سو روپے۔ امام صاحب نے فرمایا یہ تو بہت کم ہے۔

کہنے لگی دو سو روپے امام صاحبؒ نے کہا یہ بھی تو کم ہے۔ عورت متعجب ہوئی تو

امام صاحب نے فرمایا یہ تھان پانچ سو روپے سے کم قیمت کا ہرگز نہیں۔

عورت نے امام صاحبؒ سے کہا آپ شاید میرے ساتھ ہنسی مذاق کر رہے تھے۔

امام صاحبؒ نے ہنسی مذاق کب کرنا تھا۔ پانچ سو روپے اپنے پاس سے عورت کو دے دیئے اور تھان اپنے پاس رکھ لیا۔

آج کی دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا نظر آئے اور اگر کوئی ایسا اقدام کرنے کے لئے تیار بھی ہو جائے تو بھی نظر خسارہ اور تاوان پر جائے۔ مگر امام اعظمؒ کے اس محتاط عمل اور دیانت سے بھرپور کردار نے ان کے کاروبارِ تجارت کو خسارہ اور نقصان کے بجائے مزید چمکایا اور آگے بڑھایا۔ (عقود الجمان ص ۲۴۳ و مناقب موفق ص ۱۹۷)

غسلِ جنابت بھی ہو گیا اور طلاق بھی واقع نہ ہوئی !

ایک صاحب امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے بظاہر ایک لاینحل مشکل درپیش ہے۔ اگر غسل کرتا ہوں تو بیوی کو طلاق ہوتی ہے اگر جنابت میں رہتا ہوں تو اللہ ناراض ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ میں نے قسم کھا رکھی ہے اگر یہ غسلِ جنابت کروں تو میری بیوی پر تین طلاق.......... اب کیا کروں' خدارا میری مدد فرمائیے۔

امام ابوحنیفہؒ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور باتوں باتوں میں انہیں وہاں قریب کے ایک نہر کی پل پر لائے اور دفعۃً اسے پانی میں دھکا دے دیا۔ وہ شخص از سر تا قدم پانی میں ڈوب گیا پھر امام صاحبؒ نے اسے باہر نکلوایا اور اس سے فرمایا۔

جا ! اب تیرا غسل بھی ہو گیا ہے اور بیوی کو بھی طلاق نہیں ہوئی۔

(مناقب موفق ص ۲۴۱)

ابوحنیفہؒ کے قیاس سے مالِ مسروقہ برآمد ہو گیا :

ایک مرتبہ امام اعظمؒ کے پڑوس میں کسی صاحب کا مور (طاؤس) گم ہو گیا۔ بے

چارے نے بڑی محبت سے پال رکھا تھا۔ بہت تلاش کی کہیں پتہ نہ چلا۔ بالآخر امام صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی پریشانی ظاہر کی کہ میرا مور گم ہو گیا ہے اور تلاش بسیار کے باوجود کہیں پتہ نہ چل سکا۔

امام صاحب نے فرمایا۔ اب خاموش ہو جا فکر نہ کر اللہ پاک تمہاری مدد فرمائے گا۔ جب صبح ہوئی اور امام صاحبؒ مسجد تشریف لے گئے تو حاضرین کے مجمع سے دوسری باتوں کے ضمن میں یہ بھی کہا کہ تمہارے اندر کے اس شخص کو حیا اور شرم کرنی چاہیے جو اپنے پڑوسی کا مور چرا کر نماز پڑھنے آتا ہے حالانکہ چرائے ہوئے مور کے پر اس کے سر پر ابھی موجود ہیں۔ تو جس شخص نے مور چرایا تھا جلدی سے سر پر ہاتھ مارنے لگا۔ ابوحنیفہؒ اسے تاڑ گئے۔ جب لوگ چلے گئے تو خلوت میں اسے سمجھا بجھا کر مور اس سے اپنے مالک کو واپس دلوا دیا۔ (عقود الجمان ص ۲۷۵)۔

ابوحنیفہؒ کی تدبیر سے بڑے مہر کے باوجود نادار کا نکاح ہو گیا :

بشیر بن ولید سے روایت ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے پڑوس میں ایک نوجوان رہتا تھا جو امام صاحبؒ کے حلقہ میں کثرت سے آتا اور عموماً حاضر باش رہتا۔ اس نے ایک روز حضرت امام صاحبؒ سے عرض کیا کہ میں کوفہ کے فلاں خاندان سے رشتہ کرنا چاہتا ہوں اور اس سلسلہ میں، میں نے ان کے ہاں خِطبہ یعنی پیغامِ نکاح بھی بھیج دیا ہے، مگر انہوں نے مجھ سے اتنا بڑا مَہر طلب کیا ہے جو میری مالی طاقت اور وسعت سے باہر ہے اور ادھر طبیعت بھی نکاح کر لینے کے لئے بے قرار ہے، مجھے کیا کرنا چاہیے۔

امام صاحبؒ نے فرمایا استخارہ کر لو اور پھر جو کچھ وہ مہر طلب کریں۔ کسی بھی طریقہ سے یعنی قرضہ وغیرہ لے کر انہیں دے دو۔ چنانچہ اس نے امام ابوحنیفہؒ کی ہدایت کے مطابق مطلوبہ مہر ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کر لی اور لڑکی کے خاندان کو اطلاع کر دی تو

عقدِ نکاح منعقد ہوا۔ اور وہ شخص امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کہ میں نے لڑکی کے خاندان سے درخواست کی ہے کہ مہر کی کچھ رقم اب لے لو بقیہ رقم جب بھی مجھے میسر ہو گی ادا کروں گا مگر وہ نہیں مانتے۔ اور لڑکی کی رخصتی پر رضا مند نہیں ہو رہے جب تک کہ میں سارا مہر ادا نہ کر دوں۔

امام صاحب نے فرمایا ایک حیلہ اور تدبیر اختیار کرو۔ اس وقت مہر کی رقم کسی سے قرض لے کر ادا کر دو اور کسی طرح اپنی بیوی تک پہنچ جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ ان لوگوں کی درشتی اور سخت مزاجی کی وجہ سے تمہارا کام آسان ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا لوگوں سے قرض لیا اور زیادہ تر قرضہ امام صاحبؒ نے دیا اور دینِ مہر ادا کر دیا تو والدین نے لڑکی کی رخصتی کر دی۔

اب امام صاحب نے اس شخص کو سمجھایا! کہ تم یہ ظاہر کر دو کہ تمہارا اس شہر سے دور دراز جانے کا ارادہ ہے اور یہ بھی ارادہ ہے کہ اپنی بیوی بھی اس سفر میں ہمراہ رہے گی، تو تم میں سے کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔ چنانچہ اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ دو اونٹ کرائے پر لایا اور یہ ظاہر کر دیا کہ وہ بطلبِ معاش خراسان جانے کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کا ارادہ بیوی کو بھی ہمراہ لے جانے کا ہے۔

لڑکی کے خاندان والوں پر اس کا یہ ارادہ ناگوار اور بہت شاق گذرا۔ وہ امام صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کرنے لگے اور اس سلسلہ میں مسئلہ دریافت کیا کہ اس کا شرعی حکم کیا ہے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اس کو شرعاً اختیار ہے جہاں چاہے لے جائے۔ انہوں نے کہا کہ ہم پر اپنی لختِ جگر کی جدائی بہت شاق ہے۔ ہم کسی طرح بھی لڑکی کو ساتھ لے جانے کی اجازت دینے کے لئے تیار نہیں تو امام صاحبؒ نے فرمایا تو آسان بات ہے اس کو راضی کر لو۔ اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ جو کچھ مال تم نے اس

سے لیا ہے واپس کر دو۔ جب انہوں نے یہ بات مان لی۔ تو امام صاحبؒ نے اس کو بلایا اور کہا کہ لڑکی کے خاندان والے اس بات پر رضامند ہو گئے ہیں۔ کہ جو کچھ تم سے مہر لیا ہے واپس کر دیں۔ اور تجھے قرض وغیرہ سے بری کر دیں۔

امام صاحب کی اس تجویز سے نوجوان کو شہ ملی اور مزید بگڑ گیا اور کہا۔

فانا ارید منهم شیئاً آخر فوق ذلک میں تو ان سے اس رقم سے بڑھ کر کچھ مزید حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

مگر امام صاحب نے تنبیہ کی اور اس کے ناجائز اقدام اور حصولِ دولت کے نشہ کو کافور کر دیا اور کہا یا تم اسی رقم پر راضی ہو جاؤ ورنہ پھر اگر عورت نے کسی کے بارے میں اپنے ذمہ قرض کا اعتراف کر لیا تو پھر جب تک وہ قرضہ ادا نہیں کر لیتی تم اسے اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے۔

نوجوان گھبرایا اور سٹپٹا کر کہا۔! خدارا! جو کچھ آپ دلوا رہے ہیں۔ اسی پر راضی ہوں، کہیں اس ترکیب سے وہ مطلع نہ ہو جائیں اور میرا بنا ہوا مسئلہ بگڑ جائے۔ چنانچہ جو رقم امام صاحبؒ اس کو دلوا رہے تھے اسی کو واپس لینے پر رضامند ہو گیا۔

(عقود الجمان ص ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ و مناقب موفق ص ۱۳۰)

دھوبی کا مسئلہ امام ابو یوسفؒ کی ندامت:

امام ابو یوسفؒ امام ابو حنیفہؒ کے تلمیذ رشید اور قریب ترین اصحاب سے تھے۔ ذہین، اخاذ، فقیہ اور مسائل کے استنباط و اجتہاد میں کافی دسترس رکھتے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ سے فیض حاصل کیا اور ابو حنیفہؒ کی حوصلہ افزائیوں سے خود اعتمادی پیدا ہوئی۔ ایک طویل اور شدید بیماری سے افاقہ کے بعد اپنی علیحدہ درسگاہ قائم کر لی نہ امام اعظم ابو حنیفہؒ سے اس کی اجازت لی اور نہ امام صاحب نے فی الحال ان کے مجلس درس قائم کرنے کو مناسب سمجھا۔

چنانچہ امام ابوحنیفہؒ نے ایک صاحب کو ایک استفتاء سکھلا کر امام ابو یوسفؒ کی مجلسِ درس میں بھیج دیا کہ :

"ایک شخص نے کسی دھوبی کو کپڑا دھونے کے لئے دیا۔ دھوبی نے اس کو واپس لینے کی تاریخ بتادی۔ جب کپڑے کا مالک متعینہ تاریخ کو اپنا کپڑا مانگنے آیا تو دھوبی نے کپڑا واپس دینے سے انکار کردیا۔ پھر اس کے بعد خود دھوبی کپڑا دینے آیا۔ تو کپڑے کے مالک پر اس دھوبی کی اجرت واجب ہوگی۔ یا نہیں؟ اگر ابو یوسفؒ کہیں کہ اجرت واجب ہوگی تو تم کہہ دینا کہ غلط، اور اگر کہیں کہ اجرت واجب نہیں ہوئی تب بھی کہہ دینا کہ غلط۔

چنانچہ امام حنیفہؒ کا فرستادہ شخص امام ابو یوسفؒ کی مجلسِ درس میں حاضر ہوا اور جس طرح اسے بتایا گیا تھا، اس نے وہی کیا اور کہا۔

امام ابو یوسفؒ ذہین اور دوررس تھے فوراً سمجھ گئے کہ اس کا پس منظر کیا ہے۔ گھبرائے اپنے فعل پر تنبہ حاصل ہوا۔ فوراً امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا۔ "تمہیں یہاں دھوبی والا مسئلہ لایا"

امام ابو یوسفؒ اپنے کیے پر نادم تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے مسئلہ کو سلجھاتے ہوئے فرمایا کہ جب دھوبی نے کپڑا دھونے سے پہلے کپڑا دینے سے انکار کردیا تھا تب وہ غاصب قرار پایا اور غاصب کے لئے اجرت نہیں ہوتی۔ اور جب کپڑا دھونے کے بعد انکار کردیا تھا تو کپڑا دھونے کی وجہ سے اجرت واجب ہوگئی تھی۔ اب جب وہ کپڑا از خود واپس لے آیا تو غصب کا جرم ساقط ہوگیا تو اس کا حق اجرت بدستور باقی رہا۔

(وفیات الاعیان ج۵ ص۴۰۸ وعقود الجمان ص۳۵۴)

عداوت محبت میں بدل گئی :

امام وکیعؒ کہتے ہیں کہ ہمارے پڑوس میں ایک بڑے حافظ الحدیث رہا کرتے

تھے۔ مگر انہیں امام اعظم ابوحنیفہؒ سے دشمنی تھی۔ ہمیشہ ان کی مخالفت اور عداوت میں پیش پیش رہا کرتے تھے۔ اچانک ایک روز اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان کچھ بات بڑھ گئی تو بیوی سے کہا ''اگر آج رات تو نے مجھ سے طلاق کا مطالبہ کیا اور میں نے تجھے طلاق نہ دی تو تجھ پر طلاق ہو۔'' عورت نے سنا تو جواباً کہا۔ ''اگر آج رات میں نے آپ سے طلاق کا مطالبہ نہ کیا تو میرے سارے غلام آزاد ہوں''۔

بعد میں جب ہوش ٹھکانے لگے تو دونوں کو ندامت ہوئی اور دونوں مشہور ائمہ وقت سفیان ثوری اور قاضی ابن ابی لیلیٰؒ کے پاس حاضر ہوئے۔ مگر الجھا ہوا مسئلہ نہ سلجھ سکا اور بے چارے میاں بیوی دونوں جب وہاں کوئی مخلص نہ پا سکے تو لاچار طوعاً و کرہاً امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مندرجہ بالا صورتِ واقعہ بیان کی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اسی وقت بغیر کسی تامل کے لاینحل مسئلہ چٹکی میں حل کر دیا۔ چنانچہ عورت سے فرمایا تو ابھی سے اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کر لے''۔ اس نے ابوحنیفہؒ کی ہدایت کے مطابق اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کر دیا مرد سے کہا تو عورت کے مطالبہ کے جواب میں یوں کہنا کہ تجھے طلاق ہے۔ اگر تو چاہے اور عورت سے کہا کہ خاوند کے جواب میں یوں کہنا کہ میں ہرگز طلاق نہیں چاہتی۔ چنانچہ دونوں نے ابوحنیفہؒ کی تعلیم کے مطابق عمل کیا تو ابوحنیفہؒ نے دونوں سے فرمایا اس عمل کے جواب کے بعد اب دونوں بری ہو گئے ہو اور طلاق واقع نہ ہو گی اور تمہارے اوپر کوئی حنث نہ ہو گا۔

ابوحنیفہؒ کے پڑوسی نے امام صاحبؒ کی یہ ذہانت و بصیرت اور اپنے ساتھ شفقت و مروت دیکھی تو سابقہ عداوت سے توبہ کی اور اس کے بعد دونوں میاں بیوی جب بھی نماز پڑھتے تو ابوحنیفہؒ کی مغفرت، رفعِ درجات کی دعا کرتے اور اس طرح عداوت محبت میں بدل گئی۔ (عقود الجمان ص ۲۸۲)

جھوٹے نبی سے علاماتِ نبوت کی طلب کفر ہے :

امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ لوگوں نے اسے گرفتار کر لیا شاید سزا دیتے ہوں یا بحث و مناظرہ کرتے ہوں بہر حال جھوٹے نبی نے لوگوں سے کہا :

" مجھے قدرے مہلت دے دو کہ تمہارے سامنے اپنی نبوت کے علامات اور صداقت کے نشانات پیش کر دوں۔"

لوگوں نے اس سے علاماتِ نبوت کے طلب کرنے یا دیکھنے میں قدرے تامل کیا کہ چلو یہ بھی دیکھ لینا چاہئے۔

امام اعظمؒ نے فرمایا : نہیں ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ جھوٹے نبی سے علامات نبوت کی طلب کفر ہے۔ اس لئے کہ حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے۔

لا نبیّ بعدی میرے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔

جھوٹے نبی سے علاماتِ نبوت کی طلب امکانِ نبوت کی غماض ہے۔ جس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی صداقت اور ختم نبوت میں شک پڑنے کا اندیشہ ہے۔ جو موجب کفر ہے۔ (ایضاً ص ۲۷۶ و مناقب موفق ص ۱۳۶)

بارگاہِ خلافت میں دعوت و تبلیغ کا حکیمانہ انداز :

عبدالعزیز بن ابی رواد کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہیں امیر المومنین نے دربارِ خلافت میں بلایا۔ وہ پریشان ہوئے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے شاگرد تھے اس لئے فوراً مشورہ کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا کہ مجھے جب خلیفہ کے دربار میں حاضری دینی ہی ہے۔ تو یہ میرے لئے مشکل ہے۔ کہ میں ان کے دربار میں حاضر ہو کر بھی معروف

کا امر اور منکر سے نہی کئے بغیر واپس آ جاؤں۔ اس لئے آپ مجھے اس سلسلہ میں ہدایت دیں کہ میں ان کے دربار میں ایسے طریقہ سے وعظ کہہ سکوں کہ اشتعال انگیز بھی نہ ہو اور مؤثر بھی خوب ہو۔

امام اعظمؒ نے فرمایا۔ اولاً ان کے دربار میں جا کر سنت کے مطابق سلام کہنا اور پھر خاموش رہنا۔ جب وہ آپ سے کسی مسئلہ یا مشورہ کے بارے میں کوئی بات پوچھیں۔ اور اس کا جواب آپ کو معلوم ہو تو کھلے دل سے بتا دیں۔ اور اسی ضمن میں دورانِ تقریر یہ بھی کہہ دیں۔ کہ اے امیر المومنین! دنیا اور اس کا جاہ و منصب چار چیزوں کے لئے حاصل کیا جاتا ہے:۔

۱:۔ عزت و شرافت کے لئے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ آپ شریف ہی نہیں شریف ابنِ شریف ہیں۔

۲:۔ حصول سلطنت کے لئے' اور الحمد اللہ کہ آپ عرب و عجم کی سلطنت کے حکمران ہیں۔

۳:۔ طلبِ مال کے لئے' اور اللہ نے آپ کو مال و دولت کی وسعتوں اور فراوانی سے نوازا ہے۔

۴:۔ اے امیر المومنین' اب آپ اللہ کا تقویٰ اختیار کیجئے۔ اور عمل صالح اپنائیے۔ کہ اس سے دنیا و آخرت کی دولتیں اور ہمیشہ کی لازوال سعادتیں حاصل ہوتی ہیں۔

(عقود الجمان ص ۳۰۸)

گورنر ابنِ ہبیرہ سے بے باکانہ گفتگو:

بنی امیہ کی حکومتِ قاہرہ کے سب سے بڑے مطلق العنان گورنر ابن ہبیرہ نے ایک دفعہ اپنی سرکار نامدار کی ترجمانی اور سیاسی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے امام اعظمؒ سے دوستی

وتعلق کا ہاتھ بڑھایا۔ اور بڑے اشتیاق و پرتپاک لہجے میں عرض کیا۔

''اے بزرگوار ! آپ گاہے گاہے ہمارے ہاں تشریف لایا کیجئے۔ تو آپ سے ہم فائدہ اٹھائیں اور ہمیں آپ سے نفع ہو''۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

جناب، تم سے مل کر کیا کروں گا۔ تم مجھے نزدیکی اور قرب عطا کرو گے۔ تو احسان کرو گے اور میں فتنہ و ابتلاء کے دام میں آ جاؤں گا۔ اور اگر تم ناراض ہوئے اور مجھے قرب کے بعد دور کر دیا۔ تو اس میں میری ذلت ہے۔ بہر حال جو کچھ تمہارے پاس ہے۔ مجھے اس کی حاجت نہیں۔ اور جو کچھ (علم) میرے پاس ہے۔ اس کو کوئی مجھ سے چھین نہیں سکتا۔ اور آخر میں بڑی بے باکی اور استغناء کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے گورنر سے کہا۔

جناب ! تمہارے پاس کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے جس کی وجہ سے میں تم سے ڈروں۔ اور الحمد اللہ کہ ابوحنیفہؒ مال وجاہ کے لحاظ سے مستغنی ہے۔ اللہ نے اسے دونوں نعمتوں سے مالا مال کر دیا ہے۔ (دفاع ابوحنیفہ ص ۲۳۵ وعقود الجمان ص ۲۸۰)

گورنر کا گھمنڈ ابوحنیفہ کے نشہ ایمان کو نہ توڑ سکا :

حکومتِ بنی امیہ کی پالیسی ابتدائے روز سے حضرت امام اعظمؒ کے متعلق یہی تھی کہ پہلے نرمی سے کام لیا جائے اور نرمی میں جس حد تک مبالغہ ممکن ہے۔ اس میں کمی نہ کی جائے۔ لیکن نرمی سے جب کام نہ چلے تب گرمی کے طریقوں کو اختیار کیا جائے۔ بنی امیہ کی حکومتِ قاہرہ کے سب سے بڑے گورنر ابن ہبیرہ نے اس پالیسی کے پیشِ نظر اولاً امام ابوحنیفہؒ سے دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ عراق و ایران اور خراسان جیسے عظیم صوبوں کے مطلق العنان حاکم (گورنر) نے حضرت امام صاحب کو گورنر کے بعد سب سے بااختیار وزیر بنائے جانے کی پیش کش کی اور پیغام بھیجا کہ گورنر کی مہر بھی ان کے پاس ہوگی۔ تا کہ جو کوئی

حکم نافذ ہو اور کوئی کاغذ حکومت کی طرف سے صادر ہو خزانہ سے کوئی مال برآمد ہو وہ سب امام صاحب کے ہاتھ سے نکلے۔ اور ان ہی کی نگرانی میں ہو۔

مگر امام ابوحنیفہؒ مال و جاہ کے لحاظ سے مستغنی تھے۔ اللہ نے ان کو حقائق شناس فطرت بخشی تھی۔ لہٰذا امام ابوحنیفہؒ کے استغنائی طرزِ عمل' عہدہ و منصب سے انکار اور بے باکانہ گفتگو سے ابن ہبیرہ مایوس ہو گیا۔ تو نرمی کے بعد گرمی اور لالچ کے بعد دھونس دھمکی کا طریقہ اختیار کیا۔ ناصحانِ مشفق سمجھانے لگے۔ تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا۔

''حکومت کی قضاء ملازمت' وزارت تو خیر بڑی چیزیں ہیں۔ اگر حکومت مجھ سے چاہے کہ وسطِ شہر کی مسجد کے صرف دروازے گنا کروں تو یہ بھی نہیں کروں گا۔''

ادھر ابن ہبیرہ نے ابوحنیفہؒ کے انکار پر اصرار کی صورت میں تمام اختیارات استعمال کرنے کی قسم کھالی۔ ادھر ابوحنیفہؒ بھی عدم شرکت کی قسم کھا چکے تھے۔

فَوَاللہ لَا اَدخُل ذٰلِکَ. خدا کی قسم! میں اپنے آپ کو کبھی بھی حکومت میں شریک نہیں کروں گا۔

حکومت کو ابوحنیفہؒ کا یہ وطیرہ ایک لمحہ بھی پسند نہ تھا۔ گورنر ابن ہبیرہ نے آپ کو پندرہ (۱۵) دن کے لئے جیل بھیج دیا۔ وہاں بھی طمع و لالچ اور جاہ و منصب کی مسلسل پیش کش ہوتی رہی۔ وزارت' عدالتِ عالیہ کی صدارت' غرض کیا کچھ تھا۔ جو نہیں پیش کیا گیا۔ مگر امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ تو گورنر ابن ہبیرہ غضب ناک ہوا اور قسم کھائی کہ:

وان لم یفعل لنضرِ بنہٗ بِالیِسّاطِ. اگر عہدہ قضاء کو بھی امام ابوحنیفہؒ نے قبول نہ کیا تو میں اس کے سر پر ضرور کوڑے ماردوں گا۔

امارت کے گھمنڈ میں قسم کھانے والے گورنر کی دھمکی سے لوگ کانپ اٹھے۔ مگر ابوحنیفہؒ کی نظر، گورنر کے دربار سے بڑھ کر رب ذوالجلال کے جلال پر تھی۔ اسی لب ولہجہ میں فرمایا :

وَاللہ لاَ فعلتُ لَو قَتلَنِی . خدا کی قسم میں ہرگز عہدہَ قضاء قبول نہیں کروں گا۔ مجھے ابنِ ہبیرہ قتل ہی کیوں نہ کردے۔

گورنر تلملا اٹھا اور امام صاحب کو جیل سے نکلوا کر اپنے سامنے پیش کیا۔ غصہ سے جہنم کی آگ کی طرح بھڑک رہا تھا۔ دنیوی اختیارات کی وسعتوں کے پیش نظر امام صاحب کو موت تک کی دھمکی دی۔ امام صاحب نے سکینت، استقامت اور بڑی بے نیازی کے ساتھ فرمایا۔

اِنَّمَا ھِی میۃٌ وَاحِدَۃٌ صرف ایک ہی موت تک ابن ہبیرہ کا اقتدار ہے۔

ابن ہبیرہ کی دنیوی سزا مجھ پر آخرت کے گرزوں کی مار سے بہت آسان ہے۔ بخدا میں یہ عہدہ ہرگز قبول نہ کروں گا۔ اگرچہ وہ مجھے قتل ہی کر ڈالے۔ (مناقب کردری ص ۳۰۵)

جب ناصحین مخلصین نے چشم پوشی اور معاملہ میں نرمی برتنے کی تلقین کی اور کچھ سمجھانا چاہا تو امام صاحب نے فرمایا :

"میں کیسے اس عہدہ کو قبول کروں جب کہ وہ کسی کی گردن مارنے کا حکم دے گا۔ اور میں اس پر مہر تصدیق ثبت کروں گا۔ بخدا میں ہرگز اس عہدہ کو قبول نہیں کروں گا۔"

(مناقب صدر الائمہ باب الثامن عشر ص ۲۷۳)

اس کے بعد اکابر علماء اور ائمہ عصر قاضی ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ اور داؤد بن ابی ہند

جیسے اکابر علماء کا ایک وفد امام اعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حکومت کے قطعی عزائم سے امام صاحبؒ کو آگاہ کیا۔ اور مفت میں جان کو خطرہ میں ڈالنے سے بچانے کی پرزور تلقین کی۔ مگر امام صاحبؒ نے فرمایا۔

لو ارادنی ان اعدله ابواب مسجد واسط لم ادخل فی ذلک.

(مناقب کردری ص ۲۷۵)

اگر گورنر ابن ہبیرہ مجھے واسط کی مسجد کے دروازے گننے کا حکم دے تو میں اس کے لئے تیار نہیں ہوں۔

پھر سزا کس طرح دی گئی اندرونِ خانہ نہیں۔ سرِ عام' موفق نے لکھا ہے۔

''ہر روز ان کو باہر نکالا جاتا اور منادی کرا کے لوگوں کو جمع کرایا جاتا۔ جب لوگ جمع ہو جاتے تو عام لوگوں کے سامنے ان کو روزانہ دس کوڑے سزا دی جاتی رہی۔ اور اسی طرح بارہ روز میں ۱۲۰ کوڑے پورے کئے گئے۔ اور بازاروں میں ان کو پھرایا جاتا رہا۔

بہر حال امام صاحبؒ کی حق گوئی کی پاداش میں گورنر کے اشارہ سے جلاّدان پر ٹوٹ پڑتے۔ امام صاحبؒ کے کھلے سر پر پے در پے کوڑے برس رہے تھے۔ جب سزا کے بعد امام صاحب کو واپس جیل خانہ لے جایا جا رہا تھا۔ تو سر پر مار کے نشان پڑے ہوئے تھے۔ اور مظلوم امام کا چہرہ سُوجا ہوا تھا۔ (موفق ص نہ ۲۷)

احترام والدہ :

راستہ میں واپسی پر کسی تصور سے امام صاحب پر گریہ طاری ہوا۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی تو امام صاحب نے فرمایا۔

''اس مار کا مجھے خیال نہیں بلکہ مجھے اپنی والدہ کا خیال آتا ہے میری اس مظلومیت اور مار کو دیکھ کر ان بے چاری کا کیا حال ہوگا۔ (کردری ص ۲۷۳ عقود الجمان ص ۳۱۳)

ابوحنیفہ کی مظلومیت پر ان کے بیٹے اور نواسے کی گفتگو :

ابنِ خلکان نے لکھا ہے کہ ابن ہبیرہ نے امام اعظمؒ کو ۱۱۰ کوڑے مروائے اور روزانہ دس کوڑے لگوانے کا معمول تھا۔

امام احمد بن حنبلؒ جب امام اعظم ابوحنیفہؒ کی اس مظلومانہ حالت کو یاد کرتے تو بے اختیار ہو کر رونے لگتے۔ اور امام صاحب کے لئے اللہ کی بارگاہ میں گڑ گڑا کر دعائیں کرتے۔

(وفیات الایمان لابن خلکان ص ۵ ص ۴۰۸)

ابوحنیفہؒ کے نواسے اسماعیل کا بیان ہے کہ میں کوفہ میں اپنے والد حماد بن ابی حنیفہ کے ساتھ ایک مرتبہ کناسہ کے مقام سے گزر رہا تھا کہ میرے والد کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ میں نے دیکھا کہ وہ بے اختیار رو رہے ہیں۔

مجھے حیرت ہوئی اور میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا۔

یا ابتِ ما یبکیک

ابا جان! کونسی چیز آپ کو اس طرح (زاروقطار) رلاتی ہے۔

فرمانے لگے :

یا بُنّی ! فی ھٰذ الموضع ضَرب َابنُ ھبیرہ ابی عشرۃ ایام فی کل یوم عشرۃ اسواط علی ان یلی القضاء ' فلم یفعل .

(وفات الاعیان ج ۵ ص ۴۰۸ و موفق ص ۲۴۷)

لختِ جگر! یہی وہ جگہ ہے جہاں ابن ہبیرہ نے میرے والد (ابوحنیفہ) کو دس روز تک کوڑوں کی سزا دی تھی۔ اس طرح کہ روزانہ دس کوڑے لگائے جاتے تھے۔ تا کہ ابوحنیفہؒ قضا قبول کرلیں۔ مگر ابوحنیفہؒ نے منصب قضا اور وزارتِ عدل کے بدلے کوڑوں کی سزا بخوشی قبول کرلی۔

اس سب کچھ کے باوجود ابو حنیفہؒ کو اپنی زحمت و تکلیف کے بجائے والدہ کے احساسِ غم کی فکر لاحق تھی۔ جیسا کہ اس بارے میں روایت نقل کر دی ہے۔

والدہ کی خدمت

اس مناسبت سے شاید بے جا نہ ہوگا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کی خدمت واحترامِ والدہ کی مشہور تاریخی روایت بھی نقل کر دی جائے جس کو تمام سوانح نگار تواتر سے نقل کرتے چلے آئے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت امام صاحب کی والدہ نہایت شکی مزاج تھیں۔ عام عورتوں کی طرح انہیں بھی واعظوں اور قصہ گویوں سے عقیدت تھی۔ کوفہ کے مشہور واعظ عمرو بن ذر پران کا یقین بن چکا تھا۔ کوئی مسئلہ پیش آتا تو امام ابو حنیفہ کو حکم دیتیں کہ عمرو بن ذر سے پوچھ آؤ امام تعمیلِ ارشاد کے لئے ان کے پاس جا کر مسئلہ دریافت کرتے وہ بے چارے سراپا عذر بن جاتے کہ آپ کے سامنے میں کیسے زبان کھول سکتا ہوں۔ امام صاحب فرماتے والدہ کا یہی حکم ہے۔ بعض اوقات عمرو کو مسئلہ کا جواب نہ آتا۔ امام صاحب سے دریافت کرتے پھر اسے امام صاحب کے سامنے دہرا دیتے۔

والدہ کبھی کبھار ابو حنیفہؒ سے اصرار کرتیں کہ میں خود چل کر پوچھوں گی۔ تو خچر پر سوار ہوتیں اور امام ابو حنیفہؒ پاپیادہ ان کے ہمراہ ہوتے۔ خود استفتاء بیان کرتیں۔ اپنے کانوں سے جواب سنتیں تب تسکین ہوتی۔

ایک مرتبہ کسی پیش آمدہ صورت میں امام صاحب سے مسئلہ پوچھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ امام صاحب نے جواب بتا دیا۔ بولیں،، تمہاری سند صحیح نہیں، زرعہ واعظ تصدیق کرے تو مجھے اعتبار آئے،، چنانچہ امام صاحب ان کو لے کر زرعہ واعظ کے پاس گئے اور مسئلہ کی صورت بیان کی۔ زرعہ نے کہا آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں آپ خود کیوں نہیں بتا دیتے۔ امام صاحب نے بتا دیا کہ میں نے یہ فتویٰ دیا تھا۔ زرعہ نے کہا بالکل صحیح

ہے۔ یہ سن کر امام صاحب کی والدہ کو تسکین ہوئی اور گھر واپس آئیں۔ (عقود الجمان ص ۲۹۲)

ابوجعفر منصور اور امام اعظم کا فتویٰ :

اہلِ موصل نے خلیفہ منصور سے عہد شکنی کی تھی۔ اس نے ان سے معاہدہ کر رکھا تھا۔ کہ عہد شکنی کی صورت میں وہ مباح الدم ہو جائیں گے۔ منصور نے فقہا کو جمع کیا۔ امام ابوحنیفہؒ بھی تشریف فرما تھے۔ منصور بولا۔ کیا یہ درست نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

المومنون علیٰ شروطھم۔ مومن اپنی شرطوں کے پابند ہیں۔

(جامع الترمذی ج ۱ ص ۱۶۱)

اہل موصل نے عدم خروج کا وعدہ کیا تھا۔ اور اب انہوں نے میرے عامل کے خلاف بغاوت کی ہے۔ لہٰذا ان کا خون حلال ہے۔

ایک شخص بولا۔ آپ کے ہاتھ ان پر کھلے ہیں۔ اور آپ کا قول ان کے بارے میں قابلِ تسلیم ہے۔ اگر معاف کر دیں تو آپ معافی کے اہل ہیں۔ اور اگر سزا دیں تو وہ ان کے کئے کی پاداش ہوگی۔

منصور امام ابوحنیفہؒ سے مخاطب ہو کر بولا۔ آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا ہم خلافت نبوت کے حامل امن پسند خاندان نہیں ہیں۔

امام صاحب نے فرمایا! اہلِ موصل نے جو شرط لگائی وہ ان کے بس کا روگ نہیں اور جو شرط آپ نے ٹھہرائی وہ آپ کے حدود اختیار میں نہیں۔

کیونکہ مومن تین صورتوں (ارتداد زنا اور قتل) میں مباح الدم ہوتا ہے۔ لہذا آپ کا ان پر گرفت کرنا بالکل ناروا ہوگا۔ خدا تعالیٰ کے ارشاد فرمودہ شرط پورا کئے جانے کا زیادہ حق رکھتی ہے۔

جناب فرمائیے! کوئی عورت منکوحہ یا لونڈی ہونے کے بغیر اپنے جسم کو کسی شخص کے لئے مباح کردے تو کیا اس سے مجامعت کرنا درست ہوگا۔ (الکامل لابن اثیر ج ۵ ص ۲۱۷)

منصور نے فقہا کو چلے جانے کا حکم صادر کیا۔ پھر خلوت میں امام صاحب سے بہ ہزار منت عرض کیا۔

اے شیخ! فتویٰ وہ درست ہوگا۔ جو آپ کا ہوگا۔ اپنے وطن کو تشریف لے جائیے۔ اور ایسا فتویٰ نہ دیجئے جس سے خلیفہ کی مذمت کا پہلو نکلتا ہو۔ کیونکہ اس سے باغیوں کے ہاتھ مضبوط ہوتے ہیں۔ (المناقب لابن البزازی)

اور الکامل لابن اثیر کی روایت کے مطابق منصور نے امام اعظمؒ اور ان کے دیگر رفقاء کو واپس لوٹ جانے کا حکم دیا۔ (الکامل ج ۵ ص ۲۱۷)

ابوجعفر منصور کا ظالمانہ منصوبہ ابوحنیفہؒ کی حکیمانہ تدبیر سے ناکام ہوگیا :

تعمیر بغداد کے زمانہ میں جب خلیفہ منصور نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں عہدۂ قضاء وحقوق قبول کرنے کی درخواست کی اور آپ نے انکار کردیا تو منصور کو غصہ آیا۔ اور امام صاحب سے کہا کہ حکومت کی ملازمت تو آپ نے کرنی ہی ہے۔ بہتر ہے کہ قضا قبول کرلو۔ ورنہ دیگر مشکل امور آپ کے سپرد کردیئے جائیں گے۔ مگر امام صاحب بضد رہے۔ تو حکومت نے انتقاماً امام صاحب کو یہ ڈیوٹی سپرد کی کہ بغداد کی تعمیر کے لئے جو اینٹیں تمام روز جانوروں پر لاد کر لائی جاتی ہیں۔ آپ وہ گنا کریں گے۔ اور منصور نے ابوحنیفہؒ سے یہ کام کرانے کی قسم کھالی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ امام صاحب سارا وقت اینٹیں گنتے گذاریں گے۔ اور جب ایک ایک اینٹ کو اٹھا اٹھا کر شمار کریں گے تو ہاتھ بھی چھلنی ہو

جائیں گے۔ مقصد امام صاحب کو کڑی آزمائش میں ڈالنا اور سخت سزا دینا تھا۔ کہ جب امام صاحب تنگ آ جائیں گے تو چارو ناچار عہدۂ قضا قبول کر لیں گے، مگر امام صاحب عاقل اور عالم تھے۔ ریاضی بھی خوب جانتے تھے۔ سارا دن اینٹوں کا ڈھیر لگتا رہتا۔ اور آپ مغرب کے وقت اینٹوں کے ڈھیر کے قریب آ کر لمبے بانس سے یا کسی متعین مقدار کی چھڑی (اور آج کل کی اصطلاح میں ایک فیتے) سے بڑے بڑے ڈھیر شمار کر لیتے اور حکومت کو اینٹوں کی تعداد سے آگاہ کر دیتے۔ اس طرح منصور کی قسم بھی پوری ہو گئی۔ اور آپ عہدۂ قضا کی ذمہ داریوں سے بھی بچ گئے۔ (حقائق السنن ج ا ص ۲۹۴ و تاریخ ابن اثیر ج ۱۰ ص ۹۷)

ابوحنیفہؒ کا استقلال، منصور کا اشتعال اور امام کا سجدۂ وصال :

خلیفہ ابوجعفر منصور امام اعظمؒ کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھے۔ اور وہ اس پر آمادہ ہو گئے۔ کہ جس طرح بھی بن پڑے امام ابوحنیفہؒ کو کوفہ بلایا جائے۔ چنانچہ عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس ابوجعفر کا فرمان پہنچا کہ ابوحنیفہؒ کو سوار کر کے میرے پاس فوراً روانہ کر دو۔

چنانچہ امام صاحب کوفہ سے بغداد پہنچائے گئے۔ خلیفہ کے دربار میں پیشی ہوئی قاضی القضاۃ اور عباسی خلافت کی وزارتِ عدل کے منصب جلیل کی پیش کش ہوئی بڑی لے دے ہوئی۔ ابوحنیفہؒ کا مسلسل انکار تھا۔ تب ابوحنیفہؒ نے منصور سے کہا۔

اِنِّی لاَ اَصلحُ . قضا کی مجھ میں صلاحیت ہی نہیں ہے۔

ابوجعفر نے کہا :

بَل اَنتَ تَصلحُ. بلکہ تم ضرور قضا کی صلاحیت رکھتے ہو۔

دونوں میں اس سوال و جواب کا ردو بدل ہوتا رہا۔

ابوجعفر منصور غضب ناک ہوا۔ اپنے قطعی غیر مشکوک معلومات اور ذاتی تجربات

پر اعتماد کرتے ہوئے امام ابو حنیفہؒ سے کہنے لگے۔

كذبت انت تصلح. جھوٹ بولتے ہو قطعاً تم اس کی صلاحیت رکھتے ہو۔

حضرت امام اعظمؒ بھی خاموش نہ رہ سکے۔ بڑی استغناء اور بے پرواہی کے ساتھ خلیفہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

لیجئے آپ نے اپنے خلاف خود فیصلہ کر دیا۔ کیا آپ کے لئے یہ جائز ہے۔ کہ اس شخص کو قاضی بنائیں۔ جو آپ کے نزدیک جھوٹا اور کذاب ہے۔

امام صاحب کے اس جواب سے عباسیوں کا مطلق العنان فرمانروا اور منصور ذہنی شکست کی رسوائی کے پیشِ نظر زیادہ مشتعل ہو گیا۔ اور خطیب نے لکھا ہے کہ قسم کھا بیٹھا۔

فحلف المنصور ليفعلن. منصور قسم کھا بیٹھا کہ ابو حنیفہؒ کو یہ کام کرنا پڑے گا۔

مگر ابو حنیفہؒ نے اسی آزادی و بے باکی کے ساتھ قسم کھائی کہ

''خدا کی قسم میں ہرگز یہ کام نہ کروں گا''۔

یہی وہ موقع تھا کہ خلیفہ منصور نے غصہ سے اندھا ہو کر عواقب ونتائج کا اندازہ کئے بغیر ابو حنیفہؒ کو برا بھلا کہنے کے ساتھ ساتھ تازیانہ برداروں کو امام صاحب کے مارنے کا حکم دیا۔ (وفیات الاعیان لابن خلکان ج ۵ ص ۴۰۶، ۴۰۷)

ایک دو نہیں دس بیس نہیں بلکہ تیس کوڑے لگوائے۔ قمیض اتروا دی گئی تھی۔ پشت پر مار کے نشانات نمایاں تھے اور ایڑی پر خون بہہ رہا تھا۔ اس قدر تشدد اور سزا کے باوجود حضرت امام صاحب کسی بھی عہدے اور منصب کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئے تو ابو جعفر نے انہیں جیل بھیج دینے اور سخت تشدد اور سختی کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ جیل میں حضرت امام

صاحبؒ پر کھانے پینے میں تنگی کی گئی۔ قید و بند میں سختی کی گئی اور بعض روایات کے مطابق زہر پلایا گیا۔ عقود الجمان ص ۳۸۵ خیرات الحسان ص ۶۱ میں ہے کہ امام صاحب کے سامنے جب جب زہر آلود پیالہ پیش کیا گیا تا کہ وہ اسے پی لیں تو امام صاحب نے انکار کر دیا اور فرمایا مجھے اس کے اندر جو کچھ ڈالا گیا ہے۔ اس کا علم ہے اور میں اس کو پی کر خودکشی کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ان کو لٹا کر زبردستی زہر پلوایا گیا۔ اور اس سے ان کی وفات ہو گئی۔ مناقب موفق ص ۴۲۹ میں بھی یہی بات نقل کی گئی ہے۔ (موفق ص ۲۴۸)

اس وقت حضرت امام کی عمر ستر (۷۰) برس کے قریب پہنچ چکی تھی۔ ابو حنیفہؒ اسلام کی دو سلطنتوں کو بذات خود دیکھ چکے تھے۔ زندگی کے ۵۲ سال اموی خلافت اور ۱۸ سال عباسی دور میں بسر کیے۔ اموی دور کا عہد شباب پھر تنزل وانحطاط دونوں دور ملاحظہ کیے۔ زندگی بھی ساری علمی زندگی تھی۔

اِدھر ابو جعفر نے ایک دو نہیں تیس تیس کوڑوں کی مار دلوائی تھی۔ جیل میں کھانے پینے کی تکلیف' قید و بند کی سختیاں اور صعوبتیں اس پر مستزاد' صحت گر گئی۔ ابو جعفر کے دارو گیر اور جبر و تشدد نے بوڑھی ہڈیوں میں آخر باقی کیا چھوڑا تھا۔ جو زندگی کا ساتھ دیتا۔ موت کے آثار آنے لگے۔ اور موت ہی کو قدرت نے ان کی نجات کا ذریعہ بنایا۔ جب حضرت امام صاحب کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تو جبین نیاز بارگاہِ صمدیت میں جھکا دی۔ سجدے میں چلے گئے۔ اور اسی حالت میں اپنی جان' جاں آفریں کے قدموں میں نچھاور کر دی۔

(عقود الجمان ص ۳۸۵ و موفق ص ۴۴۲)

ابو حنیفہؒ کی موت کے بعد خلیفہ ان کے حملوں سے نہ بچ سکا :

اور اس سے زیادہ دلچسپ قصہ اسی ابو جعفر منصور کا یہ ہے کہ جب حضرت امام صاحبؒ فوت ہوئے تو لوگوں نے آپ کو بغداد کے عام قبرستان میں دفن نہیں کیا۔ جس میں

دوسرے لوگوں کو دفن کیا جاتا تھا۔ تاریخ والوں نے لکھا ہے کہ خلیفہ منصور بھی امام صاحب کی قبر پر نماز پڑھنے آیا تو اس نے پوچھا امام صاحب کو عام قبرستان سے علیحدہ کیوں دفن کیا گیا ہے۔

لوگوں نے جواب دیا کہ حضرت امام صاحب نے اپنے علیحدہ دفن کئے جانے کی وصیت فرمائی تھی۔ وجہ یہ تھی جس خطہ اراضی پر بغداد آباد کیا گیا تھا۔ حضرت امام صاحب اس کو ارض مغصوبہ قرار دیتے تھے۔ یعنی زبردستی مالکوں سے چھینی گئی تھی۔ اس زمین کے بارے میں ان کا یہی فتویٰ تھا۔ اور یہی وصیت تھی۔ کہ مجھے ایسی زمین میں دفن نہ کرنا جو ناجائز ذریعہ سے حاصل کی گئی ہے۔

خلیفہ منصور نے سنا تو بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔

من یعذر فی منہ حیاً ومیتاً۔ زندگی اور زندگی کے بعد بھی امام ابوحنیفہؒ کے حملوں سے مجھے کون بچا سکتا ہے۔ (وقائع ابوحنیفہؒ ص۲۴۲ وعقود الجمان ص ۲۶۱)

حق گوئی میرا فرض منصبی تھا :

ایک مرتبہ خلیفہ منصور اور اس کی بیوی حرہ خاتون کے درمیان کچھ شکر رنجی ہو گئی تھی۔ خاتون کو شکایت تھی کہ خلیفہ عدل نہیں کرتا۔ منصور نے بیوی سے کہا کہ کسی کو منصف قرار دو۔ اس نے امام صاحب کا نام لیا۔ اسی وقت طلبی کا فرمان گیا۔ خاتون پردہ کے قریب بیٹھی کہ امام صاحب جو فیصلہ کریں خود اپنے کانوں سے سنوں۔

منصور نے پوچھا۔ شرع کی رو سے مرد کتنے نکاح کر سکتا ہے۔ امام صاحب نے فرمایا۔ چار۔ منصور خاتون کی طرف مخاطب ہوا کہ سنتی ہو! پردہ سے آواز آئی کہ ہاں سنا۔ مگر امام صاحب سے نہ رہا گیا۔ اور منصور کے بے موقعہ طرزِ استدلال پر منصور کی طرف خطاب کر کے فرمایا۔ مگر چار نکاحوں کی اجازت اس شخص کے لئے خاص ہے۔ جو عدل پر قادر ہو ورنہ ایک سے زیادہ نکاح کرنا اچھا نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً ۔ (النساء:۳)

لیکن اگر تمہیں برابری نہ کر سکنے کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے۔

منصور خاموش ہو گیا۔

امام صاحب نے شرعی نقطہ نظر سے جانبین کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر اپنا مذکورہ فیصلہ سنایا۔ اور گھر تشریف لے آئے۔

تو ایک خادم پچاس ہزار درہم کے توڑے لئے حاضر خدمت ہوا۔ کہ یہ حرہ خاتون (منصور کی بیوی) نے نذر بھیجی ہے۔ اور کہا ہے کہ :

آپ کی کنیز آپ کو سلام کہتی ہے۔ اور آپ کی حق گوئی کی نہایت ہی شکر گزار ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے روپے واپس کر دیئے۔ اور خادم سے فرمایا۔ جا کر خاتون سے کہنا۔

"میں نے جو کچھ کہا اور جو فیصلہ سنایا۔ کسی دنیوی لالچ اور غرض سے نہیں بلکہ یہ میرا فرض منصبی تھا"۔ (عقود الجمان ص ۲۹۸ و مناقب موفق ص ۱۸۸)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب 5

علم وفضیلت' مطالعہ کی وُسعت وجامعیّت

بصیرت وحقیقت پسندی اور فراست وبیدار مغزی

محدثین عطار اور فقہاء اطباء ہیں :

عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ ہم ایک مرتبہ امام اعمش کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ انہوں نے کچھ مسائل کا تذکرہ کیا اور بعض کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ کی رائے معلوم کرنا چاہی' امام صاحب نے تفصیل سے ان کا شافی جواب دیا۔ امام اعمش نے پوچھا آپ یہ جواب کہاں سے دے رہے ہیں۔ ابوحنیفہؒ نے فرمایا :

اس حدیث سے جو آپ نے ہمیں ابوصالح عن ابی ہریرہؓ کی سند سے بیان کی تھی۔ نیز فلاں فلاں صحابی کی روایت سے جو آپ سے ہم نے سنی تھی۔ امام اعمش متعجب ہوئے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کو ان کی فقہی مہارت اور حدیث دانی کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور بے اختیار پکار اٹھے۔

یا معشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن اے جماعتِ فقہاء! تم لوگ اطباء ہو اور ہم

الصیاد لہ . پنساری ہیں۔

(عقود الجمان ص ۳۲۱ ومناقب الامام ابی حنیفہؒ للذھبی ص ۲۱ وجامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۳۱)

ابوحنیفہ کا علم' حضرت خضر کے علم سے مستفاد ہے :

ازہر بن کیسان کی روایت ہے کہ مجھے ایک مرتبہ خواب میں حضورِ اقدس ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ دیکھا کہ آپ کے پیچھے دو اور بزرگ شخصیتیں بھی تشریف فرما ہیں۔ ان دنوں مجھے امام ابوحنیفہؒ کے علوم ومعارف کی تحصیل ومطالعہ کا شغف زیادہ تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ آگے تشریف فرما ہونے والے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اوران کے پیچھے دونوں بزرگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے حضراتِ شیخین سے عرض کیا کہ میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ فرمانے لگے۔ ضرور دریافت کیجئے۔ مگر آواز اونچی نہ ہونے پائے۔ تو میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے امام ابوحنیفہؒ کے علم کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا :

ھٰذا علم انتسخ من علم الخضر . ابوحنیفہؒ کے پاس ایسا علم (لدنی) ہے جو حضرت خضر کے علم سے مستفاد ہے۔

(عقود الجمان ص ۲۶۸ وخیرات الحسان ص ۶۴)

امام ابوحنیفہؒ سے مجھے حیا آتی ہے :

امام شافعیؒ ایک مرتبہ امام اعظم کی قبر مبارک پر حاضر ہوئے دعائے مغفرت کی۔ اتفاق سے صبح کی نماز پڑھنے کا وقت آیا تو امام شافعیؒ نے صبح کی نماز میں اپنے ہمیشہ کے معمول کی مخالفت کرتے ہوئے دعائے قنوت نہ پڑھی اور بسم اللہ میں جہر کے بجائے اخفا کیا (جب کہ ان کا مسلک ہے کہ تمام سال صلوٰۃ صبح میں دعائے قنوت پڑھی جائے اور بسم

اللہ میں جہر کیا جائے) جب ان سے اپنے ہمیشہ کے معمول کے ترک کر دینے کی وجہ پوچھی گئی۔ تو فرمایا اس مرقد مبارک کے صاحب امام ابوحنیفہؒ سے مجھے حیا آتی ہے۔ میں نے ادباً واحتراماً ان کے ہاں موجود ہوتے ہوئے اپنی رائے و مسلک کو ترک کر دیا ہے۔

(عقود الجمان ص ۳۶۳)

امام اوزاعیؒ کو اپنی غلطی کا احساس و ندامت :

رئیس المحدثین امام عبداللہ بن مبارک جو امام بخاری کے استاذ اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں، کو بیروت کا سفر پیش آیا۔ غرض یہ تھی۔ کہ بیروت جا کر امام اوزاعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوں اور علم حدیث کی مزید تحصیل و تکمیل کریں۔ چنانچہ آپ امام اوزاعی کی خدمت میں پہنچ گئے۔

پہلی ہی ملاقات میں امام اوزاعی نے آپ سے پوچھا کہ

''کوفہ میں جو ایک شخص پیدا ہوا ہے۔ اور دین میں نئی نئی باتیں نکالتا ہے۔ یہ کون ہے۔''

امام عبداللہ بن مبارک نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ اور خاموش اپنی قیام گاہ پر چلے آئے۔ دو تین روز بعد پھر ان کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ اور حنفی فقہ کے چند کتابی اجزاء بھی ہاتھ میں لیتے گئے۔ جن کے سرنامہ پر ''قال نعمان بن ثابت'' لکھا ہوا تھا۔ اور امام اوزاعی کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ امام اوزاعی پڑھتے گئے۔ اور اس وقت تک سر نہ اٹھایا۔ جب تک کہ ان کو مکمل پڑھ نہ لیا۔ پھر امام بن مبارک سے پوچھا۔

اچھا! یہ بتایئے کہ یہ نعمان بن ثابت کون بزرگ ہیں۔

امام ابن مبارک نے عرض کیا۔

جی! نعمان، عراق کے ایک بزرگ اور ہمارے شیخ ہیں۔ ان کی صحبت میں مجھے حاضری کی سعادت حاصل رہی ہے۔

اوزاعی فرمانے لگے۔

''ماشاءاللہ نعمان تو بڑے پائے کے شخص ہیں۔ جاؤ ان سے بہت سا فیض حاصل کرو۔''

امام ابن المبارک نے عرض کیا۔ حضرت یہ وہی شیخ ہیں۔ جن کو آپ گذشتہ روز مبتدع بتا رہے تھے۔

چنانچہ امام اوزاعی کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ اس کے بعد حج کی تقریب سے مکہ معظّمہ تشریف لے گئے۔ تو وہاں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے ملاقات ہو گئی۔ اہم فقہی مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کی بحث اور تقریر نے امام اوزاعی کو دنگ کر دیا۔ اس نشست میں امام عبداللہ بن مبارک بھی موجود تھے۔ بعد میں جب امام ابوحنیفہؒ چلے گئے۔ تو امام اوزاعی نے امام ابن مبارک سے کہا کہ :

امام ابوحنیفہؒ کے علمی اور فقہی کمالات نے ان کو لوگوں کا محسود بنا دیا ہے۔ بلاشبہ ان کے بارے میں میری بدگمانی غلط تھی۔ جس کا مجھے بے حد افسوس ہے۔ (تاریخ بغداد)

ابوحنیفہؒ کا فعل مذموم نہیں بلکہ محمود تھا :

ایک روز قاضی ابن ابی لیلیٰ بطور سیر و تفریح کے کسی باغ میں گئے ہوئے تھے۔ کہ اتفاق سے تھوڑی دیر بعد وہیں امام اعظم ابوحنیفہؒ بھی آپہنچے۔ اتفاقاً باغ میں دوسری جانب کچھ عورتیں تھیں۔ جو گانا گا رہی تھی۔ گاتے گاتے جب وہ خاموش ہوئیں۔ اور گانا ختم کر دیا تو بے ساختہ امام اعظمؒ کی زبان سے یہ فقرہ نکل گیا۔

احسنتن تم عورتوں نے بہت خوب کیا۔

اس فقرہ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب نے عورتوں کے گانے کی تعریف کی۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ نے یہ سنا تو کہنے لگے۔ یہ کیا؟ عورتوں کے گانے کی تعریف کر رہے ہو۔ اس جرم کے ارتکاب میں کہ تم نے فسق کو سراہا ہے۔ تم پر مردود الشہادت

ہونے کا مقدمہ چلایا جاسکتا ہے۔

امام صاحب نے فرمایا۔ قاضی صاحب! میں نے کیا کہا ہے؟ بولے! تم نے غیر شرعی گانے کی تعریف کی ہے۔ امام صاحب نے دریافت کیا کس وقت؟ بولے' جب گانے والی عورتیں چپ ہوئیں۔

تب امام صاحب نے فرمایا کہ "میں نے تو اس بات کی تعریف کی کہ عورتیں نے فسق (گانے) کی فعل کو ترک کر کے خاموشی اختیار کی۔ یہ اچھا کام کیا۔ میں نے ان سے کہا کہ تم نے فسق کو ترک کر کے یہ اچھا کام کیا۔

بے چارے قاضی صاحب کھسیانے سے ہو کر رہ گئے۔ کہ ابوحنیفہؒ کا فعل مذموم نہیں بلکہ محمود تھا۔ (مناقب موفق ص ۱۱۱)

واقعہ کی صداقت' ابوحنیفہؒ کی عظمت وعلوشان کے پیش نظر کمزور نظر آتی ہے۔ بیچارے قاضی صاحب اور امام اعظمؒ کے درمیان موجود زمانہ کے مناظرہ بازوں کی طرح مولویانہ چھیڑ چھاڑ کے واقعات گرمی بزم کے لئے تراش لئے گئے ہیں۔ مندرجہ بالا واقعہ اور کچھ اور واقعات بھی ہیں۔ جن پر شرح صدر نہیں ہوتا اور اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم تاریخی منقولات ہیں۔ کچھ بات ضرور ہوگی۔ جو بعد میں بتنگڑ بنا دی گئی۔ تاہم ممکن ہے کہ واقعہ سچا ہو یا سچائی کی کسی بنیاد پر واقعہ کی تعمیر ہوئی ہو۔ کیونکہ امام صاحب کے مزاج میں کچھ ظرافت اور مزاح کا عنصر بھی شریک تھا۔ اور یہ عین ممکن ہے کہ بطور مزاح وظرافت کے انہوں نے گاہے گاہے کچھ کہہ دیا ہو۔ جو بعد میں نقل درنقل کے پیش نظر پھیلتا گیا ہو۔ بہر حال واقعہ نگاروں نے جو کچھ بھی کہا۔ اصل حقیقت وہی ہے۔ جو بین السطور سمجھی جاتی ہے۔

ابوحنیفہؒ وقت پر سوچتے ہیں جہاں دوسروں کا خیال بھی نہیں پہنچتا :

ایک مرتبہ کسی شخص کا اپنی بیوی سے کچھ تنازعہ ہوا تو ناراض ہو کر بیوی سے قسم کھاتے

ہوئے مخاطب ہوا کہ ''جب تک مجھ سے نہ بولے گی۔ میں تجھ سے کبھی نہ بولوں گا''۔

عورت بھی مزاج کی سخت واقع ہوئی تھی مشتعل ہوئی اور جواباً اس نے بھی قسم کھالی اور وہی الفاظ دہرائے جو اس کے خاوند نے کہے تھے۔ قسم کھاتے وقت غصہ اور اشتعال کی حالت میں تھی۔ اس کے انجام اور بدترین عواقب پر کسی کی نظر نہ تھی۔ اس لئے دونوں کو مستقبل کا کچھ نہ سوجھا۔ مگر بعد میں جب حواس ٹھکانے لگے تو دونوں اپنے کئے پر پچھتائے۔ اور مسئلے کا حل تلاش کرنے لگے۔ چنانچہ شوہر امام سفیان ثوری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ صورتِ واقعہ بیان کر کے پیش آمدہ مسئلہ کا حکم دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔

''قسم کا کفارہ ہر حالت میں دینا ہوگا۔ بغیر اس کے ادا کئے چھٹکارا نہیں''۔

وہ مایوس ہو کر مزید اطمینان کے لئے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ حضرت! خدارا! آپ اس مسئلہ کی حقیقت پر غور فرمائیں۔ اور راہ نمائی فرمائیں۔

امام اعظمؒ نے فرمایا۔

''تشریف لے جائیے۔ بڑی محبت اور شوق سے اپنی بیوی سے گفتگو کیجئے۔ کسی ایک پر بھی کوئی کفارہ نہیں''۔

حضرت سفیان ثوری کو امام اعظمؒ کا فتویٰ معلوم ہوا تو برہم ہوئے اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے ملاقات کر کے ملامت کرتے ہوئے کہا۔

''آپ لوگوں کو غلط مسئلے بتاتے ہیں''۔

چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے شوہر (سائل) کو فوراً بلا بھیجا۔ اور سفیان ثوری کی موجودگی میں اس سے کہا۔ کہ اب دوبارہ اصل واقعہ اور استفتا بیان کریں۔ چنانچہ اس نے حسب سابق تفصیلاً ساری صورتِ واقعہ اور استفتاء بیان کر دیا۔ تو امام اعظمؒ نے سفیان ثوری

سے کہا۔

’’جو کچھ میں نے پہلے کہا تھا۔ اور جو فتویٰ پہلے دیا تھا۔ وہ درست تھا۔ اور اب بھی اس کا اعادہ کرتا ہوں‘‘

سفیان ثوری نے وجہ دریافت کی تو امام صاحب نے فرمایا کہ:

’’جب عورت نے اپنے شوہر کو مخاطب کر کے کچھ الفاظ کہے تو گویا عورت کی طرف سے بولنے کی ابتداء متحقق ہوگئی۔ پھر قسم کہاں باقی رہ سکتی ہے‘‘۔

سفیان ثوری نے جواب سن کر فرمایا۔ ’’حقیقت میں ابوحنیفہ کو جو بات وقت پر سوجھ جاتی ہے۔ ہم لوگوں کا وہاں تک خیال وگمان بھی نہیں پہنچتا۔

(تفسیر کبیر بحوالہ سیرت النعمان ص ۸۱)

امام باقرؒ نے ابوحنیفہؒ کی پیشانی کو بوسہ دیا:

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں امام باقر سے ملاقات ہوگئی۔ امام باقر کو چونکہ آپ کے بارے میں غلط روایات پہنچی تھیں۔ اس لئے وہ آپ سے بدگمان رہتے تھے۔ چنانچہ کہنے لگے۔ آپ وہی ابوحنیفہؒ ہیں۔ جس نے میرے نانا کے دین کو بدل دیا ہے۔ اور قطعی نصوص اور قرآن وحدیث کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دینے کا اصول اپنایا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے نہایت احترام اور ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے عرض کیا۔ حضرت آپ تشریف رکھیں تاکہ اصل واقعہ اور صحیح صورتِ حال آپ کی خدمت میں پیش کر سکوں۔

چنانچہ امام باقر تشریف فرما ہو گئے۔ تو امام ابوحنیفہؒ شاگردوں کی طرح ان کے سامنے دوزانو بیٹھ کر عرض کرنے لگے۔

حضرت ! یہ کہ عورت کمزور ہے۔ یا مرد؟ امام باقر نے کہا۔ عورت۔ پھر امام

صاحب نے کہا اور یہ بتائیے۔ کہ عورت کا حصہ کتنا ہے۔ اور مرد کا۔

امام باقر نے فرمایا۔ مرد کے دو حصے ہیں۔ اور عورت کا ایک حصہ۔

تب امام ابوحنیفہؒ نے بڑے اطمینان اور پراعتماد لہجے میں فرمایا۔

حضرت! اگر میں قیاس سے کام لیتا۔ جیسا کہ آپ تک غلط روایات پہنچی ہیں۔ تو عورت کے ضعیف ہونے کے پیش نظر اس کے دو حصے مقرر کرتا۔

اس کے بعد امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا۔

حضرت! یہ بتائیے کہ نماز افضل ہے یا روزہ؟ امام باقر نے جواب دیا کہ نماز افضل ہے۔ تب امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا۔

حضرت! اگر میں قیاس سے کام لیتا تو عورت سے ایام حیض کی نمازوں کی قضا ادا کرتا۔ اور روزے کی قضا نہ ادا کرتا۔ کیونکہ نماز روزہ سے افضل ہے۔ پھر دریافت کیا کہ

حضرت! یہ بتائیے کہ منی کا نطفہ زیادہ نجس ہے یا پیشاب؟ امام باقر نے فرمایا۔ پیشاب تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا۔ اگر میں قیاس سے کام لیتا تو پیشاب سے غسل کو واجب قرار دیتا۔ اور منی کے نطفہ سے صرف وضو کر فرض قرار دیتا۔ مگر میں نے ایسا نہیں کیا۔

تب امام باقر نے امام ابوحنیفہؒ کی زبردست تحسین کی اور امام صاحب کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ (مناقب موفق ص ۱۴۳ و عقود الجمان ۲۷۹)

ابوحنیفہ سے علم حاصل کر کے اس پر عمل کرو کہ وہ اچھے آدمی ہیں :

مسدود بن عبدالرحمٰن البصری سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے رکن اور مقام کے درمیان نیند آئی۔ دیکھتا ہوں کہ خواب میں میرے پاس ایک بزرگ شخصیت آئی اور کہا تو اس جگہ سوتا ہے؟ یہ تو وہ مقام ہے جس جگہ اللہ سے جو دعا بھی کی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ میں نیند سے بیدار ہوا اور سنبھلا اور بڑی جلدی اور اہتمام سے

مسلمانوں اور مومنوں کی مغفرت کے لئے دعا کرنے لگا، میں ابھی مصروفِ دعا تھا کہ مجھ پر پھر نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گیا اب کئی بار خواب میں جناب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ جو کوفہ میں رہتا ہے اور اس کا نام نعمان ہے۔ کیا میں ان سے علم حاصل کروں ؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں ! ان سے علم حاصل کرو اور اس پر عمل کرو کہ وہ اچھا آدمی ہے۔

میں نیند سے بیدار ہوا کہ صبح کی اذان ہو گئی اور خدا کی قسم ! اس سے قبل میں ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کو سب لوگوں سے برا سمجھتا تھا۔ لیکن اب میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں کہ یہ کوتاہی مجھ سے سرزد ہوئی۔ (مناقب موفق ص ۴۵۹ والخیرات الحسان ص ۶۵)

ابوحنیفہؒ تاجدار نبوت کی گود میں :

جناب شیخ بوعلی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت بلالؓ کی قبر کے قریب سویا ہوا تھا۔ تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں گویا مکہ معظمہ میں ہوں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باب ابن شیبہ سے ایک معمر شخص کو اپنی آغوش مبارک میں لئے ہوئے تشریف لائے۔

میں حیرت زدہ اور سراپا استفہام ہو گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میری حیرت واستعجاب اور ارادۂ استفسار سمجھتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"یہ مسلمانوں کا امام اور تمہارے ملک کا باشندہ ابوحنیفہؒ ہے"۔ (تذکرۃ الاولیا)

خواب ایک حقیقتِ شرعی ہے :

اس سلسلہ میں یہ بات ملحوظ رہے کہ خواب سے نہ تو کوئی حکم ثابت ہوتا ہے۔ اور نہ ہی اس پر کسی شرعی حکم کا مدار ہے۔ وجہ یہ ہے کہ بحالت نیند انسان تحمل اور ضبط کے وصفِ

کمال سے محروم ہوتا ہے۔ جب کہ روایت اور سندِ حدیث کے لئے یہ بنیادی شرط ہے۔ تاہم فضیلت وعظمت اور کسی شخص کی بزرگی وفضائل کے لئے اس کے بیان میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ بمقتضائے حدیث ومعمول رسولؐ کے پسندیدہ اور محبوب ہے۔ کہ رویائے صالحہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

من رآنی فی المنام فقد رآنی ، فان الشیطان لایتمثل بی .

جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔ (بخاری، مسلم باب رویائے صالحہ)

لہٰذا ہمارے نقل کردہ خواب محض عقیدت نہیں بلکہ حدیث کے پیش نظر وہ عین شریعت ہیں۔

علامہ ابن رجب لکھتے ہیں کہ :

فما قاله رسول الله صلى الله عليه وسلم فی نومه و یقظه فهو حق .

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب یا بیداری میں جو کچھ بھی فرمایا وہی حق ہے

(اوشحة الجید)

ہٹ دھرم جاہل کا سوال اور امام ابوحنیفہؒ کا فضل وکمال :

علامہ مناظر احسن گیلانی نے ایک دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے۔ اس سے امام ابوحنیفہؒ کی شاہی دربار میں قدر ومنزلت کا اندازہ بھی ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عام درباری تو امام ابوحنیفہؒ کی عظمت پر رشک وحسد کرتے ہی تھے عام معمولی نوکر چاکر اور شاہی خدام بھی امام ابوحنیفہؒ سے جلنے لگے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بادشاہوں کی خانگی زندگی میں امام ابوحنیفہؒ کے فضل وکمال کا ذکر ہوتا رہتا تھا۔

قاضی ابو یوسف راوی ہیں۔ کہ خلیفہ منصور کا ایک بڑا منہ چڑھا غلام تھا۔ منصور اس کو بہت مانتا تھا۔ اس شخص کے دل میں امام ابوحنیفہؒ کے متعلق حسد پیدا ہو گیا۔ جب خلیفہ

منصور امام اعظم کی تعریف کرتا تو وہ منہ چڑھا لیتا اور جھوٹ سچ باتیں اِدھر اُدھر کی امام صاحب کی طرف منسوب کرتا۔ اپنے اس جاہل غلام کو منصور منع کرتا تھا کہ تجھے اس سے کیا تعلق؟ مگر خلیفہ سے وہ اس قدر شوخ تھا کہ باوجود بار بار ممانعت کے امام کی بدگوئیوں سے وہ باز نہ آتا تھا۔ منصور نے جب ایک روز ذرا اصرار کے ساتھ ڈانٹ کر منع کیا۔ تو اس نے کہا کہ آپ ان کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔ میں جاہل آدمی ہوں۔ بھلا میرے سوالوں کا جواب دے دیں تو میں جانوں۔

منصور نے کہا! اچھا بھائی۔ تو بھی حوصلہ نکال لے نیز دھمکایا بھی کہ اگر امام ابوحنیفہؒ نے تیرے سوالوں کا جواب دے دیا تو پھر تیری خیر نہیں۔ مگر اس جاہل کو اپنے سوالوں پر ناز تھا۔ خلیفہ سے اجازت مل ہی چکی تھی۔ حضرت امام صاحبؒ بھی کسی وجہ سے منصور کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ غلام نے حضرت امام صاحب سے خطاب کر کے کہا :

’’آپ لوگوں کی ہر بات کا جواب دیتے ہیں میرے سوالوں کو حل کیجئے تو میں جانوں‘ امام صاحب کیا بولتے یہی کہا ہوگا کہ پوچھ بھائی ! کیا پوچھتا ہے؟ اس نے گوہر افشانی شروع کی کہ :

’ جناب بتایئے ! دنیا کے ٹھیک بیچ میں کونسی جگہ ہے ؟

اس جہالت کا جواب کیا ہو سکتا تھا؟ امام صاحبؒ نے فرمایا وہی جگہ ہے جہاں تو بیٹھا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی تردید وہ کیا کر سکتا تھا چپ ہو گیا (اور واقعہ بھی یہ ہے کہ یہ امام صاحب کا ایسا دعویٰ ہے جس کی تردید کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ پہلے ساری دنیا کی پیمائش کی جائے بغیر اس کے امام صاحبؒ کے اس دعوے کی تردید بے حد مشکل ہے اور یہ واقعہ بھی ہے کہ جہاں انسان کھڑا ہو وہی زمین کا وسط ہے کہ زمین گول ہے۔ امام صاحبؒ پر یہ حقیقت واضح تھی لہٰذا جاہل کو ٹرخایا نہیں گیا حقیقت واقعہ سے آگاہ کر دیا گیا)

دوسرا سوال پیش کیا کہ خدا کی خلقت میں زیادہ تعداد سر والوں کی ہے یا پاؤں والوں کی امام صاحب نے اسی انداز میں فرمایا۔ پاؤں والوں کی۔ اس نے تیسرا سوال کیا کہ دنیا میں نر زیادہ ہیں یا مادہ۔ امام صاحب نے فرمایا نر بھی بہت سے ہیں اور مادہ کی بھی کمی نہیں۔ مگر یہ بتائیے کہ تم کن سے ہو نر سے یا مادہ سے۔ چونکہ وہ خود خصّی غلام تھا جھینپ گیا اور پانی پانی ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ امام صاحب کی خاطر منصور نے اپنے اس چونچلے غلام کو پٹوایا بھی، اور کہا کہ آئندہ تم امام صاحبؒ کے متعلق بُرے رویہ سے باز آجاؤ۔

(امام اعظم ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی بحوالہ موفق ص ۱۳۶)

امام ابوحنیفہؒ نے اپنے استاد حماد بن سلیمان سے یہ گُر سیکھا تھا کہ ایسے مہمل سوالوں کا بہترین جواب یہی ہو سکتا ہے۔ کہ جن سے سوال کرنے والا خود مشکلات میں پھنس جائے۔ ایسے موقعوں پر سوال کے جواب میں ایسی بات کہنی چاہئے کہ خود سائل پر جواب کی ذمہ داری عائد ہو جائے ہٹ دھرم جہال سے جان بچانے کا یہ اچھا اور کارگر گر ہے۔

جولاہا بھی کہیں دستاویز لکھ سکتا ہے ؟

لکھا ہے کہ موسیٰ بن عیسیٰ عباسیوں کی طرف سے مکہ کا والی تھا حج کے زمانہ میں وہاں قاضی ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ سرکاری قضاۃ میں پہنچے ہوئے تھے اور اتفاق سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ بھی وہاں موجود تھے۔ موسیٰ بن عیسیٰ والئ مکہ کو کسی ضرورت سے ایک وثیقہ لکھوانے کی ضرورت پیش آئی۔ پہلے اس نے دونوں سرکاری قاضیوں کو بلوا کر وثیقہ لکھنے کی فرمائش کی لیکن جو لکھتا دوسرا اس میں نقائص نکال کر رکھ دیتا۔ اسی جھگڑے اور باہمی منازعت میں مطلوبہ وثیقہ تیار نہ ہو سکا۔ آخر دونوں حضرات تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد امام اعظم ابوحنیفہؒ بھی کسی ضرورت سے والئ مکہ کے ہاں خود پہنچے یا بلائے گئے۔

موسیٰ نے امام صاحب کو دیکھا تو بہت خوش ہوا اور وثیقہ کا سارا قصہ امام صاحب

کے سامنے دہرایا۔ امام صاحب نے فرمایا، پریشانی کی کوئی بات نہیں کاتب کو بلوایئے ابھی لکھوائے دیتا ہوں۔ چنانچہ کاتب کو بلوایا گیا اور امام صاحب نے وہیں بیٹھے بیٹھے وثیقہ لکھوا دیا۔ اور موسیٰ والئی مکہ کے حوالے کر دیا۔ وہ جس طرح کی دستاویز لکھوانا چاہتا تھا۔ ابوحنیفہؒ نے اس کے سارے تقاضے پورے کر دیئے۔ تحریر مطلوب کے موافق تھی۔

جب امام صاحب تشریف لے گئے۔ تو موسیٰ نے دونوں سرکاری قاضیوں کو بلا کر ابوحنیفہؒ کا لکھوایا ہوا وثیقہ خود پڑھ کر سنایا۔ دونوں سنتے اور سر دھنتے رہے مگر اول سے آخر تک کوئی نقص نہ نکال سکے۔ موسیٰ نے دونوں کو بتایا کہ یہ دستاویز ابوحنیفہؒ کی لکھوائی ہوئی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ گئے۔ لکھا ہے کہ جب دونوں سرکاری دربار سے باہر آئے تو ایک نے دوسرے سے کہا۔

اما تریٰ ھٰذا الحائک جاء فی ساعة فکتبه . (موفق ص۱۴۵)	تم نے اس جولا ہے کو دیکھ لیا جس وقت آیا اسی وقت وثیقہ بھی لکھوا دیا۔

تب دوسرے نے کہا :

بھائی! جولاہا بھی کہیں ایسی عبارت (دستاویز) لکھ سکتا ہے۔

امام اعظمؒ کا ایک خواب اور ابنِ سیرین کی تعبیر :

ابن خلکان نے حضرت عبداللہ بن مبارک کی روایت نقل کی ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضرت امام اعظمؒ نے خواب دیکھا کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد مبارک کو کھود ڈالا ہے۔ اور آپ کی ہڈیاں مبارک جمع کر رہے ہیں۔ صبح کو اٹھے تو پریشان اور حیران تھے۔ بعد میں جب علم تعبیر الرویاء کے مشہور عالم علامہ ابن سیرین کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان سے بغیر تعارف کے اپنا خواب بیان کیا۔ ابن سیرین نے فرمایا :

صاحب هذه الرؤياء يثير علماً لم يسبقه اليه احد قبله .	یہ خواب دیکھنے والا علم کی خدمت و اشاعت اس طریقہ سے کرے گا۔ کہ اس سے قبل کوئی بھی اس مقام تک نہیں پہنچ سکا ہوگا۔

(وفیات الاعیان وتاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۳۵
وخیرات الحسان ص ۶۴)

اس کے بعد بعد فرمایا کہ : یہ خواب ابوحنیفہؒ نے دیکھا ہوگا۔

امام اعظمؒ نے عرض کیا حضرت! میں ہی ابوحنیفہؒ ہوں۔

تو ابن سیرین نے فرمایا اچھا! اپنی پشت اور اپنا بایاں پہلو دکھاؤ۔

حضرت امام اعظمؒ نے حسب الحکم اپنا پہلو اور کمر کھول دی۔ ابن سیرین نے امام اعظمؒ کے بازو اور پشت پر تل کے نشان دیکھ کر فرمایا۔ واقعۃً آپ ابوحنیفہؒ ہی ہیں۔ اور اس کے بعد خواب کی یہ تعبیر بیان فرمائی کہ:۔

اس سے مراد علم کا زندہ کرنا اور جمع کرنا ہے۔ (حدائق حنیفہ ومناقب کردری) (اور یہ خدمت اللہ پاک آپ سے لے گا)

ابوحنیفہؒ کا علم اور لوگوں کا احتیاج :

کردری نے ابومعاذ فضل بن خالد سے روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ :

مجھے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت وملاقات کی سعادت حاصل ہوئی تو میں نے عرض کیا۔ حضرت! امام ابوحنیفہؒ کے علم کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا:۔

''ان کے پاس ایسا علم ہے کہ لوگوں کو اس کی ضرورت رہے گی''۔

(خیرات الحسان ص ۶۵)

چور پکڑا گیا اور طلاق واقع نہیں ہوئی :

امام محمد کا بیان ہے کہ ایک شخص کے گھر میں چور داخل ہوئے اور اس کے گھر سے سامان اور قیمتی مال ومتاع اٹھالیا گیا۔ گھر کا مالک بیدار ہوگیا۔ تو چوروں نے اسے پکڑ لیا۔ اور اس کو تین طلاق کا حلف لینے پر مجبور کر دیا۔ کہ کسی کو نہیں بتائے گا۔ یعنی یہ کہلوایا کہ اگر میں نے شور مچایا یا کسی کو بتایا کہ چوری کرنے والے لوگ کون ہیں۔ تو میری بیوی پر تین طلاق۔ چور اس بے چارے کا سارا مال ومتاع اور قیمتی مال واسباب لوٹ کر لے گئے۔

صبح وہ شخص جب بازار آیا تو دیکھا کہ چور اس کا مال ومتاع اور اس کے گھر کے قیمتی اسباب بازار میں فروخت کر رہے ہیں۔ مگر وہ حلف کی وجہ سے انہیں کچھ کہنے یا کسی دوسری کو آگاہ کر دینے یا اس سلسلہ میں بولنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ پریشان تھا۔ اپنا قیمتی سامان فروخت ہوتے دیکھ دیکھ کر اس کا کلیجہ منہ کو آ رہا تھا۔

آخر یہی سوجھی کہ امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشورہ کر لیا جائے شاید کوئی حل نکل آئے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے جب قصہ سنا۔ تو فرمایا اپنے محلّہ کی مسجد کے امام' مؤذن اور محلہ کے ذی اثر اور چند وجیہ افراد کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ جب سب امام صاحب کے ہاں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ چاہتے ہو کہ اس بے چارے کا مال واسباب اللہ کریم اسے واپس کر دے۔

سب نے اثبات میں جواب دیا تو امام صاحب نے فرمایا تم لوگ اپنے ہاں کے تمام بدچلن اور بدنام ومتہم لوگوں کو ایک گھر یا کسی مسجد میں جمع کر دو۔ ایک دو آدمی دروازے پر کھڑے ہو جاؤ۔ اور جس کی چوری ہوئی ہے اس کو بھی اپنے ساتھ کھڑا کر دو۔

پھر گھر سے ایک ایک کو باری باری نکالتے جاؤ۔ اور اس شخص سے ہر ایک کے بارے میں دریافت کرو کہ :

هٰذا لِصّک ؟ کیا یہ تمہارا چور ہے

اگر وہ شخص اس کا چور نہ ہوتو یہ کہہ دیا کرے کہ یہ میرا چور نہیں اور اگر نکلنے والا شخص واقعۃً اس کا چور ہوتو خاموش رہے جس پر یہ سکوت اختیار کرے اسے اپنے قبضہ میں لے لو کہ وہی اس کا چور ہوگا۔ اس طرح چور بھی پکڑ لیا جائے گا اور اس کی بیوی پر طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔

لوگوں نے امام اعظم کی تدبیر و تجویز پر عمل کیا تو چور پکڑا گیا اور طلاق بھی واقع نہ ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ابوحنیفہ کی فراست کے صدقے اس کا تمام مال مسروقہ واپس دلوادیا۔

(عقود الجمان ص ۲۶۹ ولطائف الاذکیا)

ضحاک خارجی دم بخود رہ گیا :

اللہ پاک نے امام صاحب کو ذکاوت، جودتِ طبع اور مشکل سے مشکل مسئلہ کو ایسے عام فہم طریقہ سے سمجھانے کی صلاحیت دی تھی کہ مخالف سے مخالف شخص بھی قائل ہوجاتا تھا اور طویل بحثیں جلد اور آسانی سے طے ہوجاتی تھیں سیرت النعمان میں ہے کہ :

ایک دفعہ ضحاک خارجی جو خارجیوں کا مشہور سردار تھا اور بنوامیہ کے زمانہ میں کوفہ پر قابض ہوگیا تھا امام ابوحنیفہؒ کے پاس آیا اور تلوار دکھا کر کہا ''توبہ کرو'' امام صاحب نے پوچھا کس بات سے؟ ضحاک نے کہا تمہارا عقیدہ ہے کہ علیؓ نے امیر معاویہؓ سے جھگڑے میں ثالثی مان لی تھی حالاں کہ وہ حق پر تھے تو ثالث ماننے کے کیا معنی؟ امام صاحب نے فرمایا اگر میرا قتل مقصود ہے تو اور بات ہے ورنہ اگر حق منظور ہے تو مجھ کو تقریر کی اجازت دو۔

ضحاک نے کہا میں بھی مناظرہ ہی چاہتا ہوں۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا۔ اگر بحث آپس میں طے نہ ہوتو کیا علاج؟ ضحاک نے کہا ہم دونوں ایک شخص کو منصف قرار دیں۔ چنانچہ ضحاک ہی کے ساتھیوں سے ایک شخص کا منصف کے لئے انتخاب کیا گیا کہ دونوں

فریق کی صحت و غلطی کا تصفیہ کرے۔امام صاحب نے فرمایا یہی تو حضرت علیؓ نے بھی کیا تھا۔پھران پر الزام کیا ہے۔ضحاک دم بخود رہ گیا اور چپکا سا اٹھ کر چلا گیا۔

(عقود الجمان ص ۲۶۵)

ابوحنیفہؒ کا حکیمانہ فیصلہ :

رائے وتدبیر، عقل وفراست اور نقطہ آفرینی امام ابوحنیفہؒ کے مشہور اوصاف ہیں۔ محمد انصاری کہا کرتے تھے۔کہ ابوحنیفہؒ کی ایک ایک حرکت یہاں تک کہ بات چیت، چلنے پھرنے میں دانشمندی کا اثر پایا جاتا تھا۔علی بن عاصم کا قول ہے کہ اگر آدھی دنیا کی عقل ایک پلہ میں اور ابوحنیفہؒ کی عقل دوسرے پلہ میں رکھی جاتی تو ابوحنیفہؒ کا پلہ بھاری ہوتا۔

کوفہ کے ایک شخص نے بڑے دھوم دھام سے اپنے دو بیٹوں کی شادی کر دی۔ ولیمہ کی دعوت میں شہر کے تمام اعیان و اکابر کو مدعو کیا۔''مسعر بن کدام'' حسن بن صالح سفیان ثوری اور امام اعظم ابوحنیفہؒ بھی شریکِ دعوت تھے۔لوگ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ دفعۃً صاحب خانہ بدحواس گھر سے نکلا۔اور کہا ''غضب ہو گیا'' لوگوں نے کہا خیر تو ہے؟ بولا۔زفاف کی رات عورتوں کی غلطی سے شوہر اور بیبیاں بدل گئیں۔جولڑکی جس کے پاس رہی وہ اس کا شوہر نہ تھا۔

سفیان نے کہا امیر معاویہؓ کے زمانہ میں بھی ایسا ہوا تھا۔اس سے نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا۔البتہ دونوں کو مہر لازم ہوگا۔

مسعر بن کدام ابوحنیفہؒ کی طرف مخاطب ہوئے کہ آپ کی کیا رائے ہے۔آپؒ نے فرمایا۔شوہر خود میرے پاس آئیں تو جواب دوں گا۔لوگ جا کر دونوں شوہروں کو بلا لائے۔امام صاحب نے دونوں سے الگ الگ پوچھا کہ ''رات جو عورت تمہارے ساتھ رہی وہی تمہارے نکاح میں رہے تو تم کو پسند ہے؟ دونوں نے کہا ہاں۔تب امام ابوحنیفہؒ نے

فرمایا۔

تو تم دونوں اپنی بیبیوں کو جن سے تمہارا نکاح بندھا تھا طلاق دے دو اور ہر شخص اس عورت سے نکاح پڑھالے۔ جو اس کے ساتھ ہم بستر رہ چکی ہے۔ (عقود الجمان ص ۲۶۵)

روشندان بنانے سے دیوار گرانے تک

امام ابوحنیفہؒ کی رہنمائی کام کرگئی :

ابن مبارک راوی ہیں کہ ایک شخص امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی دیوار میں روشندان کھولنے کا مسئلہ دریافت کیا۔ امام صاحب نے فرمایا۔ جب دیوار تمہاری ہے۔ تو اس میں روشندان کھول سکتے ہو (مگر اس کی غرض اذان سننے اور تازہ ہوا کے آنے جانے تک محدود رہے) خبردار! اس سے پڑوسی کے گھر جھانکنا شرعاً ممنوع ہے۔

جب اس کے پڑوس کو علم ہوا تو وہ قاضی ابن ابی لیلیٰ کے پاس حاضر ہوا اور صورت واقعہ بیان کر دی۔ قاضی صاحب نے اسے روشندان کھولنے سے منع کر دیا۔ وہ دوسری مرتبہ امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور قاضی صاحب کے امتناعی حکم کی اطلاع عرض کر دی۔ امام صاحب نے فرمایا! لیجئے ! اب کی بار اپنی دیوار میں ایک دروازہ کھول دیجئے چنانچہ جب وہ دروازہ کھولنے کے لئے دیوار کے پاس آیا اور پڑوسی کو اس کے عزم کا علم ہوا۔ تو وہ پھر سے قاضی ابن ابی لیلیٰ کے پاس شکایت لے کر آیا۔ قاضی صاحب نے اب کے بار اسے دروازہ بنانے سے بھی روک دیا۔ وہ صاحب، امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور بتایا کہ قاضی صاحب نے تو مجھے دروازے کھولنے سے بھی روک دیا ہے۔

تب امام صاحب نے اس سے کہا بھائی! تمہاری ساری دیوار کی کل قیمت کتنی ہے۔ عرض کیا تین دینار۔ امام صاحب نے فرمایا تمہارے تین دینار میرے ذمہ واجب

ہوئے جاؤ اور اپنی دیوار کو بیخ و بن سے گرادو۔

وہ حسبِ ہدایت دیوار گرانے آیا تو پڑوسی نے حسبِ سابق اسے منع کیا اور قاضی صاحب کے پاس پھر سے شکایت لایا۔

قاضی صاحب اس سے فرمانے لگے۔ بھائی! تم بھی عجیب آدمی ہو کہ وہ اپنی دیوار گرا رہا ہے اس کی اپنی چیز ہے اس میں جیسا تصرف چاہے کرسکتا ہے۔ اور تم ہو کہ مجھے کہتے ہو کہ میں اسے اپنی دیوار گرانے سے روک دوں۔ قاضی صاحب نے دیوار کے مالک سے بھی کہا۔

اذهب فاهدمه و اصنع ما شئت. چلے جاؤ! اور اپنی دیوار گرادو جو جی چاہے اپنی دیوار سے وہی معاملہ کرو۔

اس صاحب نے عرض کیا! جناب قاضی صاحب! آپ نے مجھے بے جا تعب و مشقت میں ڈالے رکھا اتنے بڑے کام سے تو میرے لئے روشندان بنانا آسان تھا۔ قاضی صاحب کہنے لگے۔

جب تم ایسے آدمی کے پاس جاتے رہے جو میری خطاؤں کو ظاہر کرتا رہا۔ اب جب کہ میری غلطیاں ظاہر ہوگئیں ہیں اور ستر کی بھی کوئی صورت باقی نہیں رہی تو میں اب بات کیسے کرسکتا ہوں۔ جس سے اس کے بعد مجھے مزید فضیحت اٹھانی پڑے۔

(عقود الجمان ص ۲۵۷)

کہتے ہیں کہ آخر زمانہ میں تنگ آ کر بے چارے قاضی ابن ابی لیلیٰ نے چند آدمیوں کو مقرر کرلیا تھا۔ جو اپنی طرف سے امام ابوحنیفہؒ سے ان مسائل کے متعلق پہلے ہی رائے دریافت کرلیتے تھے۔ جن کے متعلق انہیں شبہ ہوتا تھا۔ کہ حضرت امام صاحب ان کی تغلیط کریں گے۔ یا ان پر اعتراض کریں گے۔ مگر سائل کے طرز سوال سے امام صاحب تاڑ

جاتے کہ یہ سائل خود سوال نہیں کر رہا بلکہ پس منظر میں قاضی صاحب سوال کر رہے ہیں۔ لگتا ہے کہ ایسے موقع پر بے ساختہ امام اعظمؒ کی زبان پر یہ شعر جاری ہو جاتا ......

و اذا تکون عظیمة ادعیٰ لها   جب کوئی مشکل آن پڑتی ہے تب تو ہمیں

واذا یحاس الحیس یدعیٰ جندب   بلایا جاتا ہے اور جب حلوہ مانڈہ تیار ہوتا ہے تو جندب کی دعوتی ہوتی ہے۔

دو اور ایک درہم کا اختلاط اور تقسیم :

ابن مبارک سے روایت ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں ایک مسئلہ کا حل دریافت کیا وہ مسئلہ یہ تھا کہ ایک شخص کے دو درہم اور دوسرے کا ایک درہم باہم مختلط ہو گئے۔ پھر ان تینوں کے مجموعہ سے دو درہم گم ہو گئے۔ مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ دو درہم کون سے تھے۔ اب اس باقی ایک درہم کا کیا بنے گا۔ امام صاحب نے جواب میں فرمایا۔

بقیہ ایک درہم کے تین حصے کر دیئے جائیں گے۔ دو حصے (2/3) اس کو ملیں گے جس کے دو درہم تھے۔ اور ایک حصہ (1/3) اس کو ملے گا۔ جس کا ایک درہم تھا۔

ابن مبارک فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے ابن شبرمہ سے ملاقات کی اور اس سے بھی یہی مسئلہ دریافت کیا، انہوں نے دریافت کیا کہ اس سے پہلے بھی یہ مسئلہ کسی سے دریافت کیا ہے میں نے عرض کیا کہ ہاں! ابوحنیفہؒ سے دریافت کیا ہے۔ اور مسئلہ کی تفصیل سے ان کو آگاہ کر دیا تو کہنے لگے : امام ابوحنیفہؒ سے صحتِ جواب میں غلطی ہوئی ہے۔ مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

دو درہم جو گم ہو گئے ہیں ان میں سے ایک درہم کے متعلق تو یہ بات یقینی ہو گئی ہے کہ وہ اس کا تھا جس کے دو درہم تھے۔ اور اب گویا ایک درہم دونوں کا (یعنی جب ایک

درہم یقینی طور صاحبِ درہمین کا گم ہوگیا ہے اور باقی ایک ایک درہم کے اختلاط میں گویا درہمین میں ایک نا معلوم درہم گم ہوا ہے لہٰذا اس کے نقصان میں دونوں شریک ہوں) اور باقی ایک درہم دونوں میں نصف نصف تقسیم کردیا جائے گا۔

ابن مبارک کہتے ہیں میں نے اس جواب کو پسند کیا پھر اس کے بعد امام ابوحنیفہؒ سے میری ملاقات ہوئی۔ یہ وہی امام اعظم ہیں اگر ان کی عقل روئے زمین پر بسنے والوں کی نصف آبادی کے عقلوں کے ساتھ تولی جائے تو وہ بھاری نکلے۔ تو امام اعظم نے فرمایا ابن شبرمہ سے تم ملے تھے۔ اور تمہارے دریافت کرنے پر انہوں نے یہ جواب (جو اوپر تفصیل سے درج کردیا گیا ہے) تمہیں دیا تھا کہ بقیہ درہم دونوں میں نصف نصف کردیا جائے گا میں نے کہا آپ سچ کہتے ہیں۔ تب امام اعظم نے فرمایا۔

بھائی! بات ایسے نہیں درحقیقت صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ جب دونوں کی جانب سے تین دراہم کا آپس میں اختلاط متحقق ہوگیا تو ہر ایک میں دونوں کی شرکت اثلاثاً (تین تہائیاں) ثابت ہوگئی۔ دو درہم والے کے لئے دو تہائیاں اور ایک درہم والے کے لئے ایک تہائی ہوگی لہٰذا جو درہم بھی گم ہوگا اس میں حصہ شرکت کے موافق ہر ایک کا حصہ گم ہوگا۔ لہٰذا جب ایک درہم باقی رہ گیا تو اس میں بھی حسبِ شرکت حصہ دو تہائیاں، اور ایک تہائی دونوں کو دیا جائے گا۔ لہٰذا جس کے دو درہم تھے اس کو دو حصے ملیں گے اور جس کا ایک درہم تھا اس کو ایک حصہ ملے گا۔ (عقود الجمان ص ۲۵۸ و خیرات الحسان فصل ۲۲، ۲۳)

امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ابن شبرمہ کا یہ اختلاف دراصل اصول کے اختلاف پر مبنی ہے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک جب کئی چیزیں عدمِ امتیاز کے ساتھ مختلط ہوجائیں تو ان کی تقسیم مال مشترک کی طرح واجب ہے یہ گویا شرکت علی الشیوع ہے جس کی تقسیم واجب ہے لہذا ایک درہم بھی اثلاثاً تقسیم ہوگا جس کے دو درہم تھے اس کو 2/3 اور جس کا ایک

درہم تھا اس کو 1/3 حصہ ملے گا۔

جب کہ ابن شبرمہ فرماتے ہیں کہ اگر مال بغیر تمیز کے مختلط ہو جائے تو اس سے شرکت ہی لازم نہیں آتی۔ لہذا دو درہموں میں ایک جو گم ہوا ہے وہ تو یقیناً اسی کا ہے جس کے دو تھے اب دونوں کا ایک رہ گیا اور موجود بھی ایک ہے جس میں احتمال ہے کہ وہ دونوں میں سے کس کا ہے جب کہ کسی ایک کے لئے بھی مرجح موجود نہیں لہذا باقی درہم نصف نصف تقسیم کیا جائے گا۔

ابوحنیفہ کی تدبیر، برائی کا مداوا برائی سے ہو گیا:

ایک شخص نے امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ میرے پڑوسی نے اپنے گھر میں ایک کنواں کھود رکھا ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میری دیوار نہ گر جائے۔

امام صاحب نے فرمایا...... اپنے گھر میں اسی کنوئیں کے برابر اور قریب ایک نالی کھودلو۔ اس نے اسی طرح کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کنواں خشک ہو گیا۔ چنانچہ مالک نے اسے بند کر دیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے شکایت کرنے والے سے یہ نہیں کہا کہ اپنے پڑوسی کو کنواں بند کرنے پر مجبور کرے اور اس کے لئے محکمہ قضا کی امداد حاصل کرے بلکہ آپ نے اس کو یہ حیلہ اور تدبیر بتا دی۔ اور یہ بھی گویا اپنی ملکیت میں تصرف کرنے کی ایک قسم ہے۔ اور یہ ایک ضرر ہے۔ جس سے آپ نے دوسرے ضرر کا ازالہ کر دیا۔ چنانچہ دونوں فریق ایذاء سے محفوظ رہے۔ اسی طرح برائی کا مداوا برائی سے کیا جاتا ہے۔ تو امن حاصل ہو جاتا ہے۔ (ابوحنیفہؒ از ابوزہرہ حصہ دوم)

ایام رمضان میں جماع کی حلف اور امام اعظم ابوحنیفہ کی تدبیر:

ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ رمضان کے ایام میں اپنی بیوی سے جماع کروں گا۔

اب اگر جماع کرتا ہے۔تو روزہ توڑنے کا کفارہ دینا ہوگا۔اور جرم وسزا اور گناہ اس پر مستزاد اور اگر ان ایام میں قربت اختیار نہیں کرتا۔تو حانث ہوتا ہے۔ بہت سوں کے پاس یہ مسئلہ لایا گیا۔مگر جواب کہیں سے بھی نہیں ملا۔ جب امام اعظم ابو حنیفہؒ کے سامنے صورتِ مسئلہ رکھی گئی تو آپ نے ایک ہی چٹکی میں مسئلہ حل کر دیا۔ارشاد فرمایا :

یسافر بھا فیطؤھا نھاراً فی رمضان .

مرد سفر پر روانہ ہو. عورت کو ہمراہ لے لے رخصتِ سفر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے روزہ نہ رکھے اور اپنا مقصد پورا کرے (عقود الجمان ص ۲۷۶)

نام کا اثر کام میں ہوتا ہے :

اسماعیل بن حماد جو امام اعظم کے پوتے ہیں۔ نے روایت کی ہے کہ ہمارے پڑوس میں ایک رافضی شیعہ رہتا تھا۔اسے حضراتِ صحابہؓ سے حد درجہ بغض وعداوت تھی۔ اسی عداوت کی وجہ سے اس نے اپنے دو خچروں کے نام صحابہؓ کے نام پر رکھ لئے تھے۔ایک کا نام ابوبکر اور دوسرے کا نام عمر کہہ کر پکارتا تھا۔العیاذ باللہ۔

ایک روز اسے اپنے گدھوں میں سے کسی نے لات مار کر ہلاک کر دیا۔امام اعظمؒ کو خبر دی گئی تو امام صاحب نے فرمایا! جاؤ تحقیق کرلو۔ یہ وہی گدھا ہوگا۔جس کو یہ رافضی ظالم عمر کہہ کر پکارتا تھا کہ نام کا اثر کام میں ضرور ہوتا ہے۔اللہ نے اس گدھے عمر کے نام کی لاج رکھوائی اور حضرت عمرؓ کی شان میں گستاخی کرنے والے کو دنیا میں گدھے کی لات سے مرجانے کی رسوائی دلوائی خسر الدنیا و الآخرہ۔

جب تحقیق کی گئی تو بات وہی نکلی جو امام اعظم ابو حنیفہؒ نے کہی تھی۔

(عقود الجمان ص ۲۸)

عطاء من عنداللہ :

ایک روز گورنر ابن ہبیرہ نے امام صاحب کی خدمت میں ایک انگوٹھی پیش کی جس کے نگینہ پر ''عطا بن عبداللہ'' لکھا ہوا تھا۔ اور کہا یہ انگوٹھی تو بڑی قیمتی ہے۔ مگر اس سے مہر لگانا میں پسند نہیں کرتا۔ کہ غیر کا نام درج ہے۔ اور اس کے ثبت کرنے سے حکم بھی مؤکد نہیں ہو سکتا۔ امام صاحب نے فرمایا لفظ ''بن'' کے با کو گول کر کے میم بنا دو۔ اور عبد کے نیچے نقطہ کاٹ کر اوپر لگا دو تو یہ ''عطاء من عنداللہ'' ہو جائے گا۔

گورنر ابو حنیفہؒ کی اس سرعتِ انتقالِ ذہنی سے بے حد متاثر ہوا اور باہمی تعلقات قائم رکھنے اور مزید استوار کرنے کی درخواست اور اس پر اصرار کرتا رہا۔ (ایضا)

وقوعِ طلاق سے مخلص کی حکیمانہ تدبیر :

امام اعظم ابو حنیفہؒ سے ایک مرتبہ دریافت کیا گیا کہ ایک شخص جس کے ہاتھ میں پانی سے بھرا ہوا پیالہ تھا۔ اپنی بیوی سے کہا اگر میں اس سے پانی پی لوں یا انڈیل دوں یا بھرا پیالہ زمین پر رکھ دوں یا کسی دوسرے انسان کے حوالے کر دوں تو تجھ پر طلاق ہو۔ اب مذکورہ چاروں صورتوں میں سے جونسی صورت اختیار کرے عورت پر طلاق واقع ہوتی ہے کیا اس سے بھی کوئی مخلص ہو سکتا ہے۔ تو امام صاحب نے فرمایا۔

ہاں! کپڑا لے کر پیالے میں ڈالے جو اس کے پانی کو جذب کر لے یہاں تک کہ پیالہ خشک ہو جائے۔ چونکہ خالی پیالہ پر تعلیقِ طلاق نہیں ہے۔ اس لئے پیالہ کے خالی ہونے کے بعد جونسی صورت بھی اختیار کر لی جائے طلاق واقع نہ ہو گی۔ (عقود الجمان ص ۲۹۲)

قیاس ابو حنیفہؒ کا ایک دلچسپ لطیفہ :

محمد بن ابراہیم الفقیہ کی روایت ہے کہ ایک روز امام اعظم ابو حنیفہؒ اپنے اصحاب

کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں آپ کے ہاں سے ایک شخص کا گذر ہوا۔امام صاحب نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ :

الف) میرا خیال یہ ہے کہ یہ شخص مسافر ہے۔

ب) کچھ دیر بعد ارشاد فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ اس شخص کی آستین میں کوئی میٹھی چیز بھی ہے۔

ج) پھر کچھ دیر بعد فرمایا کہ میرے خیال میں یہ شخص مَعلم الصبیان (چھوٹے بچوں کا استاد) ہے۔

حاضرین میں سے ابوحنیفہؒ کا کوئی شاگرد اٹھا تا کہ اس شخص کے بارے میں یقینی اور قطعی معلومات حاصل کی جاسکیں۔جب تحقیق کی تو معلوم ہوا۔

الف) واقعی وہ شخص مسافر ہے۔

ب) اس کی آستین میں کشمش ہیں۔

ج) واقعۃً اس کا کام معلم الصبیانی ہے۔

حاضرین نے ابوحنیفہؒ سے دریافت کیا کہ آپ کو اس کی مسافرت کیسے معلوم ہوئی تو امام صاحب نے فرمایا کہ :

میں نے دیکھا کہ وہ گھور گھور کر دائیں بائیں دیکھتا رہا اور مسافر جہاں بھی جاتا ہے یہی کرتا ہے۔میں نے اس کی آستین پر مکھی دیکھی تو یہی سمجھا کہ اس کی آستین میں کوئی میٹھی چیز ہے۔مکھی ایسی چیزوں کی طرف دوڑ کر آتی ہے اور میں نے اس شخص سے یہ بھی محسوس کیا کہ وہ صبیان (چھوٹے بچوں) کو بڑی تیز نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ یہ بچوں کے استاد ہیں۔

(عقود الجمان ص ۲۵۰)

امام ابو حنیفہؒ علم صرف کے مدوّن اوّل ہیں :

علی العموم مشہور یہ ہے کہ فن صرف کے مدون اول ابو عثمان بکر المازنی (متوفی ۲۴۸ھ) ہیں اور اس سے پہلے یہ الگ فن کی حیثیت سے مدون نہیں تھا۔ بلکہ نحو ہی میں اس کے مسائل بھی ذکر کر دیئے جاتے تھے۔ (کشف الظنون ج ۱ ص ۲۸۸ و مفتاح السعادۃ ج ۱ ص ۱۱۳)

مگر تحقیق یہ ہے کہ فن صَرف کے مدّونِ اول ابو عثمان المازنی نہیں بلکہ ان سے بھی ایک صدی قبل امام اعظمؒ ہیں۔ جو تدوین فقہ کے علاوہ علم صرف میں بھی ایک مستقل رسالہ تصنیف کر چکے ہیں۔ اس رسالہ کا نام ''المقصود'' ہے۔ جو علم صرف کا نہایت جامع' مختصر مگر واضح اور منضبط متن ہے۔

معجم المطبوعات العربیہ میں اس کا ذکر موجود ہے۔ معجم مذکورہ میں اس کا ذکر تین جگہ پر آیا ہے۔ (معجم المطبوعات ج ۲ ص ۳۰۴ ج ۸ ص ۱۴۰۳)

اور تینوں جگہ ''المقصود'' کو امام اعظمؒ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

جامعہ ازہر کے استاد جناب احمد سعید علی کی تصحیح کے ساتھ اصل رسالہ بمع اپنے تین شروحات کے شائع ہو چکا ہے۔ شروحات کے نام یہ ہیں:۔

1:۔ المطلوب! شارح کا نام معلوم نہیں تاہم دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ شرح ۹۵۲ھ سے کافی پہلے لکھی گئی ہے۔ اور اس کے لکھنے والے ابو حنیفہؒ کے کوئی شاگرد یا قریبی تعلق رکھنے والے ہیں۔

2:۔ اِمعان الانظار۔ مصنف کا نام نور الدین محمد بن بیر علی ہے۔ یہ شرح ۹۵۲ھ میں مکمل ہوئی اور انہوں نے جزم کے ساتھ لکھا ہے۔ کہ ''المقصود'' کے مصنف امام اعظمؒ ہیں۔

3:۔ روح الشروح۔ مصنف استاد عیسیٰ سیروی ہے۔

علم فقہ کی دستوری تشکیل و تدوین جدید

امام اعظم ابوحنیفہؒ کالازوال کارنامہ :

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے زمانہ سے قبل جلیل القدر تابعین کے ہاں علم حدیث کی طرح فقہ کے مسائل مدون ہو چکے تھے۔ مگر یہ کوئی باقاعدہ اور منظّم تدوین نہ تھی۔ اور نہ اسے ایک مستقل فن کی حیثیت حاصل تھی۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے استاد امام حماد کی وفات کے بعد کا زمانہ وہ تھا کہ تمدن ومعاشرت میں وسعت کی وجہ سے عبادات اور معاملات میں کثرتِ مسائل کے واقعات پیش آنے لگے دور دراز کے اطراف و بلاد سے روزانہ سینکڑوں استفتاء امام اعظمؒ کے پاس آنے لگے یہ کام فردِ واحد کے بس کا نہ تھا۔ اس کے لئے باقاعدہ ایک کمیٹی اور وسیع دارالافتاء اور ایک مستحکم دارالقضاء کی ضرورت تھی۔ ابوحنیفہؒ کی حساس طبیعت نے بڑی شدت سے اس کا احساس کیا اور ان کی مجتہدانہ طبیعت اور محققانہ مزاج نے ان کو خود اس فن کی باقاعدہ ترتیب اور تدوین پر آمادہ کرلیا۔ حجازِ مقدس کے قیام اور تجربات سے اس عزم میں مزید پختگی ہوئی۔ چنانچہ قتادہ بصری سے مناظرہ کے دوران امام اعظم نے فرمایا تھا۔

علم والوں کو چاہئے کہ جن باتوں میں لوگوں کے مبتلا ہونے کا امکان ہے ان کے حل کے لئے وہ پہلے سے آمادہ ہو جائیں واقع ہونے سے پہلے ان کے بچنے کی جو صورتیں ہیں ان کو سوچ لینا چاہئے اور انہیں پہلے سے معلوم ہونا چاہئے کہ پیش آمدہ مسائل میں ابتلاء کے وقت کیا کرنا چاہئے۔

اسلامی قانون کی تدوین و تشکیل جدید کے کام کے وسیع اہم، مگر پُرخطر حد درجہ حزم

واحتیاط اور وقوع ہونے کے پیش نظر امام ابوحنیفہؒ نے اسلام کے شورائی نظام کے تحت اس کے لئے ایک دستوری کمیٹی تشکیل دی اور اس کے باقاعدہ کام کرنے کے لئے کوفہ کو بطور صدر مقام منتخب کیا شرکائے کمیٹی کی مجموعی تعداد چالیس تھی۔ ان میں ہر ایک فقہی مسائل کے استنباط واجتہاد میں درجۂ اجتہاد کو پہنچا ہوا تھا۔ اور ان میں ہر ایک عہدۂ قضاء کی ذمہ داریاں سنبھالنے کی پوری صلاحیت رکھتا تھا اور ان میں دس تو ایسے تھے جو صرف قاضی ہی نہیں بلکہ قضاۃ کے معلم تھے۔ امام محمد کو عربیت اور علم وادب میں خاص کمال حاصل تھا قاسم بن معین بھی علم وادب میں مسلّم استاد تھے۔ استخراج واستنباط مسائل میں امام زفر اپنی نظیر آپ تھے۔ قاضی ابو یوسف، داؤد طائی، یحییٰ، عبداللہ بن مبارک اور حفص بن غیاثؒ کو روایات اور حدیث وآثار میں خاص کمال اور امتیاز حاصل تھا۔ اور وہ اپنے زمانے کے مسلّم اساتذہ تسلیم کئے جاتے تھے۔

اس کے علاوہ بارہ (۱۲) افراد پر مشتمل ایک دوسری کمیٹی (مجلس شوریٰ) تھی جو فیصلے کو آخری شکل دیتی اور حتمی نتائج پر پہنچتی تھی۔ دونوں کمیٹیوں کے سربراہِ اعلیٰ خود امام ابوحنیفہؒ تھے جن کی سرپرستی ونگرانی اور راہنمائی میں اکابر علماء مجتہدین وفقہا نے کم وبیش ۳۰ سال تک تدوین فقہ یا اسلامی دستور کی تشکیل وترتیب میں صرف کئے۔ ۱۲۱ھ سے ۱۵۰ھ تک یہ کام جاری رہا جو امام اعظم ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کا لازوال کارنامہ ہے۔ امت میں ابوحنیفہؒ کی یہ شورائی، تدوینی فقہ ان کا پہلا قدم تھا۔ اس لئے اوائل میں اسے اوپری نظر سے دیکھا گیا۔ مگر شدہ شدہ دیگر ائمہ عظام نے بھی اس کی ضرورت محسوس کی۔ حتیٰ کہ کوئی ایسا امام باقی نہ رہا جس کی ابوحنیفہؒ کے قائم کردہ طریقہ پر فقہ مرتب ہو کر نہ آ گئی ہو۔ گویا ابوحنیفہؒ کو تدوین فقہ اور اسلامی دستور کی باقاعدہ تشکیل میں اولین راہی کا مقام حاصل ہے۔ اور ائمہ اسلام کے تمام فقہی ذخیروں میں صرف اور صرف فقہ حنفی کو یہ امتیاز

حاصل ہے کہ وہ کسی شخصی رائے پر مبنی نہیں بلکہ چالیس علماء کی جماعت شوریٰ کی ترتیب دادہ ہے۔ اور حنفی مسلک گویا شورائی مسلک ہے۔

کمیٹی کے اجلاس میں ایک ایک مسئلہ پر تین تین روز کی بحث کے بعد اس کو آخری شکل دی جاتی تھی جب تک مسئلہ بحث و تمحیص اور تنقیح و تفتیش کے جملہ مراحل طے نہ کر لیتا ابوحنیفہؒ اس کے لکھنے سے منع فرماتے۔ کمیٹی کے ہر رکن کو پوری آزادی سے اپنی رائے پیش کرنے کا حق حاصل تھا۔ شرکائے مجلس امام صاحب سے بے تکلف اور مسائل کی تفتیش اور تنقیح میں بے باک تھے۔ بعض اوقات نووارد کو بے ادبی کا گمان ہونے لگتا۔ ایسے موقع پر جب شرکائے مجلس کو کسی نے تنبیہ کی تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا۔

"تم ان لوگوں (تلامذہ ورفقاء کمیٹی) کو چھوڑ دو میں نے خود ہی اس طرزِ کلام کا ان کو عادی بنا دیا ہے۔"

ایسا بھی ہوتا کہ گاہے گاہے ایک مسئلہ پر مہینوں بحث طویل ہو جاتی۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام اعظمؒ کی قائم کردہ دستوری کونسل نے ۳۰ سال تک مسلسل کام کیا قانونِ اسلامی کی تدوین جس کی مدونہ کتابیں کتب فقہ ابی حنیفہؒ کے نام سے مشہور ہوئیں اس مجموعہ میں ۸۳ ہزار دفعات تھے۔ امام صاحب کو جب آخر عمر میں بغداد جیل میں منتقل کر دیا گیا تب بھی تدوین فقہ کا سلسلہ جاری رہا۔ امام محمد کا تعلق ابوحنیفہؒ کے ساتھ یہاں قائم ہوا اضافہ کے بعد اس میں کل مسائل کی تعداد ۵۰ ہزار تک پہنچ گئی۔

چنانچہ فقہ کی قانونی جامعیت ہمہ پہلو وسعت و آفاقیت کے پیش نظر اس کو چہار دانگ عالم میں شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی اور اس کے دستوری نسخے عدالتوں اور حکومتوں نے حاصل کئے۔ اور اسلامی حکومتوں نے سرکاری طور پر ان نسخوں کو اپنی عدالتوں کے قضاۃ کے ہاں رکھوالیا۔ علماء قضاۃ اور والیانِ ریاست اس سے مستفید ہوتے رہے اور

بالآخر عملاً ان کو نافذ کر دیا گیا۔ اس سلسلہ کے مکتوبہ کتب کی تفصیل درج ذیل ہے۔

الف) کتب ظاہر الروایہ۔ اس میں چھ کتابیں شمار کی جاتی ہیں۔

۱۔ جامع صغیر۔ اسے امام محمدؒ نے امام ابو یوسفؒ کی روایت سے مرتب کیا ہے اور اس کی چالیس شروحات لکھی گئی ہیں۔

۲۔ جامع کبیر۔ جامع صغیر سے اس کے مسائل کی تعداد زیادہ ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے اقوال کے علاوہ اس میں امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ کے اقوال بھی موجود ہیں۔ یہ بھی امام محمد کی تصنیف ہے یہی وہ کتاب ہے جسے ایک نصرانی نے پڑھا تو مسلمان ہو گیا اور کہا :

''جب مسلمانوں کے چھوٹے محمد کا یہ حال ہے تو بڑے محمد ﷺ کا کیا حال ہوگا۔''

۳۔ مبسوط۔ یہ امام محمدؒ کی سب سے پہلی تصنیف ہے اور اصل کے نام سے مشہور ہے۔

۴۔ زیادات۔ ان مسائل کا مجموعہ ہے جو جامع صغیر اور جامع کبیر میں درج نہ ہو سکے

۵۔ السیر الصغیر۔ حکومت وسیاست اور جہاد کے مسائل پر مشتمل ہے۔

۶۔ السیر الکبیر۔ یہ کتاب امام محمدؒ کی سب سے آخری تصنیف ہے۔

ابوالفضل محمد بن احمد مروزی جو حاکم شہید کے لقب سے مشہور ہیں نے ظاہر الرؤیہ کی تمام کتابوں کے مسائل پر مشتمل ''کافی'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس کی امام سرخسی نے 30 جلدوں پر مشتمل شرح لکھی جو مبسوط کے نام سے مشہور ہے۔

(ب) کتب نوادر مندرجہ بالا کتب کے علاوہ امام محمدؒ کے دیگر فقہی تصنیفات کو ''نوادرات'' کہتے ہیں۔ جو کیسانیات (اس کتاب کی روایت امام محمد سے شعیب بن سلیمان الکسیانی نے کی ہے۔ لہٰذا اسی نام سے کتاب معروف ہے)۔ جرجانیات (امام محمد سے اس کتاب کے راوی علی بن صالح جرجانی ہیں۔ لہذا کتاب بھی ان ہی کے نام سے مشہور ہوئی)۔

ہارونیات (یہ بھی امام محمد کی تالیف ہے مسائل شتیٰ پر مشتمل اور فوائد نافعہ کی حامل ہے) امالیٰ امام محمد اور نوادر بن رستم وغیرہ کو شامل ہیں۔ ان کے علاوہ بھی امام محمدؒ اور امام ابویوسفؒ کی دیگر تصانیف مثلاً ''کتاب الآثار'' ''کتاب الحج'' ''مؤطا امام محمد'' وغیرہ سب پر نوادرات کا اطلاق ہوتا ہے۔

اس کے بعد بھی دستوری اور قانونی طور پر اس کی توسیع کا سلسلہ جاری رہا۔ اور مسلمانوں کو کرۂ ارض کے سب سے بڑے حصہ پر تقریباً ایک ہزار سال تک حکمرانی کے جو مواقع ملے تو ان کی حکومتیں الحمد اللہ اصلاً یا ضمناً زیادہ تر امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے تلامذہ کے مدون کردہ آئین و دستور کی پابند رہیں۔

تدوینِ فقہ کی روئیدادِ مفصل :

تدوین فقہ اور اس کی تشکیل جدید کی مفصل روئیداد احقر نے دفاع ابوحنیفہؒ (شائع کردہ موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور) کے ساتویں باب میں تفصیل سے تحریر کردی ہے۔ جسے پاکستان کے علمی و دینی جرائد کے علاوہ مرکز علم دارالعلوم دیوبند کے ماہنامہ ''دارالعلوم'' نے بھی اپنے شمارہ اکتوبر ۸۶ء میں شائع کیا اور کتاب پر اپنے تبصرہ وتعارف میں اسے جامع و قیع اور اس کا مطالعہ واستفادہ ضروری قرار دیا یہاں اس باب کی تلخیص کردی گئی ہے۔ اگر اس سے ذوق مطالعہ کی انگیخت ہوئی ہو تو مزید توضیح وتفصیل دفاع امام ابوحنیفہؒ میں ملاحظہ فرمائیے۔

امام اعظم اور علم الحدیث :

باقی رہا امام اعظم ابوحنیفہؒ کا علم حدیث میں رتبہ و مقام تو یہ ایک حقیقت ہے کہ علم حدیث سے بے نیاز ہوکر صرف قیاس اور قرآن پر فقہ کی بنیاد ہرگز نہیں رکھی جاسکتی تھی۔ امام

اعظم ابوحنیفہؒ کے مرویات کو آپ کے تلامذہ ''مسند ابی حنیفہؒ'' کے نام سے جمع کرتے رہے۔ جن کی تعداد پندرہ (۱۵) تک پہنچ ہے۔ جنہیں علامہ خوارزمی نے یکجا کر کے ''جامع مسانید الامام الاعظم'' کے نام سے مرتب کیا۔ ابوحنیفہؒ کے سب سے بڑے شاگرد قاضی ابویوسفؒ نے ''کتاب الآثار'' میں امام اعظمؒ کے مرویات کو جمع کیا ہے۔ علم حدیث میں امام صاحب کے اساتذہ کی تعداد چار ہزار تک پہنچتی ہے۔ آپ کے مسانید جمع کرنے والوں میں دارقطنی، ابن شاہین اور ابن عقدہ جیسے نامور علماء حدیث شامل ہیں۔ کوئی شخص فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں سے اگر صرف امام طحاوی کی ''شرح معانی الآثار'' ابوبکر جصاص کی ''احکام القرآن'' اور امام سرخسیؒ کی المبسوط ہی کو دیکھ لے تو اسے ابوحنیفہؒ کی علمِ حدیث میں مہارت وفضیلت کا اندازہ ہو جائے گا۔ امام صاحب نے چار ہزار حدیثیں روایت کی ہیں۔ دو ہزار صرف امام حماد کی طریق سے اور دو ہزار باقی شیوخ سے۔ (مناقب موفق)

امیر یمانی کا بیان ہے کہ بلاشبہ تمام مسند احادیث صحیحہ جو بلا تکرار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہیں۔ ان کی تعداد چار ہزار چار سو ہے۔ (توضیح الافکار ص ۶۳)

امام صاحب کی چار ہزار حدیثوں کی روایت تب ہے۔ جب تکرار اور تعداد طرق واسانید سے صرف نظر کر لی جائے۔ وگرنہ اسناد اور تعدد طرق اور تکرار کو ملحوظ رکھ کر دہ ستر (۷۰) ہزار تک تعداد بڑھ جاتی ہے۔ احقر نے اس موضوع پر دفاع ابوحنیفہؒ کے چھٹے باب میں تفصیل سے لکھ دیا ہے۔ یہاں تکرار سے کتاب کی ضخامت بڑھ جائے گی۔ شائقین وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

حدیث سے استناد کے معاملہ میں ابوحنیفہؒ کا مسلک:

حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استناد کے معاملہ میں امام اعظم کا جو مسلک تھا۔ اسے انہوں نے خود ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ کہ مجھے جب کوئی حکم خدا کی

کتاب میں مل جاتا ہے۔ تو میں اس کو تھام لیتا ہوں۔ اور جب اس میں نہیں ملتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپؐ کے ان صحیح آثار کو لیتا ہوں۔ جو ثقہ لوگوں کے ہاں ثقہ لوگوں کے واسطے سے معروف ہیں۔ پھر جب نہ کتاب اللہ میں حکم ملتا ہے۔ نہ سنت رسول اللہ میں تو میں اصحابِ رسولؓ کے قول (یعنی ان کے اجماع) کی پیروی کرتا ہوں۔ اور ان کے اختلاف کی صورت میں جس صحابی کا قول چاہتا ہوں۔ قبول کرتا ہوں۔ اور جس کا چاہتا ہوں۔ چھوڑ دیتا ہوں۔ مگر ان سب کے اقوال سے باہر جا کر کسی کا قول نہیں لیتا اور جب معاملہ ابراہیم، شعبی، ابن سیرین، حسن، عطا، سعید بن المسیب (اور ان کے علاوہ کچھ اور اصحاب بھی گنے) تک پہنچے تو فرمایا۔

فقوم اجتهدوا فاجتهد کما اجتهدوا — تو جیسے انہوں نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کر لیتا ہوں۔

(تاریخ بغداد للخطیب ج ۱۳ ص ۳۶۸ ومناقب ذہبی ص

(۲)

اور بعض روایات میں الفاظ قدرے مختلف نقل ہوئے ہیں۔

وما جاء من غیرهم فهم رجال ونحن رجال. — اور جب غیر صحابہؓ سے کوئی قول آئے تو گو وہ بھی ہماری طرح کے انسان ہیں۔ (یعنی جس طرح انہیں اجتہاد کا حق ہے۔ ہمیں بھی ہے۔)

(میزان ج ۱ ص ۲۹ و خیرات الحسان ص ۲۷)

اذا جاء نا عن التابعین زاحمنا هم. — اور جب ہمارے پاس تابعین کے اقوال آتے ہیں۔ تو ہم ان سے علمی مزاحمت کرتے ہیں۔

(الانتقاء ص ۱۴۴ والجواہر المضیۃ ج ۲ ص ۲۴۹)

وما جاء عن غیرهم اخذنا وترکنا. — غیر صحابہؓ کے اقوال کو لیتے بھی ہیں۔ اور چھوڑتے بھی ہیں۔

(ذیل الجواہر ج ۲ ص ۴۷۳)

ما جاء نا عن الصحابه فعلي	جو چیز ہمارے پاس صحابہؓ سے پہنچتی تو اس کو ہم
الراس والعين وما جاء نا عن	سر آنکھوں پر رکھتے ہیں اور جو تابعین سے آتی
التابعين فهم رجال و نحن	ہے۔سو وہ بھی عام انسان ہیں۔اور ہم بھی۔
رجال.	

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے سامنے ایک مرتبہ ان پر یہ الزام لگایا گیا۔ کہ وہ قیاس کو نص پر ترجیح دیتے ہیں۔اس پر انہوں نے فرمایا۔

''خدا کی قسم! اس شخص نے جھوٹ کہا اور ہم پر افتراء باندھا جس نے کہا کہ ہم قیاس کو نص پر ترجیح دیتے ہیں۔ بھلا نص کے بعد بھی قیاس کی کوئی حاجت رہتی ہے''۔

(مفتاح السعادۃ ج۲ص۷ا)

خلیفہ ابوجعفر منصور نے ایک مرتبہ امام صاحب کو لکھا کہ میں نے سنا ہے۔ کہ آپ قیاس کو حدیث پر مقدم رکھتے ہیں۔جواب میں انہوں نے لکھا۔

''امیر المومنین! جو بات آپ تک پہنچی ہے۔وہ صحیح نہیں ہے۔میں سب سے پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر۔ پھر حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے فیصلوں پر۔ پھر باقی صحابہ کرامؓ کے فیصلوں پر البتہ جب صحابہؓ میں اختلاف ہو تو قیاس کرتا ہوں''۔(کتاب المیزان ج۱ص۶۲)

علامہ ابن حزم تو یہاں تک رقم طراز ہیں کہ :

''تمام اصحاب ابی حنیفہؒ اس بات پر متفق ہیں۔کہ ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ تھا کہ ضعیف حدیث بھی اگر مل جائے تو اس کے مقابلے میں قیاس اور رائے کو چھوڑ دیا جائے۔

(کتاب المیزان ج ۱ ص۶۲)

ذہبی نے ابوحنیفہؒ کے مناقب ص ۱۲ میں لکھا ہے کہ ''واضح رہے ضعیف حدیث

سے مراد وہ حدیث نہیں ہے۔ اس جگہ ضعیف سے مراد حدیث ہے۔ جس کی سند قوی نہ ہو مگر اس سے یہ گمان کیا جا سکے۔ کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا قول ہوگا)

شانِ تابعیت اور صحابہ سے ملاقات و روایت :

امام اعظم ابوحنیفہؒ تابعین سے ہیں۔ ۸۰ ھ میں آپ پیدا ہوئے جب کہ اس وقت صحابہؓ کی ایک جماعت کوفہ میں موجود تھی۔ مؤرخین نے آپ کے پیدا ہونے کے زمانہ میں موجود صحابہ کی تعداد بیس بتائی ہے۔ تاہم خطیب بغدادی، قسطلانی، یافعی، ابنِ حجر عسقلانی، دارقطنی اور ابن حجر مکی جیسے جبال علم اور ائمہ حدیث ابوحنیفہؒ کی حضرت انسؓ سے زیارت و ملاقات پر متفق ہیں۔ ملا علی قاری نے شرح نخبۃ الفکر میں تابعی کی تعریف میں لکھا ہے۔

وھو من لقی الصحابی ھذا ھو المختار.

تابعی وہ ہے جس نے صحابیؓ سے ملاقات کی ہو۔

اس سعادت کے پیش نظر امام اعظمؒ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور اس ارشاد گرامی کا مصداق قرار پاتے ہیں۔ کہ

طوبیٰ لمن رآنی و آمن بی ولمن رای من رآنی .

بشارت ہے۔ ان لوگوں کے لئے جنہوں نے حالتِ ایمان میں مجھے دیکھا اور وہ لوگ بھی مبارک ہیں جنہوں نے حالتِ ایمان میں میرے دیکھنے والوں سے ملاقات کی۔

امام اعظمؒ نے اپنی عمر میں پچپن حج کئے ہیں۔ جن میں سے کم از کم پندرہ حج آپ نے صحابی رسول ابوالطفیلؓ متوفی ۱۱۰ھ مقیم مکہ کے زمانہ میں کئے ہیں۔ گویا پندرہ مرتبہ کوفہ سے مکہ مکرمہ آنا ہوا۔ یہ بات عقلِ سلیم کے باور کرنے سے بعید ہے۔ کہ حضورؐ کے مذکورہ

ارشادِ گرامی وجود صحابی اور زیارت و ملاقات کی ممکنہ صورت اور تابعیت کی سعادت دارین ونعمتِ عظمیٰ کے سہل الحصول ہونے کے باوجود ایک مرتبہ بھی آپ نے حضرت ابوالطفیلؓ کی زیارت کی سعادت حاصل نہ کی ہو۔

صرف یہ نہیں بلکہ آپ کی عمر کے ساتویں سال تک آپ ہی کے شہر کوفہ میں حضرت عمرو بن حریثؓ اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ موجود تھے۔ لامحالہ قرن اول کے دستور کے مطابق امام صاحب کو آپ کے والد دعائے برکتِ صلحاء کی غرض سے حضراتِ صحابہ کی خدمت میں بھی پیش کر چکے ہوں گے۔

ابوحنیفہؒ کی روایت صحابہؓ اور شرفِ تابعیت متفق علیہ ہے۔ اور بقول اکابر ائمہ حدیث کے جو شخص امام صاحب کی تابعیت سے انکار کرتا ہے۔ وہ تتبعِ قاصر اور تعصب فاتر میں مبتلا ہے۔

البتہ بعض نے یہ کہا ہے کہ بوجہ صغرسنی کے آپ نے صحابہؓ سے روایت نہیں کی مگر یہ قول مرجوح ہے اور آپ کی صحابہ سے روایت و رویت دونوں ثابت ہیں۔ اور یہی قول محقق ہے۔

پہلا سفرِ حج اور حضرت عبداللہ بن حارثؓ سے ملاقات :

جامع بیان العلم میں ہے کہ ۹۶ھ میں امام صاحب نے زندگی کا سب سے پہلا حج کیا۔ اور اسی سال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن حارثؓ سے ملاقات اور تلمذ کا شرف حاصل کیا۔ اور آپ نے اسی ملاقات میں ان سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا۔

من تفقه فی الدین کفاه الله همه ورزقه من حیث لا یحتسب.

جس نے اللہ کے دین میں سمجھ بوجھ اور فقاہت پیدا کر لی۔ اللہ اس کے رنج و

غم میں کافی ہے اور اس مقام سے رزق
دے گا۔ جہاں اس کو گمان بھی نہ ہوگا۔

حضرت امام اعظمؒ نے اپنے زمانہ میں کوفہ کا کوئی صحابی اور تابعی ایسا نہیں چھوڑا جس سے ملاقات اور کسبِ فیض نہ کیا ہو۔ علامہ خوارزمی فرماتے ہیں:۔

اتفق العلماء علی انه روی عن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم لکھنم اختلفوا فی عدد ھم .

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ امام صاحب نے صحابہؓ سے روایات نقل کی ہیں۔ لیکن اس کی تعداد میں اختلاف ہے

(دائق الحفیہ ملخصاً تنسیق النظام ص ۱۰)

مشہور محدث حضرت عبداللہ بن مبارک اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:۔

کفی نعمان فخرا ما رواہ
من الاخبار عن غرر الصحابه

ترجمہ:۔ نعمان بن ثابت کے فخر و امتیاز کے لئے یہ بات کافی ہے۔ کہ وہ جلیل القدر صحابہ سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

ابو مشعر عبدالکریم بن عبدالصمد شافعیؒ نے تو امام اعظم ابوحنیفہؒ کی صحابہؓ سے مرویات کو بھی ایک مستقل رسالہ میں لکھ دیا اور علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی ان تمام روایات کو اپنے ایک رسالہ ''تبیض الصحیفه'' میں جمع کر دیا ہے۔ اس سلسلہ کے شبہادت کے ازالہ اور اعتراضات کے جوابات پر مشتمل مفصل تحریر احقر نے دفاع ابوحنیفہؒ میں تفصیل سے لکھدی ہے۔ شائقین وہاں دیکھ لیں۔

بشارتِ نبویؐ اور امام ابوحنیفہؒ :

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی

منقول ہے :

عن ابی هریرة قال کنّا جلوساً عند النبی صلی الله علیه وسلم اذا نزلت علیه سورة الجمعه فلما قرءَ " واخرین منهم لما یلحقوا بهم" قالوا من هؤلآء یا رسول الله ! فلم یراجعه النبی صلی الله علیه و سلم حتی سأله مرة او مرتین او ثلاثاً قال و فینا سلمان الفارسی قال فوضع النبی صلی الله علیه وسلم یدهٔ علی سلمان ثم قال " لو کان الایمان عند الثّریا لناله رجل او رجال من هؤلاء .

(صحیح مسلم ج۲ص۳۰۲).

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اس مجلس میں سورۃ الجمعہ نازل ہوئی اور آپؐ نے یہ آیت پڑھی ''آخرین منهم لما یلحقوا بهم'' حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ لوگ کون ہیں۔ جو ابھی تک ہم سے نہیں ملے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں سکوت فرمایا۔ اگر پوچھنے والے نے دوبارہ سہ بارہ یہی سوال دہرایا ۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا۔''اگر ایمان ستاروں کی جمگھٹ اور آسمانی کہکشاں میں بھی ہوگا۔تو ان کے کچھ آدمی اسے ضرور پا لیں گے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے تبیض الصحیفہ میں اور علامہ ابن حجر مکی نے خیرات الحسان میں اس بات کی تصریح کی ہے۔کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کے مصداق حضرت امام ابوحنیفہؒ ہیں۔علامہ سیوطی نے حضرت ابو ہریرہؓ کی مندرجہ بالا

روایات کے علاوہ ابونعیم' طبرانی' شیرازی' اور صحیح بخاری کی اس مضمون کی روایات کردہ احادیث کو امام ابوحنیفہؒ ہی کی فضیلت و بشارت پر محمول کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں کچھ شک بھی نہیں کیونکہ ابنائے فارس سے علم میں کوئی بھی امام ابوحنیفہؒ کے مبلغ علم کو نہیں پہنچ سکا۔

اگر نفسِ حدیث میں قدرے غور کیا جائے تو ابوحنیفہؒ ہی بوجہ اتم واکمل اس کا مصداق ٹھہرتے ہیں۔ مثلاً:۔

1:۔ پہلی بات حدیث میں یہ آئی ہے کہ وہ ابنائے فارس سے ہو اور یہ ظاہر ہے کہ ائمہ اربعہ اور ائمہ حدیث میں سے کوئی شخص بھی سوائے ابوحنیفہؒ کے نہ تو ابنائے فارس سے ہے اور نہ ہی شاہِ فارس نوشیرواں کی اولاد سے ہے۔ امام مالک اور امام شافعی بالاتفاق عربی ہیں۔ امام احمد کا اصل وطن مرو تھا۔ جو ملک خراسان میں واقع ہے۔ امام بخاری بخارا کے اور امام ترمذی ترمذ کے رہنے والے تھے۔ جو دونوں توران میں واقع ہیں۔ امام مسلم نیشاپور واقع خراسان اور امام ابوداؤد' سیستان کے باشندے تھے۔ جو سندھ و ہرات کے درمیان متصل قندھار کے واقع ہے۔ امام نسائی شہر نساء واقع خراسان امام ابن ماجہ شہر قزوین واقع عراق وعجم کے رہنے والے تھے۔ لامحالہ یہ تسلیم ہی کرنا پڑے گا۔ کہ ابوحنیفہؒ ہی اہل فارس کا مصداق بوجہ اتم واکمل قرار پاتے ہیں۔ تو ایسی تاویل کی کوئی ضرورت نہیں۔ جس میں صریح نص کو ترک کر کے حدیث سے عام اہل عجم مراد لے لئے جائیں۔ جیسا کہ صاحب اتحاف النبلاء نے .... ایسی کھینچ تان کی کوشش کی ہے۔ جو ہر طرح سے خلاف واقع اور نامناسب ہے۔ لہٰذا ابوحنیفہؒ ہی اس کا صحیح مصداق قرار پاتے ہیں۔

2:۔ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث کے مضمون میں غور کیا جائے تو یہ حقیقت بھی نکھر کر

سامنے آجاتی ہے کہ اس کے مفہوم کا صحیح مصداق ایسا شخص قرار پا سکتا ہے۔ جو منجملہ دیگر قیود کے حضراتِ صحابہؓ سے ملا ہو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اہلِ فارس میں سلمان فارسیؓ کے بعد سوائے امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے تلامذہ کے جو اپنے زمانے میں بہت بڑے علماء اور اپنے ہم عصروں پر فائق تھے۔ دوسرا کوئی بھی ایسا نہیں ہے۔ جو اصحاب یا تابعین سے ملا ہو۔ جو لوگ ائمہ اربعہ یا محدثین صحاح ستہ کو بھی اس حدیث کے مفہوم وعموم اور مصداق میں ابوحنیفہؒ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ وہ یہ ہرگز نہیں ثابت کر سکتے کہ ائمہ اربعہ' اصحابِ صحاح کو حضراتِ صحابہ تو کجا' تابعین کا دیکھنا بھی نصیب ہوا ہو۔ اور اگر بالفرض اس حدیث کے مفہوم کے عموم میں دیگر ائمہ ومحدثین بھی شامل کر دیئے جائیں تب بھی تقدم واولیت کا شرف ابوحنیفہؒ ہی کو حاصل ہے۔ **والفضل للمتقدم۔**

3 : تیسری بات یہ ہے کہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں الفاظِ حدیث یوں بھی منقول ہوئے ہیں۔

لو کان الدین عندالثریا لذھب به	اگر دین ثریا کے نزدیک بھی ہوگا۔ تو
رجل من ابناء فارس حتی تناوله	ابنائے فارس میں ایک شخص آئے گا
	اور اسے وہاں سے حاصل کرے گا۔

حدیث میں لفظ تناول اس جانب مشیر ہے کہ وہ رجل مجتہد ہو جس کا علم اجتہاد تمام امور دینیہ اور مسائل شرعیہ پر محیط ہو۔ اس کے علم کی وسعت اور اجتہاد کے ملکہ میں نقص نہ ہو۔ کیونکہ جملہ جزئیات پر حاوی ہونا بغیر مجتہد کے اور کسی کا منصب نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ سوائے ائمہ اربعہ کے یہ مقام کسی کو حاصل نہیں ہوا۔ جن پر جمہور نے ان کو بہ ہمہ وجوہ اعلم اور اولیٰ دیکھ کر اجماع کیا ہو۔ اور ان کے

مذاہب قرآن وحدیث سے مستنبط اور مدون ہوں۔اور مسلّم ہوکر آفاق میں پھیلے ہوں اور ان کے مذاہب سے ان کے پیروکاروں کو ہر قسم کے حوادث' وقائع' نوازل کے پیش آنے میں مسائل کا جواب مل سکتا ہو۔پس امام ابوحنیفہؒ جوائمہ اربعہ میں زمانہ اجتہاد اور تدوینِ فقہ کے لحاظ سے متقدم ہیں۔ بلکہ سب کے پیش رو اور رہنما ہیں۔صرف یہی ابنائے فارس سے ہیں اور اپنے تلامذہ کے ساتھ حدیث مذکور کے مصداق ہیں۔ واقعہ بھی یہی ہے کہ مذاہب ثلاثہ کی ترویج واشاعت فقہ حنفی ہی کی مرہونِ منت ہے۔احقر نے اس عنوان کے تحت دفاع ابوحنیفہؒ میں بھی لکھا ہے۔ذیل میں اسی سے ایک اقتباس یہاں بھی درج کردیا جاتا ہے۔

''اگر حنفی مکتب فکر نے فقہی تدوین کی راہیں نہ کھولی ہوتیں تو آج دیگر مذاہب ثلاثہ کی ترویج کی صورتیں بھی موجود نہ ہوتیں اور واقعہ یہ ہے کہ صرف فقہ حنفی ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کے پاس فقہ کا آج جو کچھ سرمایہ ہے۔وہ شافعی فقہ ہو یا حنبلی بلکہ فقہ مالکی تک کسی نہ کسی حیثیت سے سب کی بالآخر امام ابوحنیفہؒ ہی کی دیدہ ریزیوں سے آبیاری ہوئی ہے۔جس کے لئے امام ابوحنیفہؒ کو قدرت نے بہترین صلاحیتوں سے نواز کر تدوینِ فقہ کے بہترین مواقع اور لائق رفقاء کار عطا فرمائے''۔(دفاع ابوحنیفہؒ ص۱۲۹)

احادیث میں صیغہ جمع رجال اور صیغہ مفرد رجل دونوں استعمال ہوئے ہیں۔ محدثین نے اس کا محمل بھی یہی بتایا ہے۔کہ امام اعظمؒ کے لئے صیغہ جمع رجال باعتبار اتباع کے ہے۔جو حضرت امام صاحب کے اصحاب ہیں۔اور صیغہ واحد یعنی رجل کا استعمال باعتبار متبوع کے ہے۔جو خود امام ابوحنیفہؒ ہیں۔اس سے اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ امام صاحب کے اتباع واصحاب ان کی طرح علم وفضل

اور اصابت مسائل دین میں بحسب قواعد واصول غیروں پر فائق ہوں۔

4 : حضرت سلمان فارسیؓ طبقہ خیر القرون یعنی اصحاب رسول اللہ علیہ وسلم سے ہیں۔ اور امام اعظمؒ بھی طبقہ خیر القرون یعنی تابعین سے ہیں۔ دونوں طبقات کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر کی شہادت دی ہے۔ بخلاف دیگر ائمہ محدثین کے کہ وہ تابعین سے نہیں تھے۔ اور ان کے زمانے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں ''ثم یظهر الکذب'' کے کلمات پائے جاتے ہیں۔ (حدائق الحنفیہ ملخصاً ص ۷۷)

صداقت محمدیؐ کا اعجاز :

امام اعظم ابوحنیفہؒ لسان نبوت کے پیشین گوئی کے اولین مصداق ہونے کی وجہ سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی صداقت کی ایک دلیل اور نبوت کا ایک اعجازی کارنامہ ہیں۔ چنانچہ خیرات الحسان میں علامہ ابن حجر ہیثمی سے منقول ہے۔ کہ :

فيه معجزة ظاهرة للنبی صلی الله علیه وسلم اخبر بما سیقع.

اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلا معجزہ ہے۔ کہ آپ نے آئندہ ہونے والی بات کا پتہ دیا ہے۔ (خیرات الحسان ص ٦)

امام طحاویؒ کا مقولہ ہے۔

ان ابا حنیفه النعمان من اعظم المعجزات بعد القرآن.

بے شک امام ابوحنیفہؒ معجزات مصطفویہ میں سے قرآن کے بعد ایک بڑا معجزہ اور کرامت ہیں۔ (درمختار ص ۴۵ وحدائق الحنفیہ ص ۷۷)

امام ابن مبارکؒ کے اشعار فقہی فضیلت اور علمی جامعیت کا اظہار :

بالاتفاق سب مؤرخین نے لکھا ہے کہ تمام محدثین کے محدث اعظم امام عبداللہ بن

مبارک نے دنیائے حدیث کے گوشہ گوشہ میں
جا کر اور لاکھوں روپے اسفار پر صرف کر کے اس دور خیر القرون کے ایک ایک محدث سے
علم نبوت کی تحصیل کی۔ مگر جب امام اعظم کے پاس آئے۔ تو آخر تک آپ سے جدا نہ
ہوئے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے انتقال کے بعد ان کی قبر پر کھڑے ہو کر زار زار رو رو کر فرماتے
رہے۔ کہ "ابراہیم نخعیؒ اور حمادؒ نے مرتے وقت تجھے (ابوحنیفہؒ) اپنا خلیفہ چھوڑا تھا۔ خدا
آپ پر رحم کرے۔ کہ آپ نے اپنا خلف نہیں چھوڑا۔ یہ کہہ کر دیر تک زار زار روتے رہے"
ان ہی کی وصیت ہے کہ "آثار اور احادیث کو لازم سمجھو مگر ان کے معانی کے لئے امام
ابوحنیفہؒ کی ضرورت ہے کیونکہ وہ حدیث کے معانی جانتے ہیں"۔ (دفاع ابوحنیفہؒ)

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی عظمت و علو شان دیکھ کر رئیس المحدثین امام ابن المبارک بھی
بے اختیار ہو کر آپ کی مدح و منقبت میں اشعار کہنے لگے۔ ذیل میں درمختار وغیرہ سے ان
کے کہے ہوئے چند منتخب اشعار اور ان کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔ اہلِ انصاف اور اہلِ
ذوق کے لئے اس میں عبرت و حقیقت اور لطف و سرور کا کافی سامان موجود ہے۔
(دفاع ابوحنیفہؒ)

لَقَد زَانَ البِلَادَ مَنَّ عَلَیهَا — اِمَامُ المُسلِمِینَ اَبُو حَنِیفَه
امام المسلمین امام ابوحنیفہ نے شہروں کو زینت بخشی — اور لوگوں پر احسان کیا

بَاَحکَامٍ وَ اٰثَارٍ وَ فِقهٍ — کَاٰیَاتِ الزَّبُورِ عَلَی الصَّحِیفَه
فقہ و آثار اور احکام شرعیہ کے ساتھ — جیسا کہ صحیفہ میں آیاتِ زبور ہوں

فَمَا فِی المَشرِقَینِ لَهُ نَظِیر — وَ لاَ بِالمَغرِبَینِ وَ لاَ بِکُوفَه
چنانچہ مشرق میں اس کی مثال نہیں — اور نہ ہی مغرب و کوفہ میں اس کی نظیر پائی جاتی ہے

اِمَاماً صَارَ فِی الاِسلَامِ نُوراً — اَمِیناً لِلرَّسُولِ وَ لِلخَلِیفَه

ابوحنیفہؒ امام ہیں اسلام میں نُور ہیں
حضورؐ اور خلیفہ کے علوم کے امین ہیں

یَبِیتُ مَشهراً سَهَرَ اللیَالِی
وَ صَامَ نَهَارَهُ لِلّٰهِ خِیفَهً

عبادت و بیداری میں رات گذارتے ہیں
اور دن کو اللہ کے خوف سے روزہ سے رہتے ہیں

وَصَانَ لِسَانَهُ عَن کُلِّ اِفکٍ
وَ مَا زَالَت جَوارِحُه عَفِیفَه

انہوں نے ہر بری بات سے زبان کی حفاظت کی
اور ان کے اعضاء وعفیف یعنی پاکدامن ہیں

یَعفُ عَنِ المَحَارِمِ وَ المَلاَهِی
وَ مَرضَاةُ الا لہِ لَهُ وَظِیفَه

حرام چیزوں اور کھیل تماشے سے بچتے ہیں
اللہ کی رضا ہی ان کا کام رہ گیا ہے

فَمَن کَابِی حَنِیفَةَ فِی عَلاَهُ
اِمَامُ الخلِیقَةِ وَ الخَلِیفَه

درجات عالیہ میں ابوحنیفہ کا کون مقابل ہوسکتا ہے
یہ تو مخلوق خدا کے امام اور خلیفہ ہیں

رَأیتُ العَائِبِین لَهُ سَفَاهًا
خِلاَفُ الحقِّ مَعَ حِجَجٍ ضَعِیفَه

ان پر طعن کرنے والے سب احمق ہیں
جو حق کے خلاف بودے دلائل لئے پھرتے ہیں

وَ قَد قَالَ ابنُ اِدرِیسٍ مَقَالاً
صَحِیحُ النَقلِ فِی حُکمٍ لَطِیفَه

امام محمد بن ادریس شافعی نے ان کی شان میں ارشاد فرمایا جو لطیف حکموں میں صحیح النقل ہیں :

بِاَنَّ النَّاس فِی فِقهٍ عَیَالٌ
علٰی فِقهِ الاِمَامِ اَبِی حَنِیفَه

لوگ فقہ میں بمنزل عیال ہیں
امام اعظم ابوحنیفہؒ کی فقہ پر

فَلَعنَة رَبِّنَا اَعدَادَ رَملٍ
علٰی مَن رَدَّ قَول اَبِی حَنِیفَه

چنانچہ ریت کے ذرّات برابر لعنت ہو
اس پر کہ جو امام ابوحنیفہؒ کا قول (دشمنی سے) رد کرے

استدلال بالحدیث الضعیف کا الزام درست نہیں :

بعض لوگ حنفیہ اور امام اعظمؒ کے دلائل کے متعلق کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا مستدل فلاں حدیث ضعیف ہے۔ مگر احناف اور امام اعظم پر اس قسم کا اعتراض کچھ زیبا نہیں کیونکہ تحقیق اور صحیح قول یہ ہے کہ امام اعظمؒ کی اگرچہ صحابہؓ سے روایت کے ثابت ہونے میں اختلاف ہے۔ لیکن صحابہ کی رویت و ملاقات بفضل اللہ تعالیٰ یقیناً ثابت ہے۔ لہذا امام صاحب تابعی ہیں۔ بدیں وجہ امام صاحب کی روایت کبار و خیار تابعین سے ہوگی۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے منقول ہے۔ کہ تابعین میں کوئی کاذب نہ تھا۔ لہذا امام اعظمؒ نے جن خیار تابعین سے روایت لی وہ حضرات یقیناً ثقہ ہوں گے۔ اس سے بخوبی معلوم ہوا کہ امام صاحب جن روایات سے استدلال کرتے ہیں۔ وہ تمام روایات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ صحابہ و خیار تابعین امامؒ تک پہنچی ہیں۔ درمیان میں کسی قسم کا شائبہ پیدا نہیں ہوا تو امام اعظمؒ کے استدلال کے وقت وہ روایات صحیح و سالم تھیں۔ اگرچہ اس کے بعد ضعف پیدا ہوگیا ہو۔ اس سے امام اعظمؒ پر استدلال بالحدیث الضعیف کا الزام دینا بالکل بے جا ہے۔ کیونکہ امام اعظمؒ نے قرب زمانہ کی بناء پر نہر کے ابتدائی حصہ سے پانی پیا۔ اس کے نیچے آ کر اگر پانی کو خراب کر دیا گیا' تو وہ خراب پانی تو امام اعظمؒ کی طرف عود کر کے نہیں جائے گا۔ بلکہ بعد والوں کی بدقسمتی ہے کہ صاف پانی نہیں ملا۔ یہی مضمون امام الطائفہ شعرانی الشافعی سے بھی منقول ہے۔

وقال الشعرانی الشافعی جمیع ما استدل به الامام ای امامنا الاعظم لمذهبه اخذه من خیار التابعین ولا یتصور فی سنده شخص متهم بالکذب وان قیل بضعف شئی من ادلة مذهبه فذالک الضعف انما هو

بالنظر للرواة الناز لين عن سنده بعد موته وذلك لا يقدح فيما اخذ به الامام عنه و كذلك نقول فى ادلته مذهب اصحابه فلم يستدل احد منهم بحديث ضعيف كما تتبعناه ذلك انما يستدل احدهم بحديث صحيح او حسن او ضعيف قد كثرت طرقه حتى ارتفع لدرجة الحسن و ذلك امر لا يختص باصحاب الامام ابى حنيفه بل يشار كهم جميع المذاهب كلها . (مقدمہ اوجز المسالک ص ۶۸)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب 6

ذکاوت وجُودتِ طبع، ذہنی صلاحیتیں وکمالات

بحث ومناظرہ اور استنباطِ مسائل کے دلچسپ واقعات

استدلال واستنباط حکم کی تین مختلف صورتیں :

فیاضِ ازل کی طرف سے امام ابو حنیفہؒ کو فطری طور پر ایک ہی مسئلہ کی مختلف اور متخالف صورتوں پر غور وفکر اور استنباطِ حکم کے طریقے ادل بدل کرنے' اور ہر طریقہ کے لئے دلائل قائم کرنے اور دفاع کرنے کی جو عجیب وغریب اور زبردست قدرت عطا کی گئی تھی۔ وہ ذیل کے ایک واقعہ سے اندازہ لگائی جاسکتی ہے۔ اور بلا مبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نصوص پر سب سے زیادہ دقیق اور گہری نظر اور سب سے زیادہ قوتِ استدلال کے مالک تھے۔

امام مالک نے جو دیکھا صحیح دیکھا اور جس حقیقت پر پہنچے بغیر کسی جھجک کے اس کا اعلان کردیا۔ فرماتے ہیں۔

نعم رایت رجلاً لو کلمک فی ھٰذہ الساریۃ أن یجعلھا ذھبا لقام بحجتہٖ .

(مناقب ابی حنیفہ للذہبی نمبر ۱۹)

امام ابوحنیفہ تو ایسا شخص ہے۔ کہ اگر یہ اس پر دلائل قائم کرنا چاہے کہ سامنے والا ستون سونے کا ہے۔ تو وہ اسے دلائل کی قوت سے سونے کا ثابت کرسکتا ہے۔ بہر حال امام ابوحنیفہؒ کی باریک بینی' دور رسی' نکتہ آفرینی اور ہر مسئلہ میں استدلال اور استنباط حکم کے طریقے بدل بدل کر ائمہ کبار' فقہاء عظام کے جس عظیم مجمعے میں اپنی خداداد صلاحیتوں کا مظاہرہ کر کے سب کو حیران و ششدر کر کے دکھ دیا۔ اس کا طویل قصہ ہم بروایت محمد بن حسن بجنسہٖ نقل کر دیتے ہیں۔

''امام ابوحنیفہؒ کے بغداد تشریف لانے کی خبر پہنچی تو ان کے تلامذہ اکٹھے ہوئے ان تلامذہ میں ابو یوسف' اسد بن عمرو اور ان کے علاوہ ابوحنیفہؒ کے قدیم فقہاء تلامذہ بھی شامل تھے۔ تو ان سب نے باہمی غور و فکر اور بحث و مباحثہ کے بعد بطور علمی مذاکرہ کے ایک مسئلہ امام صاحبؒ کے سامنے پیش کرنے کے لئے تجویز کیا۔ اور اس کی تائید و تقویت کے لئے بہت سی دلیلیں بھی جمع کیں۔ اور اس کو پیش کرنے کے لئے عجیب و غریب اور انوکھی صورت تجویز کی۔ اور آپس میں کہنے لگے۔ کہ امام کے آتے ہی ہم ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھیں گے اور ایسی بحث کریں گے کہ امام کو بحث میں جواب دینا مشکل ہو جائے گا۔ جب امام ابوحنیفہؒ تشریف لائے تو (حلقہ درس میں بیٹھتے ہی سب سے پہلا مسئلہ جو امام سے دریافت کیا گیا وہی (تیار شدہ) مسئلہ تھا۔ تو امام ابوحنیفہؒ نے اس کا جواب اس کے خلاف دیا جو انہوں نے طے کر رکھا تھا۔ تو ایک دم شور مچ گیا اور مجمع کی مختلف سمتوں سے ایسے موقعوں کی تلاش میں رہنے والے لوگ چلائے اور فقرے کسنے لگے۔

''اے ابوحنیفہؒ ! تمہیں تو سفر نے بالکل جام کر دیا ہے اور اب تم سفر کی تعب اور تکان سے علمی مباحثہ میں کمزوری کا مظاہرہ کر رہے ہو''۔

امام ابوحنیفہؒ نے ان سے خطاب کر کے فرمایا:

تھمو تھمو، نرمی سے کام لو نرمی سے۔ شور وغوغا سے کچھ حاصل نہیں۔ اچھا بتاؤ تم کیا کہتے ہو؟ وہ کہنے لگے :

اس مسئلہ کا یہ جواب ہرگز نہیں جو آپ نے دیا ہے۔

امام صاحب نے فرمایا تم کسی دلیل سے کہتے ہو یا بے دلیل؟

انہوں نے کہا دلیل سے :

امام صاحب نے فرمایا۔ اچھا اپنی دلیل بیان کرو۔

اور مناظرہ شروع ہو گیا۔ آخر امام ہی اپنی دلیلوں کی قوت سے ان سب پر غالب آ گئے اور ان سے اپنی بات منوالی اور انہیں یقین ہو گیا اور اعتراف کر لیا کہ ہماری رائے ہی غلط ہے۔ اس پر امام نے فرمایا۔ اب تو تمہیں اپنے مسئلہ کے صحیح جواب کا علم ہو گیا۔

ان سب نے کہا جی ہاں...... تو اس کے بعد امام نے فرمایا...... اب بتاؤ اس شخص کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے، جو تمہارے پہلے جواب کو درست مانتا ہے۔ اور میرے اس جواب کو غلط کہتا ہے۔

سب نے یک زبان کہا۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا آپ کا یہ جواب دلائل سے صحیح ثابت ہو چکا ہے۔ امام نے پھر اُن سے اس پر مناظرہ شروع کر دیا۔ اور ان سے اپنے جواب کے غلط ہونے کا اقرار کرا لیا اور وہ بے ساختہ کہہ اُٹھے۔

امام صاحب! آپ نے ہمارے ساتھ بڑی ناانصافی سے کام لیا حق تو ہمارے ساتھ تھا۔ یعنی ہمارا جواب صحیح تھا۔ آپ نے اسے غلط بنا دیا۔

پھر امام ابوحنیفہؒ نے ان سے دریافت کیا۔ اس شخص کے بارے میں تم کیا کہتے ہو۔ جو دعویٰ کرتا ہے کہ یہ جواب بھی غلط ہے۔ اور پہلا جواب بھی غلط ہے۔ اور صحیح جواب یہ تیسرا ہے۔

وہ سب یک زبان ہوکر بولے۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ دونوں جواب غلط ہوں۔

تو امام صاحب نے فرمایا' اچھا سنو! اور اس مسئلہ کا ایک تیسرا جواب اختراع کیا اور اس پر بھی ان سے مناظرہ شروع کر دیا۔ اور دلائل کی قوت سے اس تیسرے جواب اور اس کے صحیح ہونے کا بھی ان سے اقرار کرالیا۔ تب وہ زچ ہوکر کہنے لگے۔

اے امام ! خدا کے لئے ہمیں بتایئے۔ کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ تب امام ابوحنیفہؒ نے ان چوٹی کے فقہا کو بتایا۔ فلاں فلاں دلیل کی بنا پر صحیح تو وہ پہلا ہی جواب ہے۔ جو میں نے شروع میں دیا ہے۔ باقی میرا مقصد آپ حضرات کو بتانا تھا۔ کہ یہ مسئلہ ان تینوں صورتوں سے باہر نہیں ہوسکتا۔ اور ازروئے فقہ ان میں سے ہر صورت کی معقول وجہ (اور دلیل) بھی موجود ہے۔ اور اربابِ مذاہب میں سے کسی نے کسی کا مذہب بھی ہے۔ یہ فرضی قیاس آرائیاں نہیں ہیں۔ باقی صحیح جواب وہی ہے۔ جو میں نے بیان کیا۔ اسی کو تسلیم کرنا چاہئے اور اس کے علاوہ دوسرے جوابات کو ترک کر دینا چاہئے''۔

(السنة و مكانتها فى التشريع الاسلامى)

ایک دینار کا مستحق معلوم ہوا تو کل ترکہ اور جمیع ورثاء کی تعین کردی:

وکیع سے روایت وہے کہ ایک مرتبہ مجلس ابوحنیفہؒ میں ایک عورت حاضر ہوئی ہم بھی وہاں موجود تھے۔ عورت نے عرض کیا کہ :

''میرا بھائی فوت ہوگیا ہے۔ اور اپنے پیچھے اس نے چھ سو دینار کا ترکہ چھوڑا ہے۔ جب وراثت تقسیم ہوئی تو مجھے چھ سو دینار میں صرف ایک دینار دیا گیا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ میرے ساتھ ناانصافی کی گئی ہے۔ اور وہ یہ سمجھتی ہوگی کہ مجھے میت کے بہن ہونے کے ناطے سے زیادہ وراثت کی حقدار ہونا چاہئے۔ اور یہاں صرف ایک دینار میرے حصے کا دیا گیا ہے۔

امام اعظم نے اس سے دریافت کیا کہ یہ تقسیم کس نے کی ہے؟ کہنے لگی۔ داؤد طائی نے امام صاحب نے فرمایا۔ تجھے ایک دینار کا حقدار ہونا چاہئے۔ اور وہ تجھے مل چکا ہے۔

کہنے لگی وہ کیسے؟ امام صاحب نے فرمایا : کیا تیرے بھائی نے اپنے پیچھے دو بیٹیاں نہیں چھوڑیں؟ کہنے لگی ہاں ! اس کی دو بیٹیاں ہیں۔

ابوحنیفہؒ نے فرمایا: اور اس کی ماں بھی زندہ ہے۔ کہنے لگی درست ہے۔ امام صاحب نے فرمایا۔ اس کی بیوی بھی موجود ہے۔ کہنے لگی یہ بھی صحیح ہے۔ ابوحنیفہؒ نے فرمایا اور ان کے علاوہ اس کے بارہ (۱۲) بھائی اور ایک بہن بھی بقیدِ حیات ہیں کہنے لگی۔ بالکل درست ہے۔ تو امام صاحب نے عورت کو میراث کی تفصیل سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ :

"میت کی دونوں بیٹیوں کو ترکہ میں ثلثین (۲ تہائیاں) کا استحقاق حاصل ہے۔ لہذا چار سو درہم تو ان کا حق ہوا"۔

میت کی ماں کے لئے ترکہ میں چھٹا حصہ بنتا ہے۔ لہذا سو درہم تو اس کو ملے۔ باقی رہی میت کی بیوی تو اس کا استحقاقِ وراثت ثمن (آٹھواں) ہے۔ لہذا پچھتر (۷۵) دینار تو وہ لے لے گی۔

اب کل ترکہ میں پچیّس (۲۵) دینار رہ جائیں گے۔ جو باقی ورثاء میت میں بارہ (۱۲) بھائی اور ایک بہن (سائلہ) میں تقسیم کرنے ہوں گے۔

لہذا چوبیس (۲۴) دینار بارہ بھائیوں کو ملیں گے۔ اس طرح کہ ہر بھائی کے لئے دو دینار کا استحقاق ہوگا۔ باقی رہا ایک دینار تو وہ تمہارا حق ہے۔ جو داؤد طائی نے تمہیں دلوادیا ہے۔ (عقود الجمان ص ۲۶۱)

ابوحنیفہؒ نے جنازہ پڑھوادیا تو میاں بیوی دونوں قسم سے بری ہو گئے :

قاضی شریک کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ اتفاق سے بنی ہاشم کے سرداروں میں

سے کسی سردار کے بیٹے کے جنازہ میں سفیان ثوری، ابن شبرمہ، قاضی ابن ابی لیلیٰ، ابوالاحوص مندل حبان اور امام اعظم ابوحنیفہؒ اکٹھے ہو گئے۔ ان کے علاوہ جنازہ میں دیگر اکابر علماء فقہا اور روسائے شہر بھی شریک تھے کہ اچانک جنازہ رک گیا۔ اور لوگ آپس میں جنازہ کے رک جانے کی وجہ پوچھنے لگے۔ چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ اور پھر تحقیقی طور پر یہ معلوم ہوا کہ لڑکے (میت) کی ماں بھی جنازہ کے ساتھ بے چین ہو کر از خود رفتگی کے عالم میں نکل آئی ہے۔ اپنا دوپٹہ جنازہ پر ڈال دیا ہے۔ بے حجابی تو ہو ہی گئی۔ اور سر سے ننگا ہونا اس پر مستزاد۔ یہ عورت بھی کوئی معمولی نہیں تھی۔ ہاشمی خاندان سے تعلق رکھنے والی شریف زادی تھی۔ جب لڑکے (میت) کے باپ یعنی اس کے خاوند کو علم ہوا کہ میری بیوی سر سے ننگی ہو کر جنازے کے ساتھ چل رہی ہے۔ جس سے خاندان کی فضیحت اور رسوائی ہو گی۔ تو فوراً بآواز بلند اپنی بیوی کو پکار کر کہا۔

''واپس لوٹ جا'' مگر عورت نے واپس جانے سے انکار کر دیا تو اس نے حلف اٹھایا کہ اگر تو یہیں سے واپس نہ لوٹی تو تجھ پر طلاق ہے۔ (یہاں یہ یاد رہے کہ جنازہ ابھی تک جنازہ گاہ کو نہیں پہنچا تھا۔ نماز جنازہ تو جنازہ گاہ ہی میں پڑھنی تھی۔ بہت سے لوگ پہلے سے جنازہ گاہ میں پہنچ چکے تھے۔ مگر یہ قضیہ تو راستے کا ہے)

بیوی نے جواباً حلف اٹھالیا کہ :

''میں اس وقت تک واپس نہ لوٹوں گی جب تک کہ اس پر نماز جنازہ نہ ہو جائے۔ ورنہ میرے جتنے بھی غلام ہیں سب آزاد ہوں''

مسئلہ پیچیدہ تھا۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں اور سرگوشیاں شروع ہو گئیں۔ بڑے بڑے علماء اور فقہاء موجود تھے مگر کسی سے بات نہیں سلجھ رہی تھی۔ کہ میت کے باپ کی نظر امام اعظمؒ پر پڑی۔ اور عرض کیا۔ کہ حضرت! خدارا ہماری مدد کیجئے۔

امام صاحب آگے بڑھے اور لڑکے کی ماں سے دریافت کیا کہ تو نے کس طرح حلف اٹھایا ہے عورت نے ساری بات دہرادی۔ پھر اس کے خاوند سے پوچھا کہ تیرا حلف کیا تھا۔ اس نے بھی حلف کے الفاظ سنا دیئے۔

امام اعظمؒ نے صورت مسئلہ کی حقیقت سے آگاہ ہوتے ہی بغیر کسی تامل کے فرمایا جنازہ کی چارپائی رکھ دو۔ لوگوں نے تعمیل کی۔ تو فرمایا نماز جنازہ کے لئے صفیں درست کر لو۔ اور جنازہ گاہ کے بجائے یہیں نماز جنازہ پڑھ لو۔ میت کے باپ سے کہا جناب! آگے بڑھیئے اور نماز پڑھا دیجئے۔ چنانچہ وہ آگے بڑھے۔ نماز جنازہ کی صفیں درست ہوئیں۔ جو لوگ پہلے سے جنازہ گاہ پہنچ چکے تھے۔ انہیں بھی یہاں بلایا گیا۔ جب نماز ہو چکی تھی تو امام صاحب نے لوگوں سے فرمایا:

لیجئے اب میت کو تدفین کے لئے قبرستان لے چلئے

عورت سے کہا۔ اب یہیں سے واپس لوٹ جا کہ تو قسم میں بری ہو چکی ہے۔ نماز جنازہ ہو چکی ہے۔ اور اس کے بعد تیری واپسی ہو رہی ہے۔

لڑکے کے باپ سے کہا لیجئے تو بھی تو بری ہو چکا ہے۔ کہ عورت تیرے حکم پر واپس لوٹ رہی ہے۔

ابن شبرمہ نے امام صاحب کی ذہانت اور سریع الفہمی دیکھی تو بے اختیار پکار اٹھے "تیرے جیسا ذہین اور سریع الفہم بچہ جننے سے عورت عاجز آ گئی ہے۔ خدا بھلا کرے تیرے لئے علمی مشکلات کے حل میں کوئی کلفت نہیں۔ (عقود الجمان ص ۲۵۷)

مسئلہ رفع یدین میں امام اعظم اور امام اوزاعی کا مناظرہ

امام اوزاعی شام کے بہت بڑے امام اور فقہ میں مستقل مذہب کے بانی تھے۔ ہوا یوں کہ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ کے دار الحناطین میں امام اعظم ابوحنیفہؒ سے ان کی ملاقات ہو گئی

اور اتفاق سے دونوں کے درمیان مسئلہ رفع الیدین زیر بحث آ گیا۔ اور اوزاعی، امام ابوحنیفہ سے کہنے لگے۔

ما بکم یا اھل العراق لا ترفعون ایدیکم فی الصلوٰۃ عند الرکوع وعند الرفع منہ؟	اے عراق والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم لوگ رکوع اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین نہیں کرتے

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ رفع الیدین کے متعلق جو روایت حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی گئی ہے۔ وہ صحت کے معیار کو نہیں پہنچتی۔

اس پر امام اوزاعی نے عرض کیا۔

وقد حدثنی الزھری عن سالم عن ابیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم انہ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ وعند الرکوع وعند الرفع منہ .	میں نے زہری سے انہوں نے سالم بن عبداللہ سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمر سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی افتتاح رکوع میں اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

اس پر امام اعظمؒ نے فرمایا :

وحدثنا حماد عن ابرھیم عن علقمہ عن ابن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یرفع یدیہ الا عند افتتاح الصلوٰۃ ولا یعود لشئی من ذلک .	میں نے حماد سے انہوں نے ابراہیم سے انہوں نے علقمہ سے اور انہوں نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سوائے افتتاح صلوٰۃ کے باقی موقعوں پر رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔

امام اوزاعی نے یہ سنا تو کہنے لگے :

احدثک عن الزهری عن سالم عن ابیه وتقول حدثنی حماد عن ابراهیم ؟

سبحان اللہ! میں تو زہری' سالم اور عبداللہ بن عمر کے واسطے سے حدیث بیان کرتا ہوں آپ ان کے مقابلہ میں حماد، ابراہیم، علقمہ اور عبداللہ بن مسعود کا نام لیتے ہیں۔

امامِ اوزاعیؒ کے اعتراض کا منشاء یہ تھا کہ میری سند عالی ہے۔ کیونکہ ان کی سند میں صحابی (عبداللہ بن عمرؓ) تک صرف دو ہی واسطے ہیں۔ زہری اور سالم جب کہ آپ کی سند میں صحابی (عبداللہ بن مسعودؓ) تک تین واسطے ہیں۔ حماد۔ ابراہیم۔ اور علقمہ لہٰذا علوِ اسناد کی بناء پر میری روایت راجح ہے۔

اس کے جواب میں امام اعظم نے فرمایا :

کان حماد افقه من الزهری و کان ابراهیم افقه من سالم و علقمه لیس بدون ابن عمر فی الفقه و ان کانت لابن عمر صحبة وله فضل و عبدالله هو عبدالله.

(میرے رواۃ) میں حماد آپ کے زہری سے ابراہیم' سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور علقمہ فقہ میں ابن عمر سے کچھ کم نہیں۔ باقی عبداللہ بن مسعود تو معلوم ہی ہے کہ ان کی روایت کو ترجیح ہے، اور عبداللہ (بن مسعود) تو عبداللہ بن مسعود ہیں۔

(ذکرها الامام السرخسی فی کتابه المبسوط ج ۱ ص ۱۴ وابن الهمام فی الفتح ج۱ص۲۱۹ والشیخ البنوری فی معارف السنن ج ص۴۹۹)

اس پر امام اوزاعی خاموش ہو گئے۔

ترجیح روایت کے اُصول :

علامہ ابن الہمام اور امام سرخسی نے اس مناظرہ کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

امام ابوحنیفہؒ نے اپنی روایت کو ''فقہ الرواۃ'' کی وجہ سے ترجیح دی۔ جیسا کہ اوزاعی اپنی روایت کو ''علو اسناد'' کی وجہ سے ترجیح دیتے تھے۔ ائمہ احناف کا یہی مذہب منصور ہے۔ ''لان الترجیح بفقه الرواة لا بعلو الاسناد ''علو اسناد کے مقابلہ میں راویوں کے افقہ ہونے کی وجہ سے ابوحنیفہؒ نے جو روایت کو ترجیح دی۔ ترجیح کا یہ طریقہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ''ورب حامل فقه الی من هو افقه منه'' سے ماخوذ ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ راوی میں فقاہت کی صفت' ایک مطلوب اور قابلِ ترجیح صفت ہے۔ باقی رہا ابوحنیفہؒ کا یہ ارشاد کہ ''علقمہؒ ابن عمر سے فقہ میں کچھ کم نہیں'' یہ بھی کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں اس میں شک نہیں کہ عبداللہ ابن عمر کو علقمہ پر بوجہ شرفِ صحابیت کے فضیلت حاصل ہے، لیکن حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۹۸ میں قابوس بن ابوظبیان سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا ہے

لایّ شیٔ کنت تاتی علقمه و تدع اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم	محترما ! آپ لوگ اصحاب رسول اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں انہیں چھوڑ کر حضرت علقمہ کے پاس دریافتِ مسائل کیلئے کیوں جایا کرتے ہو۔

قابوس کہتے ہیں، میرے والد ابوظبیان نے جواب میں فرمایا :

رأیت اصحاب النبی صلی الله علیه و سلم یسئلون علقمة و یستفتو نه.	میں نے خود اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ وہ تحقیق مسائل اور پیش آمدہ معاملات میں استفتاء کیلئے حضرت علقمہ کے پاس حاضر ہوتے تھے۔

اس سے حضرت علقمہ کی فقاہت کی فضیلت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہ کوئی

مستبعد بات نہیں کہ ایک تابعی' صحابی سے زیادہ فقیہ ہو۔ اس کی قوی دلیل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے۔

فرب حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقهٍ الیٰ من هوا فقه منه .

(مشکوٰۃ ص ۳۵ کتاب العلم)

"ترجیح بفقه الرواه" کا اصول امام اعظم ابوحنیفہؒ کے علاوہ دوسرے محدثین بھی اسے تسلیم کرتے آئے ہیں۔ مثلاً امام حاکم نے "معرفة علوم الحديث" ص ۱۱ میں علی بن خشرم کا یہ قول نقل کیا ہے۔

قال لنا وكيع اى الاسنادين احب لک الا عمش عن ابی وائل عن عبد الله او سفيان عن منصور عن ابراهيم عن علقمه من عبد الله .	علی بن خشرم کہتے ہیں کہ ہمیں امام وکیع نے کہا ہے کہ تم کو دو سندوں میں کونسی پسند ہے "امام اعمش ' ابووائل اور عبداللہ" کے واسطے سے یا سفیان' منصور' ابراہیم علقمہ اور عبداللہ کے ذریعہ سے۔

علی بن خشرم نے جواب دیا :

اعمش عن ابی وائل ...... الخ .	یعنی اعمش اور ابووائل کے واسطہ سے۔

تو امام وکیع نے فرمایا :

يا سبحان الله !الا اعمش شيخ وابو وائل شيخ و سفيان فقيه و منصور فقيه وابراهيم وعلقمه فقيه وحديث يتدا وله الفقهاء خير من حديث يتدا وله الشيوخ .	سبحان اللہ! تعجب ہے' اعمش تو بزرگ ہیں ابووائل بھی بزرگ ہیں۔ جب کہ سفیان فقیہ ہیں۔ منصور' ابراہیم' علقمہ بھی فقہا ہیں جس حدیث کے راوی فقہا ہوں وہ اس حدیث سے بہتر ہے۔ جس کو شیوخ روایت کرتے ہیں۔

سیرت النعمان ص ۶۸ میں کتاب الحج کے حوالے سے اس موقع پر امام محمد کی ایک لطیف بحث منقول ہے۔ امام محمد لکھتے ہیں۔ کہ ہماری روایت عبداللہ بن مسعود تک منتہی ہوتی ہے۔ اور فریق مخالف کی عبداللہ بن عمر تک اس لئے بحث کا تمام تر مدار اس پر آ جاتا ہے۔ کہ ان دونوں میں کس کی روایت ترجیح کے قابل ہے۔ عبداللہ بن مسعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پوری عمر کو پہنچ چکے تھے۔ اور جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔ جماعت کی صف اول میں جگہ پاتے تھے۔ بخلاف اس کے کہ عبداللہ بن عمر کا محض آغاز تھا۔ اور ان کو دوسری تیسری صف میں کھڑا ہونا پڑتا تھا۔ اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حرکات وسکنات سے واقف ہونے کے جو مواقع عبداللہ بن مسعود کو مل سکے۔ عبداللہ بن عمر کو کب حاصل ہو سکتے تھے امام محمد کا یہ طرز استدلال حقیقت میں اصول روایت پر مبنی ہے۔ امام اعظمؒ اپنی تقریر میں وعبداللہ ہو عبداللہ عبداللہ بن مسعود کی عظمت وشان کا جو ذکر کیا۔ اس میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت قتادہؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا دلچسپ مناظرہ :

اسد بن عمر راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت قتادہ بصری کوفہ تشریف لائے تو ابو بردہ کے گھر قیام پذیر ہوئے۔ ان کی تشریف آوری کی خبر شہر میں پھیل گئی۔ لوگ جوق در جوق آنے لگے، ایک روز جب وہ گھر سے باہر نکلے تو اعلان کر دیا۔ کہ مسائل فقہ میں جو شخص بھی کوئی مسئلہ پوچھنا چاہے۔ تو آزادانہ پوچھ سکتا ہے۔ میں ہر مسئلہ کا جواب دوں گا۔ اتفاق سے امام اعظم ابوحنیفہ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ فوراً کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔

اے ابوالخطاب! (قتادہ بصری کی کنیت ہے) ایسے شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ جو کئی سال گھر سے باہر رہا۔ پھر اس کی موت کی خبر آ گئی۔ تو بیوی نے یقین کر لیا کہ واقعۃً اس کا خاوند وفات پا چکا ہے۔ اس نے دوسری جگہ شادی کر لی۔ جس سے

اس کی اولاد ہوئی۔ کچھ مدت بعد وہ پہلا شخص آ گیا۔ اور اس کے مر جانے کی خبر جھوٹی ثابت ہوئی۔ پہلا شخص اولاد کے بارے میں انکار کرتا ہے۔ کہ یہ میری اولاد نہیں۔ دوسرے خاوند کا دعویٰ ہے کہ یہ میری اولاد ہے۔ اس مسئلہ میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا یہ دونوں اس عورت پر زنا کی تہمت لگا رہے ہیں۔ یا صرف وہ شخص جس نے ولد کا انکار کر دیا ہے۔ اس میں آپ کی رائے گرامی کیا ہے؟

امام صاحب کا خیال تھا کہ اگر قتادہ اس مسئلہ میں اپنی رائے سے کوئی بات کریں گے۔ تو خطا ہو جائیں گے۔ اور اگر کوئی حدیث پیش کریں گے تو وہ موضوعی ہو گی۔ مگر قتادہ نے بجائے مسئلہ حل کرنے کے جان چھڑانی ہی مناسب سمجھی اور امام صاحب سے دریافت کرنے لگے۔ کیا کبھی ایسی صورت پیش آئی بھی ہے۔ بتایا گیا کہ فی الحال تو پیش نہیں آئی۔

فرمانے لگے تو پھر ایسی بات کے متعلق مجھ سے کیوں دریافت کرتے ہو جو ابھی تک وقوع پذیر ہی نہیں ہوئی۔ امام صاحب نے فرمایا۔

ان العماء یستعدون للبلاء و یتحرزون منه قبل نزوله فاذا نزل عرفوه و عرفوا الدخول فیه و الخروج منه.

(عقود الجمان ص ۲۶۳)

علماء کو کسی مسئلہ کے پیش آنے سے پہلے اس کے تحمل و ازالہ اور حکم شرعی کی وضاحت و تعبیر کے لئے پہلے سے تیار رہنا چاہئے کہ جب وقوع پذیر ہو تو علماء تحرز کر سکیں اور جب پیش آئے تو اسے پہچان سکیں اور یہ بھی پہلے سے جانتے ہوں کہ اس کے اختیار کرنے یا چھوڑ دینے کی شرعی راہ کونسی ہو سکتی ہے۔

قتادہ کو فقہ سے زیادہ تفسیر سے شغل اور تفسیر دانی کا دعویٰ تھا کہنے لگے فقہی مسائل کو رہنے دو تفسیر کے متعلق اگر کچھ پوچھنا ہو تو تسلی بخش جواب دوں گا۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ حسب سابق آگے بڑھے۔اور عرض کیا۔

حضرت ! اس آیت کے معنی کیا ہیں۔

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ ؕ. (نمل ۴۰)

بولا وہ شخص جس کے پاس کتاب کا ایک علم تھا میں تیرے پاس اس کو لائے دیتا ہوں قبل آنکھ جھپکنے کے۔

قتادہ نے کہا: جی ہاں! یہ وہ قصہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے ملکہ بلقیس کا تخت لانے کا جب کہا تو ایک شخص (جو حضرت سلیمان کے وزیر تھے۔اور جن کا نام آصف بن برخیا ہے) نے دعویٰ کیا کہ مجھے اجازت دی جائے تو میں آنکھ جھپکتے ہی پیش خدمت کر دوں گا۔

بعض روایات میں آیا ہے۔کہ آصف بن برخیا کو اسم اعظم کا علم تھا۔جس کی برکت سے چشم زدن میں تختِ بلقیس شام سے یمن میں اٹھا لایا گیا۔

امام اعظم نے یہ تفصیل سنی تو دریافت فرمایا کہ :

جناب ! یہ بتائیے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی اسم اعظم کا علم تھا؟

قتادہ نے کہا نہیں :

امام اعظمؒ نے فرمایا: تو کیا آپ کے نزدیک یہ جائز ہے۔کہ نبی کے زمانہ میں ایک ایسا شخص موجود ہو جو خود نبی نہ ہو لیکن نبی سے زیادہ علم رکھتا ہو۔

قتادہ نے کہا : ہرگز نہیں۔

اس بار قدرے جھنجھلا کر کہا :

بخدا ! تفسیر سے متعلق میں تم سے اب کوئی بات نہیں کروں گا۔

البتہ اگر عقائد اور علم کلام سے متعلق پوچھنا ہو تو جواب دوں گا۔

امام صاحب نے دریافت کیا : جناب ! کیا آپ مومن ہیں ۔اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ اکثر محدثین اپنے آپ کو مومن کہتے ڈرتے تھے اور ان کا یہ مسلک مبنی بر احتیاط تھا۔ مشہور امام حدیث حضرت حسن بصری سے جب یہی دریافت کیا گیا کہ کیا آپ مومن ہیں۔ تو انہوں نے جواب میں کہا انشاء اللہ سائل نے کہا جناب ! یہاں انشاء اللہ کا کیا محل ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ کہیں لوگ یہ نہ کہہ دیں کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔

قتادہ نے کہا کہ امید رکھتا ہوں کہ میں مومن ہوں گا۔

ابوحنیفہؒ نے کہا یہ کیوں؟ آپ کو اپنے ایمان پر شک کیوں ہے۔ جو شخص خدا اور رسول پر اعتقاد اور ایمان رکھتا ہے وہ قطعاً مومن ہے۔ اور اسے یہ سمجھنا چاہئے کہ میں مومن ہوں اس کے مقابلے میں دوسرا مذہب کمزور ہے۔ ابوحنیفہؒ بھی اس غلطی کو مٹانا چاہتے تھے۔

کہنے لگے کہ ابراہیم علیہ السلام نے بھی یہی کہا تھا :

وَ الَّذِیۡۤ اَطۡمَعُ اَنۡ یَّغۡفِرَ لِیۡ خَطِیۡٓئَتِیۡ یَوۡمَ الدِّیۡنِ . (الشعراء:۸۲) اور وہ جو مجھ کو توقع ہے کہ بخشیں میری تقصیر انصاف کے دن۔

ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ آپ یوں کیوں نہیں کہتے جیسے ابراہیم علیہ السلام نے ایک موقع پر باری تعالیٰ کے سوال :

اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ ؟ کیا تم ایمان نہیں لائے؟

کے جواب میں کہا تھا :

قَالَ بَلٰی وَلٰکِنۡ لِّیَطۡمَئِنَّ قَلۡبِیۡ. (البقرہ ۲۶۰) کہا کیوں نہیں لیکن اس واسطے کہ میرے دل کو تسکین ہو جائے۔

تو آپ حضرات ابراہیم کے اس قول کی تقلید کیوں نہیں کرتے۔ قتادہ ناراض ہوئے اور مجلس سے اٹھ کر گھر چلے گئے۔ چند سال بعد پھر جب حضرت قتادہ کی کوفہ تشریف

آ وری ہوئی تو اس وقت ان کی بینائی کمزور ہو چکی تھی۔

امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا۔

اے ابوالخطاب! (حضرت قتادہ کی کنیت ہے) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں طائفہ سے مراد کیا ہے۔

وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (النور : ۲) اور دونوں کو سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہئے

فرمایا ابو حنیفہؒ! ایک آدمی یا اس سے زائد' اس وقت حضرت مجھے میری آواز سے پہچان گئے تھے۔ میرا نام لے کر مجھے پکارا کہ عام لوگوں میں مجھے اس نام سے پکارتے ہوئے سنا تھا۔ (عقود الجمان ص ۲۶۳)

قاضی ابن ابی لیلیٰ کو اپنی غلطی کا فوراً احساس ہو گیا:

بات کی تہ تک پہنچنا واقعات کے دقیق اور باریک ترین پہلوؤں تک رسائی اور نکتہ آفرینی تو امام ابو حنیفہؒ کی فطری صلاحتیں اور قدرت کی طبعی بخششیں تھیں۔ جو آپ کو ودیعت کر دی گئی تھیں۔ جو استقلالِ فکر' ذوقِ تحقیق اور منفرد مجتہدانہ طرز کی صورتوں میں نمایاں ہوتی رہیں اور جنہوں نے نہ صرف آپ کی جامع شخصیت کو بلکہ آپ کی ہر ادا ہر ہر تحقیق پر اجتہاد و استنباط اور زندگی کے ہر پہلو اور آپ کے اخلاق اور سیرت و کردار کے ہر عنوان اور ہر ادا کو یگانہ روزگار اور تاریخ میں زندہ و جاوید یادگار بنا دیا۔

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کوفہ کے بہت بڑے قاضی اور مشہور فقیہ تھے تینتیس سال تک منصبِ قضا پر فائز رہے۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ کو امام ابو حنیفہؒ سے قدرے رنجش رہتی تھی۔ ابو حنیفہؒ علمی رفعت' علو مرتبت اور قبول عام کے جس مقام پر پہنچے ہوئے تھے۔ اس نے

اپنے ہم عصروں کو اس پر مجبور کر دیا تھا۔ کہ وہ از راہِ رقابت امام ابوحنیفہ کے متعلق اپنی مجالس میں ایسی باتیں کہیں اور حکمرانوں کو ایسی باتیں پہنچائیں جو کسی بھی طرح درست نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ خود امام ابوحنیفہؒ کو قاضی ابن ابی لیلیٰ کے متعلق یہ کہنا پڑا کہ :

''یہ حقیقت ہے کہ ابن ابی لیلیٰ تو میرے اوپر ایسے حملے کرنا بھی حلال سمجھتے ہیں۔ جو میں ایک جانور پر بھی جائز نہیں سمجھتا''۔ (مناقب ابوحنیفہ للموفق)

ایک روز امام ابوحنیفہؒ کا ایک پڑوسی (اصل سے حاشیہ نمبر۲) ان کی عدالت میں حاضر ہوا اور کسی شخص کے باغ کے متعلق گواہی دینی چاہی۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ نے ان سے دریافت کیا کہ یہ بتاؤ کہ جس باغ کے متعلق تم گواہی دے رہے ہو۔ اس میں کل درختوں کی تعداد کتنی ہے۔ جب گواہ یہ نہ بتا سکے۔ تو قاضی ابن ابی لیلیٰ نے ان کی گواہی (شہادت) کو رد کر دیا۔ چونکہ مردود شدہ گواہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے پڑوسی تھے۔ عند الملاقات اس نے تمام واقعہ سے ابوحنیفہؒ کو بھی آگاہ کر دیا۔ تو امام ابوحنیفہ نے اس شخص کو واپس قاضی موصوف کی عدالت میں بھیجا اور اسے کہا کہ جاؤ اور قاضی صاحب موصوف سے یہ دریافت کر کے لاؤ کہ آپ بیس سال سے کوفہ کی جس جامع مسجد میں بیٹھ کر فیصلے کرتے ہیں۔ اس کے ستونوں کی تعداد کتنی ہے۔

ابوحنیفہؒ کے پڑوسی (یہاں امام ابوحنیفہؒ کے جس پڑوسی کا قصہ بیان کیا جا رہا ہے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ وہی شخص ہے جس کا قصہ کتاب ہذا کے صفحہ نمبر ۱۲۱ پر درج ہے) کی اس گفتگو پر قاضی ابن ابی لیلیٰ کو حیرت اور اپنے کئے پر ندامت ہوئی اور اس کی شہادت قبول کر لی۔ (الموفق)

پانچ روپے بھی وصول کر لئے اور مشکیزہ بھی امام صاحب کے پاس رہا:

ابنِ جوزی نے یحییٰ بن جعفر کی روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں میں نے امام اعظمؒ

سے یہ واقعہ خود سنا ہے کہ ایک مرتبہ لق ودق صحراو بیابان میں مجھے پیاس لگی اور پانی کی شدید ضرورت محسوس ہوئی۔ میرے پاس ایک اعرابی آیا دیکھا کہ اس کے پاس پانی کا مشکیزہ ہے۔ میں نے اس سے پانی مانگا مگر اس نے پانی دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ پانچ درہم میں دوں گا۔ چنانچہ میں نے پانچ درہم دے کر وہ مشکیزہ اس سے لے لیا۔ پھر میں نے اعرابی سے دریافت کیا کہ جناب! ستو کی کچھ رغبت ہو تو کھلا دیتا ہوں۔ اس نے کہا لاؤ۔ میں نے ستو اس کو پیش کر دیا جو روغنِ زیتون سے چرب کیا ہوا تھا۔ اس نے بڑے مزے سے پیٹ بھر کر کھایا۔ اب اس کو پیاس لگ گئی تو اس نے بڑی منت سے مجھے ایک پیالہ پانی کی درخواست کی۔ میں نے کہہ دیا۔ جناب! پانچ روپے میں ملے گا۔ اس سے کم نہیں دیا جائے گا۔ چونکہ ستو اور روغنِ زیتون کے کھانے نے اس کو خوب گرمی دے رکھی تھی۔ شدت سے پیاس بڑھ رہی تھی۔ لہٰذا اب وہ بھی میری سابقہ حالت کی طرح پانی کا حاجت مند تھا۔ چنانچہ وہ پانچ درہم دینے پر بڑی خوشی سے آمادہ ہو گیا۔ چنانچہ میں نے ایک پیالہ پانی کے عوض اس سے پانچ روپے بھی واپس لے لئے۔ اور میرے پاس پانی بھی رہ گیا۔

(لطائف الاذکیاء تذکرہ ابوحنیفہؒ)

ایک شرعی تدبیر اور ابوحنیفہؒ کی فقیہانہ بصیرت :

ایک مرتبہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے پاس ایسا پیچیدہ مسئلہ لایا گیا۔ جسے آپ کے ہمعصر علماء بھی حل نہیں کر سکے تھے۔ پوچھا گیا کہ ایک عورت چھت پر چڑھنے کے لئے سیڑھی عبور کر رہی تھی کہ اچانک اس پر خاوند کی نظر پڑ گئی۔ عورت کا یہ فعل اس پر ناگوار گزرا اور اپنی بیوی سے کہا۔

اگر تو اوپر چڑھی تو تجھے تین طلاق ہیں۔ اور اگر نیچے اتری تب بھی تین طلاق ہیں۔ اس صورت میں عورت کے لئے وقوعِ طلاق سے بچنے کی شرعی تدبیر کیا ہو سکتی ہے۔

امام صاحب نے فرمایا آسان ہے کہ عورت مزید اوپر نہ چڑھے اور نہ نیچے اترے جہاں پہنچی ہے وہاں رک جائے۔ کچھ لوگ چلے جائیں اور اس سیڑھی کو مع عورت کے اٹھا کر زمین پر رکھ دیں۔ تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ اور مرد حانث نہ ہوگا۔ اس لئے کہ عورت مزید نہ اوپر چڑھی اور نہ نیچے اتری ہے۔

پوچھنے والوں نے پوچھا اس کے علاوہ کوئی دوسری تدبیر؟

ارشاد فرمایا: دوسری تدبیر یہ ہوسکتی ہے۔ کہ کچھ عورتیں چلی جائیں اور اس عورت کے ارادہ کے بغیر اسے سیڑھی سے اٹھا کر نیچے زمین پر رکھ دیں۔ تو مرد حانث نہیں ہوگا۔

(عقود الجمان ص ۲۷۸ ومناقب موفق ص ۱۴۱)

عورت اس کو ملی جس کی بیوی تھی:

ایک مرتبہ لولوی قبیلہ کی جماعت کا کوفہ آنا ہوا۔ ان میں ایک شخص کی بیوی حسن وجمال اور زیب وزینت میں فائق تھی۔ کسی کوفی کا اس سے معاشقہ ہوگیا۔ اور اس نے دعویٰ کردیا کہ یہ عورت میری بیوی ہے۔ جب عورت سے پوچھا گیا تو اس نے بھی کوفی کی بیوی ہونے کا اقرار کرلیا۔ لولوی بے چارہ جو اس کا اصل خاوند تھا۔ پریشان ہوگیا۔ اس کا کہنا تھا کہ یہ عورت میری منکوحہ ہے۔ مگر گواہ موجود نہ تھے۔

جب یہ قصہ امام صاحب کے سامنے پیش کیا گیا تو امام ابوحنیفہؒ نے قاضی ابن ابی لیلیٰ دیگر قضاۃ وفقہا اور عورتوں کی ایک جماعت ہمراہ لے کر لولوی قبیلہ کے پڑاؤ (قیامگاہ) پہنچے اور عورتوں کی ایک جماعت کو حکم دیا کہ لولوی کے خیمہ میں داخل ہوں جو عورت کے اپنی منکوحہ ہونے کا دعویٰ کررہا ہے۔ چنانچہ جب کوفی عورتیں علیحدہ علیحدہ کرکے اور اجتماعی طور پر اس کے خیمہ کے قریب ہوئیں تو ان پر لولوی کا کتا بھونکنے لگا اور انہیں خیمہ میں داخل ہونے کی رکاوٹ بن گیا۔ اس کے بعد امام صاحب نے متنازعہ عورت کو حکم دیا کہ وہ لولوی

مرد کے خیمہ میں داخل ہو۔ چنانچہ جب وہ عورت خیمہ کے قریب ہوئی تو کتا اس کی خوشامد کرنے لگا۔ بھونکنا ترک کر دیا۔ اور آگے پیچھے قدم لئے۔

امام اعظمؒ نے فرمایا۔ لیجئے مسئلہ حل ہو گیا۔ جو حق تھا۔ وہ ظاہر ہو گیا۔ جب متنازعہ عورت سے صحیح صورت حال دریافت کی گئی تو اس نے بھی اعتراف کر لیا کہ واقعۃً وہ لولوی بیوی ہے۔ مگر شیطان کے ورغلانے سے وہ کوفی کی منکوحہ ہونے کا اقرار کر رہی تھی۔ محمد بن یوسف صالحی (شافعی) نے عقود الجمان ص ۲۸۰ پر اس واقعہ کے نقل کر دینے کے بعد لکھا ہے کہ ہمارے علماء (شوافع حضرات) کہتے ہیں۔ کہ جب ایک شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ خلوت کی اور ان کے ساتھ کتا بھی تھا۔ اگر کتا مرد کا تھا۔ تو خلوت صحیح ہوگی۔ اور خلوت صحیحہ سے مہر موکد ہو جائے گا۔ اور اگر کتا عورت کا تھا۔ تو اس سے مہر موکد نہ ہوگا۔ کیونکہ خلوت صحیحہ کا تحقق نہ ہو سکے گا۔

ابوحنیفہؒ کے قیاس نے کھانے کا مسئلہ حل کر دیا:

ابن مبارک کی روایت ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ مکہ معظمہ کے راستے تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں کچھ افراد بیٹھے ہیں۔ اور ان کے سامنے ایک جوان اونٹ کا بھونا ہوا گوشت پڑا ہے چاہتے ہیں۔ کہ اسے وہ سرکہ کے ساتھ تناول کر لیں۔ مگر ان کے پاس ایسا برتن موجود نہیں تھا۔ جس میں سرکہ ڈال کر دستر خوان پر رکھ لیں۔ سب پریشان اور حیرت میں تھے۔ اس کی کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

امام اعظمؒ آگے بڑھے اور زمین پر چھوٹا سا گڑھا نکال کر دستر خوان اس پر رکھ دیا۔ کھودی ہوئی جگہ پر دستر خوان کو نیچے دبایا تو وہ برتن نما گہری جگہ بن گئی۔ ابوحنیفہؒ نے سرکہ اس میں انڈیل دیا۔ اور فرمایا لیجئے اب سرکہ کو گوشت کے ساتھ آسانی سے تناول فرمائیے۔

انہوں نے کہا خدا بھلا کرے آپ نے بڑی حسین صورت پیدا کر دی۔ امام صاحب نے فرمایا یہ بھی خدا کا فضل ہے۔ جس نے تمہاری سہولت کے لئے یہ آسان صورت سلجھا دی۔ (عقود الجمان ص ۲۵۸ و کتاب الاذکیاء لابن جوزی)

گم شدہ مال کی تلاش اور ابو حنیفہؒ کا ایک عمدہ قیاس:

امام ابو یوسف کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے آ کر امام اعظم کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت! میں نے گھر کے کونے میں کچھ سامان دفن کیا تھا۔ مگر اب ذہن پر دباؤ ڈالنے کے باوجود بھی یاد نہیں آ رہا کہ وہ کہاں گاڑا تھا۔ خدارا میری مدد فرمایئے۔ امام اعظمؒ نے فرمایا جب تجھے یاد نہیں کہ تو نے کہاں گاڑا ہے۔ تو مجھے بطریق اولیٰ کچھ یاد نہیں ہونا چاہئے۔

یہ جواب سن کو وہ شخص زار و قطار رونے لگا۔ امام اعظمؒ کو رحم آیا۔ تلامذہ کی ایک جماعت ساتھ لی۔ اور اس شخص کے ساتھ اس کے گھر تشریف لے آئے۔ تلامذہ کو گھر کا نقشہ دکھایا اور ان سے پوچھا کہ اگر یہ گھر تمہارا ہوتا اور تم حفاظت کے لئے اپنا کوئی سامان گاڑتے تو کہاں گاڑتے۔

ایک نے عرض کیا جی میں یہاں گاڑتا۔ دوسرے نے اپنی جگہ بتائی اور تیسرے نے قیاس سے کسی جگہ کا تعین کیا۔ جب پانچوں نے اپنے اپنے قیاس سے مختلف مواقع کی نشاندہی کی تو امام اعظم نے فرمایا کہ انہی چار پانچ جگہوں میں کسی جگہ گاڑا ہوگا۔ امام صاحب نے ان کے کھودنے کا حکم دیا۔ ابھی تیسری جگہ کھودی جا رہی تھی۔ کہ خدا کے فضل سے سارا سامان مل گیا۔ ابو حنیفہؒ نے دیکھا تو مسرت سے چہرہ کھلا اٹھا اور ارشاد فرمایا۔ خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ جس نے تجھ پر تیری گم شدہ چیز واپس کر دی۔ (عقود الجمان ص ۲۶۷)

قاضی ابنِ شبرمہ نے وصیت تسلیم کر لی :

ایک شخص نے مرتے وقت امام ابوحنیفہؒ کے حق میں وصیت کی۔ آپ اس وقت موجود نہ تھے۔ قاضی ابنِ شبرمہ کی عدالت میں یہ دعویٰ پیش ہوا۔ امام ابوحنیفہؒ نے گواہ پیش کئے کہ فلاں شخص نے مرتے وقت ان کے لئے وصیت کی تھی۔

ابنِ شبرمہ بولے۔ اے ابوحنیفہؒ! کیا آپ حلف اٹھائیں گے کہ آپ کے گواہ سچ کہہ رہے ہیں۔ امام صاحب نے کہا ''مجھ پر قسم وارد نہیں ہوتی'' کیونکہ میں اس وقت موجود نہ تھا۔ ابن شبرمہ کہنے لگا۔ ''آپ کے قیاسات کسی کام نہ آئے''۔

امام صاحب نے فرمایا اچھا بتایئے ! کسی اندھے شخص کا سر پھوڑ دیا جائے اور دو گواہ شہادت دیں۔ تو کیا اندھا شخص حلف اٹھا کر کہے گا کہ میرے گواہ سچے ہیں۔ حالانکہ اس نے انہیں دیکھا نہیں ابنِ شبرمہ نے کوئی جواب نہ دیا اور وصیت تسلیم کر لی۔

(ابوحنیفہؒ از ابوزہرہ)

سرعتِ انتقال اور ایک علمی لطیفہ :

خلیفہ منصور امام ابوحنیفہؒ کی خداداد ذہانت' بلند کردار' راست گفتاری اور ان کی وسعت علمی سے بے حد متاثر تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کو بھی ان کی مجلس میں خوب کُھل کُھل کر باتیں کرنے کا موقع ملا تھا۔ بعض اوقات ظرافت کی باتیں بھی ہو جایا کرتی تھیں۔ ذیل میں ایک ایسا ہی واقعہ نقل کئے دیتا ہوں۔ جس سے ایک علمی لطیفہ کا حظ بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور امام صاحب کے انتقالِ ذہنی کی سرعت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک روز اتفاقاً قاضی ابن ابی لیلیٰ (جن کے ایک دو واقعے اس سے پہلے بھی نقل کر چکا ہوں۔ اور ان کا اجمالی تعارف اور تذکرہ بھی اپنی

تالیف دفاع امام ابوحنیفہؒ میں بھی جگہ جگہ کرتا چلا آیا ہوں) بھی کسی ضرورت سے یا منصور کی طلبی پر حاضر ہوئے تھے۔ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ بھی بلائے گئے۔ یہ نہیں معلوم کہ مسئلہ کس نے چھیڑا۔ لیکن ایک سوال بہر حال یہ اٹھایا گیا کہ اگر سوداگر اپنے مال کے متعلق گاہک سے یہ کہہ دے کہ جس سودے کو آپ لے رہے ہیں۔ میں اس کے عیوب اور نقائص سے بری ہوں اس کے بعد بھی اگر آپ لینا چاہتے ہو۔ تو لے سکتے ہو۔ سوال یہ تھا کہ اس کے بعد سودے میں اگر کسی قسم کا عیب یا نقص نکل آئے تو خریدار کو واپسی کا حق باقی رہتا ہے یا نہیں؟ حضرت امام ابوحنیفہؒ یہ فرماتے تھے۔ کہ سوداگر اس اعلانِ مطلق کے بعد بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ اور ابنِ ابی لیلیٰ نے کہا کہ سودے میں جو عیب بھی ہو جب تک ہاتھ رکھ کر سوداگر اس کو متعین نہیں کرے گا۔ اس وقت تک صرف لفظی برات کافی نہیں ہے۔

دونوں میں اس مسئلہ میں بحث ہونے لگی اور خوب خوب دلائل ہونے لگے۔ منصور اور تمام اہلِ دربار امام ابوحنیفہؒ اور قاضی ابن ابی لیلیٰ دونوں کی گفتگو بڑی دلچسپی سے سن رہے تھے۔

قاضی ابن ابی لیلیٰ جب کسی طرح بھی حضرت امام صاحب کے مسلک کے قائل نہیں ہو رہے تھے۔ تب آخر میں حضرت امام ابوحنیفہ نے ابن ابی لیلیٰ سے پوچھا کہ فرض کیجئے کسی شریف عورت کا ایک غلام ہے۔ وہ اس کو بیچنا چاہتی ہے۔ لیکن غلام میں یہ عیب ہے کہ اس کے آلہ تناسل (عضو مخصوص) پر برص کا داغ ہے۔ تو جناب فرمایئے! تو کیا آپ اس شریف عورت کو یہ حکم دیں گے۔ کہ وہ اپنے غلام کے عیب پر ہاتھ رکھ کر گاہک کو مطلع کرے۔

قاضی ابن ابی لیلیٰ نے اپنی بات کی پچ میں کہا کہ ''ہاں بالکل۔ ہاتھ اسی مقام پر اس کو رکھنا ہوگا''۔

قاضی ابن ابی لیلیٰ کے اس فتوے سے اہلِ مجلس کھل کھلا اٹھے اور قاضی صاحب کے تضحیک کی۔ لکھا ہے کہ ابوجعفر منصور قاضی ابن ابی لیلیٰ کی عابے جاہٹ پر بہت برہم ہوا۔
(مناقب موفق ص ۱۴۲)

ابوحنیفہؒ کے قاتل ابوحنیفہ کے غلام بن گئے :

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے مناظرہ میں کامیابی کے اصول بتاتے ہوئے ایک مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ جب کسی سے مناظرہ کا اتفاق ہوتو الٹا اسی سے پوچھنا شروع کردو۔ تم ہی غالب آجاؤ گے۔ پھر خود اپنی زندگی میں ابوحنیفہؒ نے اس اصول پر عمل کیا۔ ذیل میں بطور مثال مناقب کردری سے خوارج سے مناظرہ کا ایک واقعہ نقل کردیا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ خواج کے ستر (۷۰) افراد پر مشتمل ایک گروہ اچانک امام ابوحنیفہؒ کے سر پر آچڑھا اور تلواریں نکال کر سونتیں اور کہا۔ چونکہ تم مرتکب کبیرہ کو کافر نہیں کہا اس لئے تمہیں قتل کردیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا جذبات میں آنے کے بجائے ٹھنڈے دل سے بات کیجئے۔ پہلے بات پوچھ لیں اگر واقعۃً میری ہی غلطی ہے تب قتل کا اقدام کریں۔ بہتر ہے کہ اولاً اپنی تلواریں نیام میں کرلو اور سنجیدگی سے اپنے سوالات بیان کیجئے۔ بعد میں جو جی میں آئے کرڈالئے۔

خوارج نے کہا کہ ہم اپنی تلواروں کو آپ کے خون سے رنگین کریں گے۔ ہمارے عقیدہ کے مطابق ایسا کرنا ستر (۷۰) سال جہاد فی سبیل اللہ سے افضل ہے۔

ابوحنیفہؒ نے فرمایا : اچھا بات کیجئے۔ کیا کہنا چاہتے ہو۔

تب خارجیوں نے کہا کہ :

"باہر دو جنازے پڑے ہیں۔ ایک جنازہ مرد کا ہے اور ایک عورت کا۔ مرد نے

شراب پی اور اسی حالت میں اس کی موت واقع ہوگئی۔ جب کہ عورت حاملہ تھی۔ اور اس نے خودکشی کر لی اور مرگئی۔ اب ان کے بارے میں تمہارا کیا قول ہے"۔

امام ابوحنیفہؒ نہ تو گھبرائے اور نہ ذہن غائب ہوا۔ بڑی حاضر دماغی حوصلے اور سنجیدگی سے ان ہی سے دریافت فرمایا۔ اور کہا یہ بتاؤ کہ یہ دونوں یہودی تھے یا نصرانی تھے یا مجوسی تھے۔

خارجیوں نے کہا نہ یہودی تھے۔ نہ نصرانی اور نہ مجوسی

امام ابوحنیفہؒ نے پھر دریافت کیا اچھا! تو ان کا تعلق کس ملت سے تھا۔

خارجیوں نے کہا کہ ان کا تعلق اس ملت سے تھا جو کلمہ شہادت پڑھتے اور اقرار کرتے ہیں کہ :

اشھدُ ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ اشھد ان محمدا رسول اللہ.

تب امام ابوحنیفہؒ نے پھر دریافت کیا اچھا یہ بتاؤ کہ یہ کلمہ ایمان کا کونسا جز ہے؟ نصف ہے یا چوتھائی یا تہائی۔

خارجیوں نے کہا یہ تو کل ایمان ہے۔ اس لئے کہ ایمان کے اجزاء نہیں ہوتے۔

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا۔

جب ایمان کے اجزاء نہیں ہوتے اور وہ دونوں اس کلمہ کے قائل اور اس پر یقین کرنے والے تھے۔ تو اب تم ہی بتاؤ کہ یہ دونوں جنازے کن کے ہوئے؟ مسلمانوں کے یا کافروں کے؟

خارجی پریشان ہوئے حواس باختگی ان پر طاری ہوئی۔ اور کہنے لگے اچھا! ان کو رہنے دیجئے جی!

ایک دوسرے سوال کا جواب عنائت فرمایئے وہ یہ کہ :

یہ دونوں جہنمی ہیں یا جنتی؟

ابوحنیفہؒ نے فرمایا اس سوال کے جواب میں میرے سامنے انبیاء کا اسوۂ حسنہ موجود ہے جو اللہ کی سچی کتاب قرآن میں منقول ہیں۔

میں وہی کہوں گا جو حضرت ابراہیمؑ نے ان دونوں سے زیادہ مجرموں کے بارے میں اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا تھا۔

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. (ابراہیم : ۳۶)

جس نے میری اتباع کی وہ میرا ہے اور جس نے نافرمانی کی پس اے خدا تو غفور رحیم ہے۔

اور وہ کہوں گا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (المائدہ : ۱۱۸)

اے اللہ! اگر آپ ان کو عذاب دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں اور اگر بخش دیں تو آپ غالب حکمت والے ہیں۔

اور وہ کہوں گا جو حضرت نوح علیہ السلام نے کہا تھا۔

وَ مَا عِلْمِیْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰی رَبِّیْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ○ (الشعراء:۱۱۲،۱۱۳)

جو کچھ انہوں نے کیا وہ میں کیا جانوں ان کا حساب تو اللہ پر ہے۔ وہ جو چاہے کرے۔

خارجیوں نے امام ابوحنیفہؒ کی یہ مدلل گفتگو سن کر ندامت محسوس کی۔ نیام سے نکلی اور سونتی ہوئی تلواریں واپس نیاموں میں داخل کر دیں۔ توبہ کی اور عقیدہ اہلسنت والجماعت کو اختیار کیا۔ ابوحنیفہؒ کے حسنِ سلیقہ، تدبیر وفراست سے ان کی عظمت کے قائل ہوئے اور ان کے غلام بن گئے۔ (مناقب موفق بحوالہ دفاع ابوحنیفہؒ)

ابو حنیفہؒ نے اپنے بد خواہ کو بھی ہلاکت سے بچا لیا :

خلیفہ منصور کے مصاحبِ خاص ربیع کو امام اعظم ابو حنیفہؒ سے خفیہ عداوت تھی۔ اور وہ آپ کو تکلیف پہنچانے کی تاک میں رہتا تھا۔ اتفاق سے ایک روز امام ابو حنیفہؒ اور ربیع دونوں خلیفہ منصور کے ہاں جمع ہو گئے تو ربیع نے امام صاحب کے سامنے خلیفہ منصور سے کہا کہ یہ "ابو حنیفہ تمہارے چچا حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے عداوت رکھتے ہیں۔ اور ان کے قول کے خلاف حکم دیتے ہیں۔ یعنی اگر کوئی شخص حلف اٹھانے کے دو تین روز بعد انشاء اللہ کہہ دے تو آپ کے جدِ بزرگوار حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے نزدیک اس کا استثناء صحیح ہوتا ہے۔ ان کا ارشاد ہے۔

ان الاستثناء جائز ولو کان بعد سنةٍ   استثناء اگر سال بھر کے بعد بھی ہو تب بھی جائز ہے۔

اور یہ ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ انشاء اللہ متصل کہنا چاہئے ورنہ بعد میں استثناء درست نہ ہوگا۔ امام ابو حنیفہؒ کا مستدل حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تھا۔

من حلف علی یمین ویستثنیٰ فلا حنث علیه .   جس نے قسم کھائی اور استدلال کر لیا وہ حانث نہیں۔

تو امام ابو حنیفہؒ نے خلیفہ کو مخاطب کر کے فرمایا :

خلیفہ محترم! ربیع کہنا چاہتا ہے۔ کہ لشکر کی بیعت تیرے ہاتھ پر درست نہیں ہوتی

خلیفہ نے پوچھا کس طرح؟

امام صاحب نے فرمایا کہ :

آپ کے سامنے قسم کھا کر بیعت کر لی پھر گھر جا کر "انشاء اللہ" کہہ دیا تو بیعت

ٹوٹ گئی اور قسم بے اثر ہوگئی۔ گویا ربیع یہ کہنا چاہتا ہے کہ آپ کی فوج وغیرہ آپ کے ہاتھ پر وفاداری کی قسم کھا کر جو بیعت کرتی ہے۔ تو ربیع چاہتا ہے کہ اس بیعت کو غیر مؤثر بنادے یعنی بیعت کرنے کے بعد بیعت کرنے والوں کو یہ اختیار دے رہے ہیں کہ گھر جا کر استثناء کرلیں تو شرعاً بیعت کی پابندی ان کے لئے ضروری ہو جاتی ہے۔ یہ تو بے حد فتنے کی بات ہے۔ عباسیوں کے زمانے میں بیعت لینے کا یہ دستور ہو گیا تھا۔ کہ بیعت کرنے والا قسم کھاتا تھا۔ کہ اگر میں عہد کی پابندی نہ کروں گا۔ تو میری بیویوں کو طلاق ہو جائے میرے غلام اور لونڈیاں آزاد ہو جائیں۔ اور حج کعبہ پیدل مجھے اپنے گھر سے کرنا پڑے۔ ان سب باتوں کی قسم کھا کر آدمی گھر آئے اور صرف اتنا بڑھا دے کہ اس وقت تک پابندیٔ ضروری ہے۔ جب تک میرا جی چاہے تو عبداللہ بن عباسؓ کے قول کے مطابق استثناء صحیح ہے اور اس سے سارا کیا دھرا ختم ہو جاتا ہے۔

استثناء کا یہ مسئلہ علم فقہ کا معرکۃ الآراء مسئلہ ہے امامِ ابوحنیفہؒ نے ایک علمی دشواری دکھا کر خلیفہ کو سمجھا دیا کہ کتنا خطرناک مسئلہ ہے۔

کہتے ہیں کہ : امام ابوحنیفہؒ کی اس تقریر سے ربیع کا خون خشک ہو گیا۔

خلیفہ منصور نے یہ سن کر قہقہہ لگایا اور ربیع سے کہا کہ تم امام ابوحنیفہؒ کو مت چھیڑا کرو۔

جب منصور کے دربار سے دونوں باہر نکلے تو ربیع نے امام صاحبؒ سے کہا۔

''آج تو گویا آپ نے مجھے قتل ہی کر دیا تھا''۔

امام صاحب نے فرمایا کہ نہیں تو نے میرے قتل کی سعی کی تھی۔ مگر میں نے خود کو اور تجھے بھی بچا لیا۔ (وفیات الاعیان لابن خلکان ص ۵ ص ۴۰۱ وموفق)

بعض روایات میں یہ واقعہ شاید ہی قصہ ہو یا اسی نوعیت کا دوسرا قصہ ہو۔ ابن اسحٰق

صاحبِ مغازی کی طرف بھی منسوب نقل کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے خلیفہ کی موجودگی میں از خود امام ابو حنیفہ سے دریافت کیا کہ :

اے ابو حنیفہؒ! آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھاتے ہوئے کہا کہ میں فلاں کام کروں گا یا نہیں کروں گا اور انشاء اللہ متصلاً نہ کہا اور تھوڑی دیر کے بعد انشاء اللہ کہہ دیا۔ تو امام صاحب نے فرمایا۔

استثنائے مقطوع سے اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا ہاں اگر متصلاً کہتا تو اس کے حق میں مفید تھا۔

ابن اسحاق خوش ہوا اور موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خلیفہ منصور کو بھڑکایا کہ ابو حنیفہؒ امیر المومنین کے جدِ اکبر کے ارشاد کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اس پر منصور غضب ناک ہوا۔

مگر ابو حنیفہؒ نے فرمایا جناب! طیش میں نہ آیئے۔

یہ لوگ تمہاری خلافت سے بغاوت اور انکار کی راہ اور وجہِ جواز ڈھونڈتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہمارے اوپر خلیفہ کے بیعت کی کوئی ذمہ داری باقی نہیں رہتی کیونکہ ہم یہاں بیعت کر کے گھر جا کر ''انشاء اللہ'' کہہ لیتے ہیں۔ غرض یہ کہ یہ لوگ جب چاہیں استثناء کر لیں تو ان کے اوپر بیعت کی ذمہ داری باقی نہیں رہتی۔

خلیفہ نے یہ سنا تو حکم دیا کہ ابن اسحاق کی گردن میں چادر ڈال کر باہر کر دو۔ چنانچہ وہ دربار سے نکال دیئے گئے۔

بعد میں جب ابو حنیفہؒ باہر تشریف لائے تو ابن اسحاق نے کہا کہ جناب! آج تو آپ نے مجھے قتل ہی کر ڈالا تھا۔ امام اعظم نے فرمایا محترم! پھر آپ نے کونسی رعایت برتی تھی۔ (مناقب موفق ص ۱۲۲)

سیب کے دو ٹکڑے کر دیئے تو استفتاء کا جواب ہو گیا :

ایک مرتبہ کوئی عورت مسجد میں آئی امام ابوحنیفہؒ اپنے حلقہ تلامذہ میں تشریف فرما تھے۔ عورت نے ایک سیب جس کا نصف رنگ سرخ تھا اور نصف زرد امام ابوحنیفہؒ کے سامنے چپکے سے رکھ دیا۔

امام ابوحنیفہؒ نے سیب کو درمیان سے کاٹ کر دو پارے کر دیا اور عورت کے حوالے کر دیا۔ عورت اسے لے کر چلی گئی۔ یہ ایک معمہ تھا۔ جس پر حاضرین متعجب تھے۔ حاضرین کی دریافت و اصرار پر امام ابوحنیفہؒ نے یہ معمہ حل کرتے ہوئے فرمایا کہ اس عورت کو حیض کا خون کبھی سرخ اور کبھی زرد آتا تھا۔ تو اس نے سیب کے ذریعے اپنی حقیقتِ حال بیان کر دی اور طہر کا حکم دریافت کیا تو میں سیب کاٹ کر یہ مسئلہ واضح کر دیا کہ جب تک سیب کی اندرون سفیدی کی طرح پانی سفید نہ آئے طہر نہیں ہوتا۔

(روض الفائق بحوالہ حدائق الحنفیہ ص ۶۹)

دنیا کی کوئی شے انسان سے زیادہ حسین نہیں :

قرطبی نے سورۃ التین کی بحث میں لکھا ہے کہ خلیفہ ابو جعفر منصور کے دربار کا چہیتا رئیس عیسیٰ بن موسیٰ ہاشمی اپنی بیوی سے بہت محبت رکھتا تھا۔ چاندنی رات تھی اپنی محبوب بیوی سے دل لگی کی بات کر رہا تھا۔ چاند کی چاندنی اور اپنی بیوی کے حسن و جمال کے دو مختلف مناظر اس کے سامنے تھے بے چارہ وفورِ محبت میں اپنی بیوی کو مخاطب کر کے بے اختیار بول اٹھا کہ :

انت طالق ثلاثا ان لم تکونی احسن من القمر۔ — تجھ پر تین طلاقیں ہیں اگر تو چاند سے زیادہ حسین نہ ہو۔

عیسیٰ بن موسیٰ کا یہ کہنا تھا کہ بیوی اٹھ کر پردہ میں چلی گئی۔ کہ شوہر یعنی عیسیٰ نے

مجھے طلاق دے دی۔ بات تو ہنسی اور دل لگی کی تھی مگر طلاق کا حکم یہی ہے۔ کہ کس طرح بھی طلاق کا صریح لفظ بیوی کو کہہ دیا جائے۔ تو طلاق ہو جاتی ہے۔ خواہ ہنسی اور دل لگی ہی میں کہا جائے۔ بے چارے عیسیٰ نے ساری رات بڑی بے چینی اور رنج وغم میں گزاری اور صبح کو خلیفہ وقت ابوجعفر منصور کے دربار میں حاضر ہوئے اور اپنا قصہ سنایا اور اپنی بے پناہ پریشانی کا اظہار کیا۔

منصور نے شہر کے فقہا اور اہلِ فتویٰ کو جمع کر کے سوال کیا۔ تو سب نے جواب دیا کہ طلاق ہو گئی۔ کیونکہ چاند سے زیادہ حسین ہونے کا کسی انسان کے لئے امکان ہی نہیں۔ مگر ایک عالم جو امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں سے تھے۔ خاموش بیٹھے رہے اور دیگر فقہا سے موافقت نہ کی۔

منصور نے پوچھا حضرت! آپ کیوں خاموش بیٹھے ہیں۔

تب یہ بولے اور جواب میں بسم اللہ الرحمان الرحیم پڑھ کر سورہ تین کی تلاوت کی اور فرمایا۔ اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کا احسن تقویم میں ہونا بیان فرمایا ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْم — ہم نے انسان کو بہت ہی خوبصورت سانچہ میں پیدا کیا ہے

خالق حقیقی کی نظر میں اور قرآن کی رو سے دنیا کی کوئی شے بھی انسان سے زیادہ حسین نہیں۔

یہ سن کر سب علماء حاضرین حیرت میں رہ گئے۔ اور کوئی مخالفت نہیں کی۔ خلیفہ منصور نے انہی کے فتویٰ پر عمل کیا۔ اور فتویٰ دے دیا۔ کہ کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

(معارف القرآن ج ۸ ص ۷۷۵ بحوالہ قرطبی)

وقوعِ طلاقِ ثلاثہ کا ایک پیچیدہ مسئلہ :

ایک مرتبہ امام صاحب کی مجلس میں ایک شخص آیا اور دریافت کیا کہ ایک شخص نے تین قسمیں کھائی ہیں۔ نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اس کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور بستا گھر اجڑ جائے گا۔

آپ نے فرمایا کیسی قسمیں؟

سائل نے عرض کیا کہ صاحبِ واقعہ شخص نے اولاً قسم کھائی کہ

☆ اگر آج میں کسی بھی وقت کی نماز پڑھوں تو میری بیوی پر تین طلاق۔

☆ پھر قسم کھائی کہ اگر میں آج اپنی بیوی سے وطی (جماع) نہ کروں تو اس پر تین طلاق۔

☆ پھر قسم کھائی کہ اگر آج میں غسلِ جنابت کروں تو اس پر تین طلاق۔

عجیب مخمصہ تھا جو کہیں بھی حل نہیں ہو رہا تھا۔ علماء عاجز آ گئے تھے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی باریک بینی اور دور رسی کی داد دیجئے۔ سر اٹھایا اور ایک چٹکی میں مسئلہ کا حل سامنے رکھ دیا۔ فرمایا۔

الف:۔ صاحبِ واقعہ آج عصر کی نماز پڑھ لے۔

ب:۔ نماز عصر سے فراغت کے بعد اپنی بیوی سے وطی (جماع) کرے۔

ج:۔ جب سورج چھپ جائے تو یہ شخص غسل کرے۔ پھر مغرب اور عشاء کی نماز پڑھ لے۔ (عقود الجمان ص ۲۷۷) طلاق واقع نہیں ہو گی اور تینوں قسمیں بھی پوری ہو جائیں گی۔

دراصل مسئلہ یہ ہے کہ اصطلاح شریعت میں رات دن کے تابع ہوتی ہے۔ لہذا جب سورج غروب ہو جاتا ہے۔ تو اسی وقت سے اگلا دن شمار ہونے لگتا ہے۔ مثلاً عید کا چاند نظر آتے

ہی عید کا حکم لگایا جاتا ہے۔اس حکم کے پیشِ نظر صاحبِ واقعہ کا غسل آج کے دن میں شمار ہوگا۔ بلکہ غروب کے بعد نہانا گویا آئندہ کل کا عمل ہے۔لہٰذا حانث بھی نہیں ہوگا۔

دیت کس پر ؟

مجلس قائم تھی۔ دقیق فقہی مسائل زیر بحث تھے۔سفیان ثوری قاضی ابن ابی لیلیٰ کے علاوہ ابوحنیفہؒ کے دیگر ہمعصر علماء بڑے بڑے فقہا اور جلیل القدر تلامذہ زیر بحث مسائل پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے۔کہ اچانک ایک شخص نے سوال کر دیا۔

کچھ لوگ مجلس بنائے بیٹھے تھے۔ اچانک ایک سوراخ سے سانپ نکلا اور حاضرین مجلس میں سے کسی ایک پر چڑھ آیا۔اس نے دیکھا تو ہیبت واضطراب میں سانپ کو دوسرے شریکِ مجلس پر جھٹک دیا۔دوسرے نے تیسرے پر اور تیسرے نے چوتھے پر جھٹک دیا۔ چوتھے نے پانچویں پر جھٹکا۔ بدقسمتی سے پانچویں کو سانپ نے ڈس لیا اور وہ اس کے ڈسنے سے مر گیا۔اب مسئلہ عدالت میں آیا۔مرجانے والے کے ورثاء نے دیت کا مطالبہ کیا۔

اب سوال یہ ہے کہ کہ شرعاً دیت کون ادا کرے گا۔اور کس پر واجب ہوگی۔فقہاء اکابر علماء اور ائمہ مجتہدین' قرآن وحدیث اور اپنی فقہی صلاحیتوں کے پیش نظر مختلف جوابات دیتے رہے۔کس نے کہا سب پر آئے گی۔ایک نے کہا پہلے پر آئے گی۔دوسرے نے کہا آخری پر آئے گی۔امام اعظم ابوحنیفہؒ سب کے سنتے اور مسکراتے رہے۔

جب سب نے اپنے اپنے نقطہ ہائے نظر پیش کر دیئے اور امام اعظم ابوحنیفہؒ سے ان کی رائے کے خواہاں ہوئے تو آپ نے فرمایا۔

جب پہلے شخص نے سانپ کو دوسرے پر جھٹک دیا۔اور دوسرا آدمی اس کے ڈسنے

سے محفوظ رہا تو پہلا شخص بری الذمہ ہو گیا۔ دوسرے نے تیسرے پر جھٹکا۔ تیسرا محفوظ رہا۔ تو دوسرا شخص بھی بری الذمہ ہو گیا۔ اسی طرح تیسرا بھی۔

مگر جب چوتھے نے پانچویں پر سانپ کو پھینک دیا اور وہ اس کے فوراً ڈسنے سے مر گیا تو دیت بھی اس شخص پر آئے گی۔ البتہ اگر چوتھے کے جھٹکنے کے بعد سانپ کے ڈسنے میں کچھ وقفہ کیا اور وقفہ کے بعد ڈسا تو یہ چوتھا آدمی بھی بری الذمہ ہو گا۔ کہ اصل مرنے والے نے سانپ سے اپنی حفاظت میں خود کوتاہی کی کہ جلدی سے کام نہ لیا۔

اس رائے سے سب نے اتفاق کیا اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے حسنِ فقہ کی تعریف کی۔ (عقود الجمان ص ۲۶۹)

رومی دانشمندی کے تین سوالوں کا مسکت جواب :

ایک رومی دانشمند بغداد میں خلیفہؓ کے دربار میں حاضر ہوا۔ علم و فضل اور دانائی اور ہمہ دانی کے دعوے کئے۔ اور بڑے طمطراق سے کہا کہ میرے پاس ایسے تین سوال ہیں کہ آپ کی پوری سلطنت کے علماء بھی جمع ہو کر ان کا جواب نہیں دے سکتے۔ خلیفہ حیران ہوا۔ اس نے اعلان کرا دیا۔ علماء عظام، ائمہ کبار اور بڑے بڑے فقہاء جمع ہوئے۔ امام اعظمؒ بھی تشریف لائے۔

رومی دانشمند نے اپنے لئے منبر رکھوایا تھا۔

جب سب علماء موجود ہوئے تو رومی نے منبر پر چڑھ کر علماء اسلام کو علی الترتیب اپنے تین سوال پیش کئے۔

1:۔ یہ بتاؤ کہ خدا سے پہلے کون تھا۔

2:۔ یہ بتاؤ کہ خدا تعالیٰ کا رخ کدھر ہے۔

3:۔ اور یہ بتاؤ کہ اس وقت خدا تعالیٰ کیا کر رہا ہے۔

واقعۃً بظاہر پریشان کن سوالات تھے۔ مجمع پر سکوت طاری تھا۔ سب جواب کی سوچ رہے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ آگے بڑھے اور کہا۔

آپ نے ممبر پر بیٹھ کر سوالات بیان کئے ہیں۔ تو مجھے بھی ان کے جوابات منبر پر بیٹھ کر دینا چاہئے تا کہ سب حاضرین آسانی سے سن سکیں۔ لہٰذا اب تمہیں منبر سے نیچے اتر آنا چاہئے۔

رومی دانشمند منبر سے نیچے اترا تو امام صاحب منبر پر تشریف لے گئے اور رومی کو مخاطب کر کے کہا۔ اب نمبروار اپنے سوال دہراتے جاؤ۔ اور ان کا جواب سنتے جاؤ۔ رومی دانشمند سابقہ ترتیب سے سوالات دہراتا رہا۔ اور امام صاحب حسبِ ذیل جوابات دیتے رہے۔

1:۔ پہلے سوال کے جواب میں امام ابوحنیفہؒ نے کہا۔ گنتی شمار کرو۔ رومی نے دس تک گنتی شمار کی۔ ابوحنیفہؒ نے فرمایا دس سے پیچھے کی طرف اُلٹی گنتی کرو۔ رومی نے ۱۰ سے ۹، ۸، ۷، تا ایک گنتی کی۔ تو امام ابوحنیفہؒ نے ان سے کہا۔ ایک سے پہلے گنو۔ رومی نے کہا ایک سے پہلے کوئی گنتی نہیں ہے اور کچھ نہیں ہے۔ تو ابوحنیفہؒ نے فرمایا یعنی جب واحد مجازی لفظی سے پہلے کوئی چیز متحقق نہیں ہو سکتی۔ تو پھر واحدِ حقیقی معنوی سے پہلے کس طرح کوئی چیز متحقق ہو سکتی ہے۔ تو خدا بھی ایک ہے۔ اس سے پہلے کچھ بھی نہیں ہے۔

2:۔ دوسرے سوال کے جواب میں امام صاحب نے ایک شمع روشن کی اور کہا بتاؤ اس کا رخ کدھر ہے۔ رومی دانشمند نے کہا سب کی طرف ہے۔ ابوحنیفہؒ نے کہا شمع مخلوق ہے۔ اس کے اس رخ کے تعین سے آپ جیسے دانشمند بھی عاجز ہیں تو خالق کے رخ کی تعین میں بے چارے عاجز بندوں کا کیا دخل، بہر حال خدا تعالیٰ کا رخ بھی سب کی طرف ہے۔

تیسرے سوال کے جواب میں امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا :

3:۔ کہ اس وقت خدا تعالیٰ نے تجھے منبر سے نیچے اتار دیا اور مجھے منبر پر بیٹھنے کی عزت بخشی رومی دانشمند نے جوابات سنے تو شرمندہ ہوا اور راہِ فرار اختیار کی۔

(موفق ص ۱۵۲ و عقود الجمان ص ۲۸۴)

قرأت خلف الامام :

مدینہ منورہ سے کچھ لوگ امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ان سے وجہ آمد دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ ہم آپ سے قراءت خلف الامام پر مناظرہ کرنا چاہتے ہیں۔

ابوحنیفہؒ نے فرمایا تم سب بیک وقت میرے ساتھ کیسے مناظرہ کرو گے۔ ایک فرد ہوتا تو بات سنی جا سکتی تھی۔ یہ پوری جماعت ہے۔ کس کس کی بات کو سمجھا جائے گا۔ اور کس کس کی بات کا جواب دیا جائے گا۔ آپ سب اہل علم و فضل ہیں بہتر ہوگا۔ کہ اپنے میں ایک بڑے عالم کو منتخب کرلو۔ اور وہ مجھ سے بات کرے۔ چنانچہ انہوں نے ایک عالم کو منتخب کرلیا۔ اور کہا یہ ہم سب میں بہت بڑا عالم ہے۔ یہ آپ سے قراءت خلف الامام پر مناظرہ کرے گا۔ اور باقی ہم سب خاموش رہیں گے۔ اور سنیں گے۔

امام صاحب نے ان سے کہا اگر واقعۃً اس پر آپ کا اعتماد ہے تو پھر کیا اس کی ہار کو اپنی ہار سمجھو گے۔ انہوں نے کہاں ہاں۔

تب امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا۔ بس مناظرہ ختم ہوا۔ اور فیصلہ ہوگیا۔ اس لئے کہ ہم نماز میں بھی امام کو اسی لئے تو منتخب کرتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

من کان له امام فقرأة الامام قوأة له. جن کا امام موجود ہو تو امام کی قرات ان کی قرأت ہوتی ہے۔

(مناقب موفق و عقود الجمان ص ۲۸۳)

افسوس کی جگہ نہیں فضلِ خدا تمہارے شامل حال ہے :

ایک مرتبہ کسی مجلس میں امام ابو حنیفہؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کبھی اپنے اجتہاد پر پشیمان بھی ہوئے ہیں؟ فرمایا' کہ ہاں !ایک دفعہ جب لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ ایک حاملہ عورت مرگئی ہے۔ اوراس کے پیٹ میں بچہ حرکت کررہا ہے کیا کیا جائے ؟ تو میں نے ان سے کہا کہ عورت کا پیٹ چاک کرکے بچہ نکال لو۔ پھر میں نے افسوس کیا کہ میں نے مردہ کو ایسی تکلیف دینے کا حکم کیوں دیا اور اب میں نہیں جانتا کہ وہ بچہ زندہ باہر نکلا یا مردہ؟ تو سائل نے عرض کیا حضرت ! یہ جگہ افسوس کی نہیں فضلِ خدا تمہارے شاملِ حال ہے، وہ بچہ میں ہی ہوں اور آپ کے اجتہاد کی برکت سے زندہ نکل کر علم فقہ اور اجتہاد کو پہنچا ہوں۔

(حدائق الحنفیہ ص ۷۰)

اجتہادِ ابو حنیفہؒ کی برکت سے امام طحاویؒ کو زندگی ملی :

اسی واقعہ کے قریب قریب امام احمد طحاویؒ کا قصہ بھی مشہور ہے۔ جسے عام طور اساتذہ حدیث طلبہ کو سنایا کرتے ہیں۔ احقر نے بھی بارہا اپنے اساتذہ سے سنا اور اب فتاوٰی برہنہ کے حوالے سے حدائق الحنفیہ میں بھی مل گیا ہے۔ لکھا ہے کہ اولاً امام احمد طحاویؒ شافعی المذہب تھے۔ وجہ یہ تھی کہ آپ نے ابتدائی اسباق اپنے ماموں مزنی سے پڑھے تھے۔ پھر ان کی صحبت اور معیت اور خدمت بھی حاصل تھی۔ چونکہ وہ مسلکاً امام شافعیؒ کے پیروکار تھے تو لازماً امام طحاویؒ کو بھی اس سے متاثر ہونا ہی تھا۔ مگر بعد میں جب علم تحقیق اور مطالعہ واجتہاد کے ذریعہ حقیقتِ حال منکشف ہوئی تو مذہب شافعیہ سے انتقال کرکے مذہب حنفیہ کو اختیار فرمایا۔ انتقالِ مذہب کا سبب یہ لکھا ہے کہ ایک روز امام طحاویؒ اپنے ماموں مزنی سے سبق پڑھ رہے تھے۔ کہ مسئلہ یہ زیر بحث آیا کہ اگر کوئی حاملہ عورت مرجائے

اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو امام شافعیؒ کے نزدیک عورت کا پیٹ چیر کر بچہ نکالنا جائز نہیں۔ جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ عورت کا پیٹ چاک کر کے بچے کی زندگی بچالی جائے۔ امام طحاویؒ نے یہ مسئلہ پڑھا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے میں ایسے امام کی پیروی کیسے کر سکتا ہوں۔ جو مجھ جیسے آدمی کی ہلاکت کی پرواہ نہ کرے۔ وجہ یہ تھی کہ آپ اپنی والدہ کے پیٹ میں تھے کہ والدہ ماجدہ فوت ہوگئی تھیں۔ اور حنفی فقہا کے فتویٰ پر آپ پیٹ چیر کر نکالے گئے تھے۔

اس کے بعد آپ نے فقہ حنفیہ کی تحقیق و مطالعہ شروع کیا۔ تو فقہ و حدیث میں امام بے عدیل اور فاضل بے مثیل قرار پائے۔

ایک اور دوسری روایت میں ہے کہ محمد بن احمد شروطی نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے کس لئے اپنے ماموں کا مذہب چھوڑ کر مذہب حنفی اختیار کیا تو امام طحاویؒ نے فرمایا کہ:۔

''میں اکثر دیکھا کرتا تھا کہ میرے ماموں امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی کتابوں کا مطالعہ کرتے اور فائدہ اٹھایا کرتے تھے۔ (حدائق الحنفیہ ص ۱۹۱ و عقود الجمان ص ۱۶۶)

☆☆☆☆☆☆☆

باب 7

خوانِ زعفران

گزشتہ چھ ابواب کی کتابت مکمل ہو چکی تھی۔ کہ ۵ ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ سے دارالعلوم حقانیہ کے عیدالاضحٰی کے تعطیلات کا اعلان ہو گیا۔ ادھر حسنِ اتفاق اور خوش بختی سے دارالعلوم کے کتب خانہ کے لئے مصر اور سعودی عرب سے خرید کردہ نئی کتب میں **"مناقب ابی حنیفه للموفق" مناقب ابی حنیفه للکردی ' اخبار ابی حنیفه و اصحابه للصمیری' ابوحنیفه'حیاته وعصره و آراءه وفقهه لابی زهره مصری'الطبقات السنية فی تراجم الحنفیه' عقودالجمان فی مناقب ابی حنیفة النعمان ' فوائد البهیه فی تراجم الحنفیه اور طرب الاماثل بتراجم الافاضل اور سیر اعلام النبلاء** بھی کتب خانہ میں پہنچ گئیں۔ گو میرے پاس ان میں سے اکثر کتابوں کے پرانے، کرم خوردہ اور ناقص و نا تمام نسخے موجود تھے جو میں نے بڑی مشکل سے یہاں کے بعض کتب خانوں سے مستعار حاصل کئے تھے۔ دفاع امام ابوحنیفہؒ کی تالیف میں بھی وہی پیشِ نظر رہے۔ مگر اب جب بیروت کی عمدہ طباعتیں سامنے آئیں۔ تو کب رہا جا سکتا تھا۔ تعطیلات کے ان دس پندرہ ایام کو غنیمت جانا اور مذکورہ کتب کا پھر سے از سرِ نو بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ سیرت وسوانح کے بعض نئے گوشوں کے علاوہ بعض اہم اور بہت ہی دلچسپ نئے واقعات بھی سامنے آتے رہے۔ سب کا لینا تو بہرحال کارے دارد' تاہم بعض اہم حکایات جو گذشتہ ابواب کے بعض حصوں کے لئے منزلہ تشریح اور بعض واقعات کے لئے بطور تتمہ وتوضیح کے ناگزیر تھے۔ نوٹ کر لئے اور

ترجمہ و توضیح کے بعد ان سب متفرق واقعات کو کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ کے خوانِ زعفران کے عنوان سے شامل کر دیا ہے۔ چونکہ کتابوں کے بھی جدید ایڈیشن اب پوری دنیا میں پھیلائے جا رہے ہیں۔ لہذا گذشتہ ابواب میں بھی پرانے نسخوں کے صفحات اور حوالہ جات محو کر کے بحث و تحقیق اور علمی موضوع پر کام کرنے والے احباب کی سہولت کے لئے نئے ایڈیشنوں کے حوالہ جات درج کر دیئے ہیں۔

احیاء سنت کی منامی بشارتیں :

امام اعظم ابوحنیفہؒ مسندِ درس پر جلوہ افروز ہوئے تو بڑی توجہ، انہماک اور شبانہ روز محنت سے طلبہ و مستفیدین کو علم فقہ پڑھانے میں مشغول ہوئے۔

اس دوران اچانک خواب دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اکھیڑ کر جسدِ اطہر کے مختلف حصوں کو جمع کر رہے ہیں۔ خود امام صاحب راوی ہیں۔ کہ جب میں نے یہ خواب دیکھا تو اس سے گھبرا گیا۔ طبیعت میں اضمحلال پیدا ہوا۔ انقباض رہنے لگا۔ حتیٰ کہ تعلیم و تعلم اور تدریسِ فقہ بھی معطل ہو گئی، درسگاہ چھوڑ دی اور گھر میں بیٹھ گیا۔ جب طلبہ اور مستفیدین کو اس کا علم ہوا تو بڑے پریشان ہوئے۔ میرے گھر آتے اور ملاقات کرتے اور بڑے اصرار سے کہتے ! کہ آپ کی بظاہر صحت تو ٹھیک ہے۔ بدن تندرست ہے کوئی بیماری اور بخار کے اثرات نہیں ہیں۔ تو پھر کیوں سبق نہیں پڑھاتے۔

جب اصرار بڑھا تو میں نے ان کو اپنا خواب بیان کر دیا، تا کہ حقیقتِ عذران پر بھی واضح ہو جائے۔

تو انہوں نے بڑے احترام سے کہا کہ حضرت ! کوئی ایسی بات نہیں اللہ بہتری فرمائے گا، یہاں علم تعبیر رویاء کے ماہر علامہ ابن سیرین رہتے ہیں۔ ہم ان کو بلائیں گے۔

امام صاحب نے فرمایا' نہیں' ان کو یہاں زحمت دینا مناسب نہیں۔ میں خود ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ چنانچہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں خود ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور خواب کا سارا قصہ کہہ سنایا۔ امام ابن سیرین فرمانے لگے۔

جی ہاں! معلوم ہوتا ہے اور مجھے یقین ہے یہ قصہ آپ کا ہے۔

میں نے عرض کیا جی ہاں! یہ خواب میں نے دیکھا ہے۔

تو انہوں نے ارشاد فرمایا۔

اے ابوحنیفہؒ! جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں۔ اگر یہ واقعہ ہے تو آپ کو اقامت دین اور احیاء سنت کے لئے ایسا علم حاصل ہوگا۔ جو آپ سے پہلے کسی کو نہیں ملا۔ اور آپ علم کی بہت سی وسعتوں پر حاوی ہوں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سنتیں مٹ چکی ہیں۔ وہ آپ کے علم کی وجہ سے زندہ ہوں گی۔

امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے اپنے لئے عظیم بشارت سمجھا۔ اس سے مجھے فرحت وسرور اور خوشی ونشاط حاصل ہوا۔ دوبارہ درسگاہ میں آنا شروع کیا۔ اسباق اور علم فقہ کی تدریس میں مشغول ہوگیا۔ اور علم فقہ میں کوشش کی۔ اور آج الحمد اللہ علم کے بہت سے گوشے زندہ ہوئے۔ **اللّٰھم اجعل عاقبة الی الخیر ۔**

(مناقب لموفق ص ۶۲' ۶۳ ومناقب کردری ص ۱۴۷)

تین عورتوں کا قصہ جو امام صاحب کی زندگی میں اہم انقلاب کا ذریعہ بنیں :

باب اول کے صفحہ نمبر ۱۵ پر ہم نے ابوحنیفہؒ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ امام صاحب فرمایا کرتے کہ ایک عورت نے مجھے دھوکہ دیا اور ایک عورت نے مجھے زاہد بنایا اور ایک

عورت نے مجھے فقیہ بنادیا۔ اس کا پس منظر یا تفصیل کچھ یوں ہے کہ:۔

دھوکہ دینے والی عورت کا قصہ یہ ہے کہ میں کوفہ کی ایک گلی میں گذر رہا تھا کہ اچانک دیکھا کہ ایک شخص اپنی اُنگلی کے ساتھ کسی شے کو اشارہ کر رہا ہے۔ میں نے خیال کیا کہ شاید یہ شخص گونگا ہے۔ اور اپنی انگلی سے اپنی گری ہوئی چیز کے اٹھا دینے کا اشارہ کر رہا ہے۔ میں انسانی جذبہ ہمدردی کے جذبہ سے آگے بڑھا اور راستے میں گری ہوئی چیز اٹھا کر اس کے حوالے کرنا چاہی خیال یہی تھا کہ یہ چیز اسی کی ہوگی تو دیکھا کہ وہ عورت تھی اور میرے اس چیز کے اٹھا لینے کے بعد کہنے لگی۔

جناب! یہ چیز اپنے ہاں محفوظ کر کے رکھ لیجئے حتیٰ کہ اس کا مالک پیدا ہوئے جائے تو اس کے حوالے کر دیجئے گا۔

زاہد بنانے والی عورت کے قصے کا پس منظر یہ ہے کہ ایک مرتبہ مجھے کسی کوچہ میں گذرنے کا اتفاق ہوا۔ دیکھا راستہ میں عورتوں کا ایک انبوہ ہے۔ آپس میں محوِ گفتگو ہیں۔ ایک عورت نے مجھے دیکھ کر سب کو خبردار کرتے ہوئے اونچی آواز سے کہا۔

هذا ابو حنيفه الذى يصلى الفجر بوضوء العتمة. یہ ہیں امام ابوحنیفہؒ جو عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے ہیں۔

میں نے یہ سن کر فیصلہ کر لیا کہ اپنے بارے میں عورتوں کا یہ خیال واقعاتی طور پر بھی میں سچ کر کے دکھاؤں گا۔ چنانچہ اسی روز سے میں نے رات بھر جاگ کر عبادت میں اسے گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور اب الحمدللہ کہ یہ عادت بن گئی ہے۔

اور جو عورت میرے تحصیل علم فقہ کا ذریعہ بنی وہ بھی کچھ ایسا واقعہ تھا۔ کہ ایک عورت میرے پاس آئی اور حیض کے بارے میں کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ مجھے مسئلہ معلوم نہ تھا بے حد شرمندگی ہوئی اور اسی روز سے تحصیل علم فقہ کا فیصلہ کر لیا۔ حتیٰ کہ آج اللہ کے فضل

سے علم فقہ طبیعت ثانیہ بن گئی ہے۔ (مناقب کردری و مناقب موفق ص ۵۵، ۵۶' تیسری عورت کا تفصیلی قصہ باب اول ص ۴۹ میں درج کر دیا گیا ہے)

موسیٰ بن جعفر صادق نے ابوحنیفہ کو چہرہ سے پہچان لیا :

موسیٰ بن جعفر صادق کی ایک مرتبہ امام اعظمؒ سے ملاقات ہوئی۔ جب کہ اس سے قبل انہوں نے امام صاحب کو نہیں دیکھا تھا۔ لہذا پہلی بار دیکھتے ہی کہنے لگے۔

حضرت! آپ تو نعمان بن ثابت ہیں۔

امام صاحب نے فرمایا :

وکیف عرفتنی فقال !قال اللہ تعالیٰ سیماهم فی وجوههم من اثر السجود.

آپ نے مجھے کیسے پہچان لیا موسیٰ بن جعفر صادق نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے نشانی ان کی ان کے چہروں پر ہے سجدہ کے اثر سے۔

(مناقب وموفق ص ۲۳۲ و مناقب کردری ص ۲۶۳)

امام جعفر صادق کی نگاہ میں ابوحنیفہؒ کی عظمت :

عبدالمجید بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ ہم امام جعفر صادق بن محمد کے ساتھ حجر کے مقام میں بیٹھے تھے۔ کہ اچانک امام اعظم تشریف لائے اور ہم پر سلام کیا تو امام جعفر صادق نے سلام کا جواب دیا۔ احتراماً کھڑے ہوئے بڑے خلوص اور محبت سے معانقہ کیا۔ اہلِ مجلس سے ان کی قدر کرائی

جب امام صاحب واپس تشریف لے گئے تو کسی کہنے والے نے کہا۔

اے فرزندِ رسولؐ ! کیا آپ ان صاحب کو پہچانتے بھی ہیں۔

امام جعفر صادق نے فرمایا۔ آپ سے بڑھ کر احمق میں نے کوئی نہیں دیکھا اور

آپ کہتے ہیں کہ تم اسے پہچانتے ہو؟ یہ تو امام ابوحنیفہؒ ہیں۔ جو ملک کے سب سے بڑے فقیہ ہیں۔ (ابوحنیفہ از ابوزہرہ ص ۷۰)

امام جعفر صادق امام باقر کے بیٹے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے ان سے بھی علمی روابط استوار تھے۔ دونوں کی ایک ہی سال میں ولادت ہوئی تھی۔ ان ہی کے بارے میں امام اعظمؒ کا یہ مقولہ تاریخ کی کتابوں میں نقل ہوتا چلا آیا ہے کہ:

و اللّٰہ مارایت افقه من جعفر ابن محمد الصادق . میں نے جعفر صادق سے بڑا فقیہ کوئی نہیں دیکھا۔

علماء نے ہم عمر ہونے کے باوجود جعفر صادق کو امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ میں شمار کیا ہے۔ (ابوحنیفہ از ابوزہرہ ص ۷۰)

زید بن علی، امام باقر، امام جعفر صادق اور عبداللہ بن حسن سے ملاقاتیں اور استفادہ:

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے تحصیلِ علم کا دائرہ محدود نہ تھا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر آپ نے ائمہ شیعہ (جب کہ وہ ائمہ خود شیعہ نہیں تھے) سے کسب فیض کیا۔ اور ان سے درس و مذاکرہ بھی کرتے رہے۔ حتیٰ کہ پیرانہ سالی اور ادھیڑ عمر میں بھی آپ ان کی نصرت و اعانت کا فریضہ ادا کر کے خود کو آزمائشوں کی بھٹیوں میں جھونکتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ کا خاتمہ بھی "حبِّ اہلِ بیت" زہد و تقوی اور حق و صداقت سے وابستگی پر ہوا۔

امام ابوحنیفہؒ نے زید بن علی، محمد باقر اور ابومحمد عبداللہ بن حسن سے ملاقاتیں بھی کیں اور علمِ فقہ بھی حاصل کیا۔ کہ یہ سارے بزرگ علمِ فقہ کے ستون تھے۔

الروض النفیر میں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے زید بن علی اور ان

کے کنبے کو دیکھا میں نے ان کے زمانہ میں ان سے زیادہ فقیہ، زیادہ عالم، حاضر جواب اور زیادہ فصیح و بلیغ نہیں دیکھا۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کو زید بن علی سے اگرچہ لزوم اور وابستگی کا موقع نہیں ملا۔ مگر چند مجالس اور صحبتوں میں ان سے استفادہ ضرور کیا۔ اسی طرح امام محمد باقر بن زین العابدین سے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ملاقات اس وقت ہوئی جب امام صاحب کی فقہ و رائے کا نیا نیا چرچا تھا۔ امام باقر بھی آپ کے خلاف بہت سی باتیں سن چکے تھے۔

ملاقات کا یہ واقعہ مدینہ طیبہ میں پیش آیا۔ امام باقر نے امام ابوحنیفہؒ کو دیکھ کر کہا۔

جناب! آپ نے تو میرے نانا کے دین اور ان کی احادیث کو قیاس سے بدل ڈالا۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا۔ معاذ اللہ ایسا کیونکر ہوسکتا ہے۔ امام باقر نے کہا۔ تو پھر یہ آپ کے خلاف شور و ہنگامہ کیوں ہے؟ امام اعظمؒ نے اس موقعہ پر تفصیل سے امام باقر کو اپنے قیاس کی حقیقت سے آگاہ کیا۔

اس موقع پر امام اعظمؒ نے جو تفصیل سے گفتگو کی اس کو ہم باب نمبر ۵ ص ۱۶۳ میں درج کر چکے ہیں۔

جناب امام باقر نے جب امام اعظمؒ کی گفتگو سنی تو اٹھ کر آپ سے بغل گیر ہوئے چہرہ پر بوسہ دیا اور آپ کی تکریم بجالائے۔ (ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ آراءہ وفقہہ ص ۶۹)

امام جعفر صادق کو بھی ابوحنیفہؒ کے اساتذہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اسی طرح امام صاحب نے عبداللہ بن حسن کے سامنے بھی زانوئے ادب تہہ کیا تھا۔ جو ثقہ (قابلِ اعتماد) محدث اور صدوق و راست گفتار تھے۔ (ابوحنیفہ از ابوزہرہ ص ۷۰)

فقہ جعفریہ کی حقیقت :

بہر حال زید بن علی، امام محمد باقر، امام جعفر صادق اور عبداللہ بن حسن اہلِ تشیع کے کے ائمہ ہیں۔ امام باقر کی امامت پر امامیہ کے دونوں مشہور ترین فرقے اثنا عشریہ اور

اسماعیلیہ متفق ہیں۔ مگر ائمہ مذکورین کے اصل تعلیمات' ہدایات' علمی خدمات اور فقہی افادات میں موجودہ فقہ جعفریہ کا کہیں نام ونشان بھی نہیں۔ اصل فقہ جعفریہ وہی ہے۔ جو اب فقہ حنفیہ کے نام سے آفاقِ عالم میں مقبول' متداول اور مروج ہے۔

حضرت عمرؓ' حضرت علیؓ اور دیگر صحابہؓ کے علوم ومعارف کا امین :

اس میں شک نہیں کہ فقہ حنفی کا اصل سرچشمہ وہ فقہی ذخیرہ ہے۔ جو حمادؒ نے ابراہیم نخعی سے ورثہ میں پایا۔ مگر حماد کی شاگردی کے باوجود امام ابوحنیفہؒ دوسرے اساتذہ سے بھی استفادہ کرتے رہے۔ جس کی تفصیل کسی حد تک احقر نے دفاع امام ابوحنیفہؒ اور کتاب ہذا کے گذشتہ ابواب میں بیان کردی ہے۔

حضرت حماد کی وفات کے بعد بھی امام اعظم نے پڑھنے پڑھانے اور درس وتدریس کا سلسلہ منقطع نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ اسلاف کے اس قول پر عمل کیا۔

لا یزال الرجل عالماً مادام یطلب العلم فاذا ظنّ انه علم فقد جهل.

جب تک آدمی طلبِ علم جاری رکھتا ہے تو وہ عالم بنا رہتا ہے اور جب اپنے آپ کو عالم تصور کرنے لگتا ہے' تو جاہل بن جاتا ہے۔ (ابوحنیفہ از ابوزہرہ ص ۶۷)

امام اعظمؒ نے زندگی میں پچپن حج کیے۔ اس دوران آپ مکہ کے سفروں میں عطا بن ابی رباح سے استفادہ کرتے رہے قیام مکہ کے دوران ان کے مجالس اور صحبتوں سے برابر مستفید ہوتے رہے۔ امام اعظم حج کے مسلسل سفروں سے دو فائدے حاصل کرتے۔ اولاً فقہ وحدیث اور فتاویٰ کی ذخیرہ اندوزی۔

ثانیاً۔ احکام حج ادا کر کے تقویٰ' ورع اور باطنی وروحانی ترقیوں کا حصول آپ نے مکہ درسگاہ میں عطا بن ابی ریاح سے عبداللہ بن عباس کا علم حاصل کیا۔ نیز ابن عباس کے علوم ومعارف ان کے مولیٰ عکرمہ (جو ان کے علم وفضل کے وارث سمجھے جاتے تھے) سے

بھی بھرپور استفادہ کیا۔

آپ نے عبداللہ بن عمر اور حضرت فاروق کا علم نافع مولیٰ ابنِ عمر سے حاصل کیا۔ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا علم وفضل کوفہ کی درسگاہ سے حاصل کیا۔ نیز حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے علمی افکار ان تابعین سے حاصل کئے' جو ان کی درسگاہوں کے باقاعدہ فیض یافتہ تھے۔ (ابوحنیفہ از ابوزہرہ ص ۶۷' ۶۸)

امام اعظم ابوحنیفہؒ اور علم القراءت :

امام اعظم ابوحنیفہؒ کو جس طرح علم فقہ میں فضل وتفوق اور تقدم وسبقت کا شرف حاصل ہے۔ اسی طرح فن قرأت میں بھی ابوحنیفہؒ سباق الغایات اور صاحبِ قرأت تھے اور متقدمین سابقین میں انہیں فن کے لحاظ سے بھی مقام ومنزلت حاصل تھی۔ فنِ قرأت میں ابوحنیفہؒ کے آراء اور قرأت کو مستقلاً علیحدہ کتابوں میں بھی تالیف کیا گیا ہے۔ ہر دور میں علماء فقہا اور قرأ نے اس سے بھرپور استفادہ کیا۔ اس سلسلہ کے تفصیلات' بعض اہم واقعات اور ابوحنیفہؒ کے قراتوں کے حکم وترجیحات تو مناقب کی کتابوں میں تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ بلکہ موفق اور کردری نے ابوحنیفہؒ کی قرات پر مستقل باب قائم کئے ہیں۔

(مناقب ابی حنیفہ للموفق ص ۳۲۷ ومناقب ابی حنیفہ للکردری ص ۳۱۱)

اور اس سلسلہ میں ابوحنیفہؒ کی مختلف سورتوں میں صحابہؓ سے منقول قرأتوں میں کسی ایک کو باقاعدہ طور پر اختیار کر کے معمول میں لانے کی مثالیں ذکر کی ہیں۔ آپ سے قرأت کی روایت کرنے والے آپ کے ممتاز تلامذہ قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ ہیں۔ البتہ بعض حاسدین نے بھی من گھڑت قرأتیں وضع کر کے آپ کی طرف منسوب کی ہیں۔ مگر اہل علم نے ادھر کوئی توجہ نہیں دی۔

قرأت ابوحنیفہؒ پر مستقل تالیف لکھنے والوں میں ابوالقاسم زمخشری' ابوالقاسم

یوسف بن علی جبار سرِ فہرست ہیں اور اس سلسلہ کی معروف کتاب "الکامل" ہے۔

آپ کی اس قدر عظمت' شان اور علم قرأت سے مناسبت ومہارت کے یوں تو سب ہی قائل تھے۔مگر موفق اور کردری نے اس سلسلہ میں بڑے شاندار عربی اشعار نقل کئے ہیں ....

لابی حنیفة ذی الفخار قراءة مشهورة منخولة غراء
عرضت علی القراء فی ایّامه فتعجبّت من حسنها القراء
للّٰه در ابی حنیفة انه خضعت له القراء و الفقهاء
خلف الصحابة کلهم فی علمهم فتضاء لت لجلاله العلماء
سلطان من فی الارض من فقها ئها و هم اذا افتو له اصداء
ان المیاه کثیرة لکنّه فضل، المیاه جمیعها صدّاء

(ذیل جواهر المضیئة ج ۲ وطبقات السنیة ج ا ص ۳۹ او موفق ص ۳۲۷ و کردری ص ۳۴۲)

امام ابوحنیفہؒ کے دس خصائل :

عمران الموصلی کا بیان ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کو باری تعالیٰ نے ایسے دس خصائل حمیدہ سے نوازا تھا کہ ان میں سے اگر ایک صفت بھی کسی میں موجود ہو تو وہ اپنی قوم کا رئیس اور قبیلے کی سیادت کر سکتا ہے۔اور وہ دس صفات یہ ہیں۔

الورع ' والصدق ' والسخاء والفقه ومداراة الناس و المروة الصادقه ' والاقبال علی ماینفع' وطول الصمت والاصابة بالقول و معونة اللهفان عدوّا کان او ولیا .

(مناقب موفق ص ۱۸۶)

پرہیز گاری' صداقت' سخاوت' فقہی مہارت' عام لوگوں سے نرمی و محبت پر خلوص ہمدردی' نفع پہنچانے میں سبقت' طویل خاموشی' (فضول گوئی سے اجتناب) گفتگو میں راست بازی اور مظلوم کی معاونت' چاہے دشمن ہو یا دوست۔

امام ابوحنیفہؒ کی مصروفیتیں :

امام زفرؒ کی روایت ہے فرماتے ہیں۔ کہ مجھے بیس سال سے زائد مدت تک ابوحنیفہؒ کی خدمت ومجالست اور فیض صحبت کی سعادت حاصل رہی۔ میں نے امام صاحب سے زیادہ لوگوں کا خیر خواہ' ان کا ہمدرد اور عامۃ الناس پر شفقت کرنے والا نہیں دیکھا۔ حضرت امام اعظمؒ نے خود کو رضائے الٰہی کی خاطر ہمہ وقت مصروف کار رکھ کر وقف کر دیا تھا۔ دن کا اکثر حصہ تعلیم وتدریس اور اشاعتِ علم میں گزارتے۔ مسائل کا جواب دیتے نئے حالات' پیش آمدہ واقعات اور نوازل وحوادثات میں لوگوں کی رہنمائی کرتے۔ جب مجلس برخاست ہوتی، تو مریض کی عیادت' جنازہ کی مشایعت' فقراء کی ہمدردی وپُرسانِ حال کسی بھائی کی ملاقات اور اس کی حاجت برآری میں مشغول ہوجاتے۔ حتیٰ کہ اسی حال میں رات ہو جاتی، تو خود کو عبادت کے لئے فارغ کر لیتے تمام رات' نوافل' ریاضت' مناجات' اور قرآن مجید کی تلاوت میں گزارتے۔ ابوحنیفہؒ کا یہی ہمیشہ کا معمول تھا۔ زندگی بھر اس معمول پر قائم اور مستقیم رہے۔ حتیٰ کہ عازم اقلیم دوام ہوگئے۔

(مناقب موفق ص ۲۱۰)

زندگی بھر کسی کو برائی سے یاد نہیں کیا :

بکیر بن معروف کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ جب میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے ان سے عرض کیا۔ حضرت! میں نے آپ جیسا آدمی نہیں دیکھا۔ کیونکہ میں نے جس کسی کے سامنے بھی تمہارا تذکرہ کیا ہے۔ تو اس نے تم پر اعتراض اور تنقید کی اور تمہاری غیبت سے نہ چوکا۔ مگر تمہارے سامنے جس کا بھی تذکرہ کیا خواہ تمہارا دوست ہے یا دشمن تو تم نے اس کی تعریف کی اور اس کی خوبیاں بیان کیں۔

امام اعظم نے سنا تو ارشاد فرمایا۔

قال ما کافأت احداً بسیئة قط . میں نے آج تک کسی کو بھی برائی سے بدلا نہیں دیا۔ (خواہ وہ میرا دشمن کیوں نہ ہو) (مناقب موفق ص ۱۷۵)

عبداللہ بن مبارک کا قول ہے کہ میں نے ابوحنیفہؒ سے زیادہ اورع اور زبان کی حفاظت کرنے والا نہیں دیکھا۔ میں نے ایک یہودی قصاب کو دیکھا جو ابوحنیفہؒ کو مسلسل گالیاں دیئے جا رہا تھا۔ مگر ابوحنیفہؒ نے اس کے جواب میں بغیر دعا اور بھلائی کے اور کچھ بھی نہ کہا۔ (مناقب موفق ص ۱۷۷)

ابوحنیفہؒ کی ریاضت دیکھ کر نضر بن محمد سے ایک لونڈی کا مکالمہ :

نضر بن محمد سے روایت ہے کہتے ہیں۔ کہ میں حج کے ارادہ سے گھر سے باہر نکلا۔ میرے ساتھ میری لونڈی بھی تھی۔ جب کوفہ پہنچا تو امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا۔ امام صاحب نے مجھ پر بڑی شفقت فرمائی۔ اپنے ہاں ٹھہرایا اور بے حد اکرام فرمایا۔ اور آنے پر بہت مسرت اور خوشی کا اظہار کیا۔

چند روز قیام کے بعد جب میں حج کے لئے روانہ ہوا تو میں نے اپنی لونڈی امام صاحب کے ہاں چھوڑ دی کہ وہ ان کی خدمت بھی کرتی رہے اور میرے واپس آنے تک ان کے ہاں قیام بھی کرے۔ جب حج سے فارغ ہو کر واپس ہوا تو کوفہ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چندے قیام کے بعد میں نے ارادہ کر لیا۔ کہ اب ابوحنیفہؒ کو زیادہ زحمت نہیں دینی چاہئے لہٰذا ان کے ہاں سے میں نے دوسری جگہ (کناسہ) منتقل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ اور امام صاحب سے عرض کیا کہ اپنی خادمہ کو حکم دے دیجئے کہ وہ میری لونڈی کو کناسہ میں فلاں صاحب کے گھر پہنچا دے

امام صاحب نے فرمایا: ہمارا گھر آپ کا گھر ہے۔ یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے، مگر نضر اس پر رضامند نہ ہوئے اور ان کے مطالبہ کے مطابق ان کی لونڈی مذکورہ مقام تک پہنچادی گئی۔ بعد میں جب نضر بھی وہاں پہنچ گئے اور لونڈی سے خلوت ہوئی تو نضر کہتے ہیں۔ کہ لونڈی نے مجھ سے کہا۔

کیا آپ امام اعظمؒ کے شاگردوں میں سے نہیں ہیں؟ میں نے کہا ہاں میں تو ان کا شاگرد ہوں کہنے لگی۔ تیرا مذہب اور تیرا طریقہ تو ابوحنیفہؒ کے مذہب اور طریقہ کے ہرگز مطابق نہیں بلکہ دونوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔

نضر نے کہا۔ کون ہے جو ابوحنیفہؒ کی علمی عظمت' فقہی مہارت اور روحانی بصیرت تک پہنچ سکے۔

کہنے لگی نہیں نہیں۔ میں علم وفقہ کی بات نہیں کہنا چاہتی۔ میں تو ان کے عام معاملات اور بودوباش کی بات کررہی ہوں۔ دیکھئے۔ آپ مجھ سے چار ماہ تک غائب رہے اور اس عرصہ میں میں ابوحنیفہؒ کے ہاں ٹھہری رہی۔ مگر حیرت ہے کہ اس طویل عرصہ میں نہ تو ابوحنیفہؒ کے لئے ناشتہ، صبح کا کھانا اور عشاء کے کھانے کے تیار کرنے کا اہتمام ہوا کرتا تھا۔ اور نہ آرام کرنے اور بستر بچھانے کے انتظام پر توجہ دی جاتی تھی۔ جب رات ہوتی تو ابوحنیفہؒ اللہ کے دربار میں ریاضت وعبادت کا مجسمہ بن کر کھڑے ہوجاتے گویا سیدھی کی ہوئی لکڑی ہے۔ اور اس حالت میں صبح ہوجاتی۔

ہمارے لئے اچھے کھانے کا انتظام کرتے مگر خود کبھی چھانے ہوئے آٹے کی روٹی کا اہتمام بھی نہ کیا۔

کہتے ہیں جب نضر نے اپنی لونڈی کی یہ گفتگو اور امام صاحب کی ریاضت کی یہ کیفیت سنی تو ششدر رہ گئے۔ خوشیاں غم میں بدل گئیں۔ اور وجد وکیف کے ایسے عالم میں

ڈوب گئے۔ کہ کسی چیز کا خیال نہ رہا۔ حتیٰ کہ نصر نے اسی غم اور حیرت و استعجاب اور اپنی کمزوری پر ندامت کے تصور میں گھر کے ایک کونے میں رات گزار دی۔ اور لونڈی نے دوسرے کونے میں۔ (مناقب موفق ص۲۲۲)

بحث ومناظرہ اور امام ابوحنیفہؒ کی احتیاط :

جن دنوں امام اعظم ابوحنیفہؒ ہمہ تن علم فقہ اور اس کی اشاعت و خدمت میں مصروف تھے۔ بعض اوقات بوقتِ ضرورت خوارج اور شیعہ کے ساتھ بحث وجدل اور مناظرہ میں خود بھی حصہ لیا کرتے تھے۔ مگر اپنے تلامذہ اور خاص لوگوں کو اصولِ عقائد میں جھگڑا اور مناظرہ کرنے سے روکتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب اپنے بیٹے حماد کو مناظرہ کرتے ہوئے دیکھا تو اسے منع کر دیا۔ حمادؒ نے عرض کیا حضرت!

رأیناک تناظر فیه وتنهانا عنه. ہم نے دیکھا کہ آپ خود مناظرہ کرتے ہیں۔ اور ہمیں اس سے منع کرتے ہیں۔

امام صاحب نے فرمایا کہ: جب ہم مناظرہ کرتے ہیں۔ تو بڑے محتاط رہتے ہیں اور دورانِ مناظرہ گہری توجہ اس امر پر رکھتے ہیں۔ کہ ہمارا فریقِ مخالف پھسل جائے اور تم مناظرہ میں اس غرض سے شرکت کرتے ہو کہ تمہارا حریف لغزش کھا جائے۔ جو اپنے فریقِ مخالف کی لغزش کا آرزومند ہے۔ وہ گویا اس کے کافر ہونے کا آرزومند ہے۔ اور جو دوسرے شخص کی تکفیر چاہے وہ اس کو کافر قرار دینے سے پہلے خود کافر ہو جاتا ہے۔

(ابوحنیفہؒ از ابوزہرہ مصری ص۲۴)

امام ابوحنیفہؒ صاحبِ یقین آدمی ہیں :

شقیق بن ابراہیم بلخی کہتے ہیں۔ کہ لوگ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی مجلس میں حاضر

۔آپ مسجد میں تشریف فرما تھے اور مسجد احباب و مخلصین اور تلامذہ سے بھری پڑی تھی۔ اچانک مسجد کی چھت سے ابوحنیفہؒ کے سر کی برابری میں ایک سانپ لڑھک آیا لوگوں نے دیکھا تو چیخ اٹھے ''الحیة الحیة'' یعنی سانپ ہے سانپ ہے۔ اوراس کے رعب و ہیبت اور خوف سے سب لوگ متفرق ہوگئے۔ میں بھی انہی لوگوں میں تھا۔ جو سانپ کے اچانک ظاہر ہونے سے ڈر گئے۔ اور اپنی جگہ چھوڑ دی۔ مگر امام اعظم ابوحنیفہؒ پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔

ما تحرک ابوحنیفه فی مجلسه ولا تغیر لو نه فوقعت الحیة فی حجره فنفضها و ما زال عن مجلسه فعرفت انه صاحب یقین .

(مناقب موفق ص ۲۴۷ و مناقب کردری ص ۱۷۱)

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے نہ تو اپنی جگہ سے کچھ حرکت کی اور نہ اس کی وجہ سے ان کی رنگت میں کچھ تبدیلی آئی جب کہ سانپ چھت سے لڑھک کر سیدھا ابوحنیفہؒ کی گود میں آپڑا۔ امام صاحب نے (بڑے سکون اور وقار سے) اسے دور جھٹک دیا اور اسی حالت میں اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ میں نے یہ دیکھا تو یقین کر لیا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ صاحبِ یقین آدمی ہیں۔

امام مالک اور احترام ابوحنیفہؒ :

اسمٰعیل بن فدیک کہتے ہیں۔ کہ میں نے امام مالکؒ کو دیکھا کہ وہ حضرت امام اعظمؒ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے ہیں۔ اور دونوں اکٹھے چل رہے ہیں۔ اور باہمی گفتگو بھی جاری ہے۔ حتیٰ کہ دونوں مسجد کے دروازہ پر پہنچ گئے تو میں نے دیکھا کہ امام مالکؒ نے امام اعظمؒ کا احترام کرتے ہوئے انہیں مسجد میں داخل ہوتے وقت آگے کیا اور خود پیچھے داخل ہوئے۔ میں نے امام اعظمؒ کو مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھٰذا موضع الامان فآمنی من عذابک ونجنی من النار .	شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے یہ مسجد امان کی جگہ ہے۔ الٰہی مجھے اپنے عذاب سے امان دیجئے اور آگ سے نجات عطا فرمائیے۔ (مناقب موفق ص۱۰۴)

امام مالکؒ کا ابوحنیفہ سے استفادہ :

یہاں پر یہ تصریح بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگی کہ امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ سے پندرہ سال بڑے تھے۔ کیونکہ ابوحنیفہؒ ۸۰ ھجری میں پیدا ہوئے اور امام مالکؒ کی پیدائش ۹۵ ہجری کی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کی وفات ۱۵۰ھ ہے۔ اور امام مالک کا ۱۹۹ھ میں انتقال ہوا۔ امام ابوحنیفہؒ تابعی تھے۔ آپ کے اکثر معاصرین حتیٰ کہ خود امام مالکؒ کو بھی شرفِ تابعیت حاصل نہ ہوسکا اور ظاہر ہے کہ جو مقام تابعی کا ہوسکتا ہے۔ وہ تبع تابعین کا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ خیرات الحسان ص ۶ میں ابن حجر مکی شافعی نے امام مالکؒ کو ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں شمار کیا ہے۔

نیز امام ابوحنیفہؒ کی امام مالکؒ سے روایت مشکوک ہے۔ مگر امام مالک کی ابوحنیفہؒ سے روایتِ حدیث پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے۔ علامہ زاہد الکوثری نے " احقاق الحق بابطال الباطل فی مغیث الحق " کے آخر میں ۶ صفحات کا ایک رسالہ " اقوم المسالک فی بحث روایۃ مالک من ابی حنیفہؒ وروایۃ ابی حنیفہؒ عن مالک " ملحق کیا ہے۔ جس میں متعلقہ موضوع اور بحث کا حق ادا کر دیا ہے۔ اس سے بھی جس میں ابوحنیفہؒ سے امام مالکؒ کا تلمذ ثابت ہے۔ بعض اوقات امام مالکؒ کی ابوحنیفہؒ کے ساتھ علمی مذاکروں میں رات گزر جاتی تھی۔ یہ مجالس اس وقت ہوا کرتے تھے۔ جب ابوحنیفہؒ مدینہ طیبہ حاضر ہوتے تھے اور یہ بھی ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ امام مالکؒ ' امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں

کی کھوج میں رہتے تھے۔ بڑی کوشش سے حاصل کر کے استفادہ کرتے اور یہ بھی منقول ہے۔ کہ امام مالکؒ کو ابوحنیفہؒ سے ساٹھ ہزار مسائل پہنچے ہیں۔ اور یہ بھی مسلم حقیقت ہے۔ کہ امام مالکؒ کا تالیفی دور ابوحنیفہؒ کی وفات کے بعد شروع ہوا۔ جس سے وہ ابوحنیفہؒ کی کتابوں سے مستفید ہوتے رہے۔

ابوحنیفہؒ کے توسل سے امام شافعیؒ برکتیں حاصل کرتے :

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی قبر مبارک کے متعلق سوانح نگاروں نے امام شافعیؒ کی ایک روایت لکھی ہے۔ جسے خطیب بغدادی نے بھی نقل کیا ہے۔ اور موفق نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ راوی علی بن میمون ہیں۔ جو حضرت امام شافعیؒ کے اجلہ تلامذہ میں سے ہیں۔ کہ میں نے خود اپنے کانوں سے امام شافعی کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

انی لا تبرک بابی حنیفه واجیئ الی قبره فی کل یوم یعنی زائراً فاذاعرضت لی حاجة صلیت رکعتین وجئت الیٰ قبره وسألت الله تعالیٰ الحاجة عندهٗ.

(تاریخ بغداد و مناقب موفق ص ۴۵۳)

میں ابوحنیفہؒ کے وسیلہ سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ ہر روز ان کی قبر کی زیارت کو جاتا ہوں جب کوئی حاجت پیش آتی ہے۔ تو دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو دعا کے بعد مراد برآنے میں دیر نہیں لگتی۔

روایتِ توسل کی سندی و شرعی حیثیت :

علامہ زاہد الکوثری نے محقق التقول فی مسئله التوسل میں اس واقعہ کی سند کو صحیح بتایا ہے اور خود حافظ خطیب بغدادی کی طبیعت امام اعظمؒ کے فضائل و مناقب کے سلسلہ میں کسی ایسی روایت کے بیان کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی کہ جس کی سرے سے کوئی حقیقت نہ ہو۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں وہاں کے اکابر اولیاء اور علماء کے مقابر کے

حالات پر "باب ماذکر فی مقابر بغداد المخصوص بالعلماء والزھاد" عنوان سے مستقل باب قائم کیا ہے۔ اسی باب میں امام شافعیؒ کا مذکورہ واقعہ بھی موصو[illegible] نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور لطف یہ ہے کہ سند کے تمام راویوں کا ترجمہ بھی خود د[illegible] دیا ہے۔ اور اس کی سند کے سب راویوں کی توثیق بھی کی ہے۔ باقی رہا شرعی نقطہ نگاہ [illegible] زیارت قبور کا مسئلہ تو زیارتِ قبر بھی سنت ہے اور زیارتِ قبر کے موقعہ پر اپنے اور میت [illegible] حق میں دعا کرنا بھی مسنون ہے۔

مولائے ابی حنیفہؒ :

ترمذ کے قاضی عبدالعزیز نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ اما[illegible] صاحب نے فرمایا کہ : ایک مرتبہ میرے پاس ایک آدمی آیا۔ اور کہنے لگا کہ میری بہ[illegible] وفات پا گئی ہے۔ حالانکہ وہ حاملہ تھی۔ اور اب بھی اس کے پیٹ میں بچہ حرکت کرتے مع[illegible] ہوتا ہے۔ میں نے اس سے کہا۔

اذهب وشق بطنها و اخرج الولد. فوراً چلے جایئے اور اپنی ہمشیرہ کے پ[illegible] کا آپریشن کرکے بچے کو اس سے نکال [illegible]

چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر سات سال کے بعد وہی شخص میرے پاس آ[illegible] سات سال کا چھوٹا بچہ بھی اس کے ساتھ تھا۔ کہنے لگا۔ کیا تم اسے بچے کو بھی پہچانتے ہو[illegible] میں نے کہا نہیں ! اس نے کہا۔

یہ وہی بچہ ہے۔ جس کی والدہ وفات ہوئیں اور ہم آپ کے پاس استفتاء [illegible] لئے حاضر ہوئے تو آپ نے اس کے پیٹ کا آپریشن کرکے بچہ نکالنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچ[illegible] ہم نے آپ کے فتویٰ کے مطابق عمل کیا اور اس کے پیٹ سے بچہ نکال کر ایک زندگی کو محفو[illegible] کرلیا۔

اور جناب! یہ وہی بچہ ہے جس کی زندگی آپ کے حکم کی مرہون منت ہے۔ اس وجہ سے ہم نے اس کا نام بھی ''مولائے ابی حنیفہ'' رکھا ہے۔ (مناقب ابی حنیفہ للکردری ص ۱۹۶)

موفق نے اس پر اتنا اضافہ کیا ہے کہ :

هذا مولاک وقد سميته "نجا". یہ لڑکا آپ کا غلام ہے اور میں نے اس کا نام ''نجا'' رکھا ہے۔ (مناقب موفق ص ۱۲۱)

نسبی شرافت اور فقہی کمالات' توازن وتناسب :

سوانح اور تذکرہ نگاروں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نسب کے بارے میں مختلف لوگوں کے اقوال نقل کئے ہیں۔ بعض آپ کو کابلی' بعض بابلی اور بعض متعصب امام صاحب کو عربی النسل بتاتے ہیں۔ مگر صحیح قول یہ ہے کہ آپ فارسی النسل تھے۔ اور یہی راجح ہے۔ مگر اس سے نہ تو آپ کی عظمت اور شان میں کوئی فرق پڑتا ہے۔ اور نہ خدمت و اشاعتِ دین کے کارنامے اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ آپ اور آپ کے والد پیدائشی طور پر آزاد تھے۔ آپ کے دادا کے غلام ہونے یا نہ ہونے کی بحث بھی اس جگہ بے سود ہے۔ اس سے آپ کی عزت اور وقار' علمی وجاہت اور ذاتی شرافت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر بالفرض بذاتِ خود امام صاحب بھی غلام ہوتے تب بھی اخلاق اور اسلامی نقطہ نگاہ سے آپ کے ان اوصاف میں کوئی فرق نہیں آتا۔ امام اعظمؒ کی مقبولیت' امامت' علمی و دینی سیادت' حسب ونسب اور کسی مال ومنال کی مرہون منت نہ تھی۔ بلکہ یہ سب کچھ موہبتِ خداوندی' بلند اوصاف وخصائل ذہانت وفطانت اور ورع وتقویٰ کی وجہ سے آپ کو حاصل ہوا تھا۔ علامہ مکیؒ لکھتے ہیں کہ :

''تقویٰ بہترین نسب اور ثواب کا عمدہ ترین ذریعہ ہے''۔

اِنَّ اَکرَمَکُمۡ عِندَاللہِ اَتقَاکُمۡ. جو زیادہ متقی ہو۔ اللہ کی بارگاہ میں وہی زیادہ معزز ہے۔ (الحجرات)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

آلِیۡ کُلُّ بِرٍّ وَتَقِیٍّ. ہر متقی شخص میری آل ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کو اپنے اہلِ بیت میں شمار کیا اور فرمایا :

سَلۡمَانُ مِنَّا اَھلُ الۡبَیۡتِ . سلمان ہمارے اہل بیت سے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد سے خارج کر دیا۔

اِنَّہٗ لَیۡسَ مِنۡ اَھۡلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیۡرُ صَالِحٍ. (ھود) یہ آپ کے اہل سے نہیں کیونکہ اس کے عمل ٹھیک نہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو (غلام ہونے کے باوجود) اپنا مقرب بنایا اور اپنے چچا ابولہب کو قریش ہونے کے باوجود دھتکارا۔ (مناقب ابی حنیفہ للمکی)

جس دور میں نسبی شرافت کو معاشرہ میں تقدس اور عظمت حاصل تھی۔ امام ابوحنیفہؒ اس وقت بھی کسی احساس کمتری کا شکار نہ تھے۔

قبیلہ بنی تیم (جس کی طرف امام صاحب کی ولاء منسوب ہے) کے کسی شخص نے امام صاحب سے مخاطب ہو کر کہا :

انت مولای آپ تو میرے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) ہو۔

امام صاحبؒ نے جواباً فرمایا :

انا واللہ اشرف لک منک لی . میری وجہ سے تم کو عزو وقار حاصل ہوا لیکن تمہارے سبب میری عزت میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ (الانتقاء لابن عبدالبر)

عرب مورخین کی زبان میں موالی غیر عرب کو کہتے ہیں۔ اور یہ فارسی النسب ہونا امام اعظمؒ کی عظمتِ شان میں کوئی نقطہ ذلت نہیں یہ موالی (غیر عرب) تو تابعین کے دور میں حاملِ علم وفقہ تھے۔ امام اعظمؒ نے انہی تابعین کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا اور ان کی فقہ میں کمال حاصل کیا۔ اور یہ ایک واقعہ ہے۔ کہ تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں بلا دوامصار کے اکثر فقہا موالی اور اعاجم میں سے تھے۔ (ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ آراءہ وفقہہ ص ۱۳)

اس کی ایک جھلک مروانی حکمرانی' عبدالملک اور زہری یا ہشام اور عطاء کے درمیان اس مکالمہ میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ جس کو مختلف کتابوں میں نقل کیا جارہا ہے۔ ابن عبدربہ نے اسے عیسیٰ بن موسیٰ اور قاضی ابن ابی لیلیٰ کی طرف منسوب کر کے نقل کیا ہے۔ (العقد الفرید)

امام مکی نے ''مناقب ابی حنیفہ'' میں اسے ہشام اور عطاء کے درمیان بطور مکالمہ کے نقل کیا ہے۔ اس مکالمہ کا تذکرہ حاکم نے معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۹۸ میں بھی کیا ہے۔ حاکم کے سوا ابن صلاح نے مقدمہ میں سیوطی نے تدریب میں اور سخاوی نے فتح المغیث میں اس قصہ کو دہرایا ہے۔ محدثین کی کتابوں کے علاوہ فقہا کے مناقب میں بھی یہ مکالمہ ردوبدل کے ساتھ نقل ہوتا چلا آیا ہے۔ تقی الدین تمیمی نے طبقات السنیہ ج ا ص ۱۳۶ میں اسے ذکر کیا ہے۔

ہوا یوں کو ایک مرتبہ ابن شہاب زہری عبدالملک کے دربار میں پہنچے تو اس نے کہا زہری! کیا تم بتا سکتے ہو۔ کہ مسلمانوں کے مختلف امصار اور شہروں میں آج کل سب سے بڑے عالم جو مرجع انام ہوں کون کون لوگ ہیں؟ زہری نے کہا کیوں نہیں۔ فرمایئے کس کس شہر کے ائمہ بتاؤں تو عبدالملک نے حسب ذیل ترتیب کے ساتھ پوچھنا شروع کیا۔

عبدالملک : تم اس وقت کہاں سے آرہے ہو۔

زہری : مکہ معظمہ سے

عبدالملک : مکہ میں کس شخص کو چھوڑ کر آئے ہو جو اس وقت مکہ والوں میں دینی و علمی اور روحانی پیشوائی کر رہا ہے۔

زہری : عطا بن رباح (مجاہدؒ سعید بن جبیر اور سلمان بن یسار) قوسین میں درج کردہ نام دوسری روایات سے ماخوذ ہیں۔ چونکہ قصہ ایک ہی ہے۔ اس لئے تطبیق اور توضیح کے پیش نظر تداخل کیا گیا ہے۔

عبدالملک : عرب خاندان کے آدمی ہیں یا موالی سے ان کا تعلق ہے۔

زہری : موالی سے

عبدالملک : کس چیز نے عطاء اور ان کے رفقاء کو یہ مقام بخشا۔

زہری : علمِ دین اور احادیث کی روایت نے۔

عبدالملک : ٹھیک ہے۔ یہ دونوں چیزیں ہیں ایسی کہ آدمی کو پیشوائی عطا کریں۔ اچھا بتاؤ کہ یمن میں مسلمانوں کا پیشوا اور رہنما آج کل کون ہے۔

زہری : طاؤس بن کیسان (اس کا بیٹا اور ابن منبہ)

عبدالملک : کیا وہ عرب سے نسلی تعلق رکھتے ہیں۔ یا موالی سے ہیں۔

زہری : موالی سے

عبدالملک : ان کو کس چیز نے یہ بڑائی عطا کی ہے؟

زہری : ان ہی باتوں نے جس نے عطاء اور ان کے رفقاء کو بڑھنے کا موقعہ دیا۔

عبدالملک : اچھا مصر کا امام ان دنوں کون ہے۔

زہری : یزید بن حبیب

عبدالملک :۔ عرب میں یا موالی میں سے یہ بھی ہیں۔

زہری : ان کا بھی موالی ہی سے تعلق ہے۔

عبدالملک : اور شام کا پیشوا آج کل کون ہے۔

زہری : مکحول

عبدالملک : عرب ہیں یا موالی۔

زہری : ان کا بھی موالی سے تعلق ہے غلام تھے۔ اور قبیلہ ہزیل کی ایک عورت نے ان کو آزاد کیا تھا۔

(عبدالملک یہ سن کر غصہ سے سرخ ہو رہا تھا۔ اور اس کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا سرد آہیں بھرنے لگا رگیں پھول گئیں۔ اور تن کر کھڑا ہو گیا۔ پھر پوچھا)

عبدالملک : جزیرہ یعنی فرات اور دجلہ کے درمیانی علاقوں کا امام کون ہے؟

زہری : میمون بن مہران۔

عبدالملک : مولیٰ ہیں یا عربی۔

زہری : مولیٰ ہیں۔

عبدالملک : فقیہ عراق کون ہیں۔ جن پر عراقیوں کو اعتماد ہو؟

زہری: حسن بن ابی الحسن، محمد بن سیریں۔

عبدالملک : دونوں کی حیثیت کیا تھی۔ موالی تھے یا عربی۔

زہری : دونوں مولیٰ یعنی عجمی تھے۔

عبدالملک : مدینہ کے فقیہ کون ہیں۔ جن کو وہاں پر دینی اور علمی سیادت حاصل ہو؟

زہری : زید بن اسلم۔ محمد بن المنکدر اور نافع بن ابی نجیح۔

عبدالملک : ان کی حیثیت اور نسبت کیا ہے۔

زہری : موالی سے ہیں۔ یہ سن کر عبدالملک کا سانس پھولنے لگا۔ (واقعہ کے یہ اجزا دوسری

کتابوں سے لے کر تداخل کیا گیا ہے)

عبدالملک : خراسان کا سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟

زہری : ضحاک بن مزاحم اور عطاء بن عبداللہ خراسانی۔

عبدالملک : یہ لوگ کون تھے۔

زہری : موالی۔

عبدالملک : ویلک (تجھ پر افسوس ہو)

(اس وقت عبدالملک کے چہرے کا مٹیالا پن اور بھی بڑھ رہا تھا۔ اور اس پر ایسی سیاہی چھارہی تھی کہ دیکھنے والے کو ڈر لگتا تھا۔) کہنے لگا آخر یہ بتاؤ کہ کوفہ میں مسلمانوں کی دینی پیشوائی اور فقہی سیادت کون کر رہے ہیں۔

زہری : ابراہیم النخعی اور شعبی۔

(زہری کہتے ہیں کہ بخدا اگر میں اس سے خائف نہ ہو گیا ہوتا تو میں حکم بن عتبہ اور حماد بن ابی سلیمان کا نام لیتا۔ یہ حضرات موالی سے تھے۔ مگر مجھے اس میں شر کے آثار نظر آرہے تھے۔

جب میں نے ابراہیم نخعی کا نام لیا تو عبدالملک نے بے ساختہ نعرہ تکبیر لگایا اور اسے اطمینان کا سانس نصیب ہوا۔ (العقد الفرید ج ۲ ص ۲۶۲)

عبدالملک :۔ اف زہری! اب جا کر تم نے ایک بات سنائی جس سے غم کا بادل میرے دل سے کچھ ہٹا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ عبدالملک نے کہا کہ یہ آخری جواب تم اگر نہ سناتے تو قریب تھا کہ میرا کلیجہ پھٹ جاتا۔ اور جس روایت میں یہ قصہ ہشام بن عبدالملک کی طرف منسوب ہے۔ اس میں ہشام کے یہ الفاظ منقول ہیں کہ :

''میرا خیال تھا کہ میری جان نکل جائے گی۔ اور کسی عربی کا نام تمہاری زبان پر

نہیں آئے گا۔ (ابوحنیفہؒ از ابوزہرہ ص ۱۵)

بہر حال ابوحنیفہؒ کے تحصیل علم کے زمانہ میں علم زیادہ تر موالی اور اعاجم میں پایا جاتا تھا۔ اور ان کے ذریعہ سے پھیل رہا تھا۔

اس تفصیلی واقعہ کے نقل کرنے سے ہماری غرض بھی یہی ہے کہ ابوحنیفہؒ کے زمانہ کے اساتذہ علم کو موالی اور اعاجم تھے۔ نسبی فخر سے محروم تھے۔ مگر خدا تعالیٰ نے انہیں علم کا فخر عطا فرمایا تھا۔ علم اور فقہی کمالات اور روحانی مراتب اور وہبی صلاحیتیں و استعداد نسب کے مقابلہ میں زیادہ مقدس، پھلنے پھولنے والا زیادہ پائیدار اور نام زیادہ رکھنے والا ہے۔ جو اپنے باکمال اساتذہ کی طرح امام اعظم ابوحنیفہؒ کو بھی بدرجہ اتم حاصل ہے۔

ابراہیم بن ادھم سے ابوحنیفہؒ کی ملاقات :

شفیق بن ابراہیم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے ابراہیم بن ادھم سے ملاقات کے دوران کہا۔

اے ابراہیم ! خدا تعالیٰ نے تجھے عبادت اور ریاضت و مجاہدہ کا حصہ وافر بخشا ہے۔ یہ بہت بڑی سعادت ہے۔ مگر آپ اسے برقرار رکھتے ہوئے تحصیل علم پر توجہ دیں۔ کہ علم راس العبادت ہے۔ اور اسی کے ساتھ دنیا و آخرت کے امور کی درستگی وابستہ ہے۔
(مناقب ابی حنیفہ للموفق ص ۳۵۰)

عدل وانصاف اور دیانت کی ایک نادر مثال :

سفیان بن زیاد بغدادی کی ایک روایت ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ تقویٰ و پرہیز گاری اور ورع و احتیاط کے لحاظ سے بہت بلند مقام پر فائز تھے۔ کاروبار کے لحاظ سے ابوحنیفہؒ خزاز تھے۔ کپڑوں کی بڑی تجارتی منڈی کے مالک تھے۔ خرید و فروخت میں بھی

غایت درجہ ورع، حزم واحتیاط اور بیع وشراء میں شرعی تقاضوں کو بڑی دقیقہ رسی سے ملحوظ رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ مدینہ منورہ سے کوئی صاحب کوفہ اس غرض سے آئے کہ اپنے لئے گھریلو ضرورت کا سامان خرید لے۔ دوسری چیزوں کے علاوہ اسے کپڑے کی بھی ضرورت تھی۔ اپنے دوستوں کے سامنے اس نے مطلوبہ کپڑے کا ذکر کیا۔ تو اسے بتایا گیا کہ ان صفات کا کپڑا سوائے ایک فقیہِ خزاز جس کا نام ابوحنیفہؒ ہے۔ دوسری کسی بھی جگہ آپ کو نہیں ملے گا۔ چنانچہ وہ امام صاحب کی دکان کی جانب روانہ ہوا تو دوستوں نے اسے سمجھایا کہ بھائی! جب تم اس کی دکان پر جاؤ اور وہ مطلوبہ کپڑا نکال کر آپ کے سامنے رکھ دیں تو جو قیمت وہ بتائیں اس پر لے لینا۔ قیمت کم کرانے پر ہرگز نہ جھگڑنا۔ کہ وہاں بات ایک ہی ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ صاحب امام صاحب کی دکان دریافت کر کے دکان پر پہنچے۔

دکان میں امام صاحب کا ایک شاگرد بیٹھا ہوا تھا۔ اس شخص نے گمان کیا کہ یہی ابوحنیفہؒ ہیں۔ چنانچہ مطلوبہ کپڑے کا مطالبہ کیا۔ ابوحنیفہؒ کے شاگرد نے وہ کپڑا نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس نے قیمت دریافت کی تو بتایا گیا۔ کہ اس کی قیمت ایک ہزار درہم ہے۔ چنانچہ اس نے بھاؤ کم کرانے اور آخری قیمت چکانے کے جھگڑے میں پڑنے کے بجائے اسے ہزار درہم ادا کر دیئے۔ کوفہ میں دیگر سامان ضرورت اور سودا سلف سے فارغ ہونے کے بعد وہ شخص مدینہ منورہ چلا گیا۔

ادھر کچھ عرصہ بعد جب امام ابوحنیفہؒ نے کسی ضرورت سے اسی کپڑے کے بارے میں دریافت کیا۔ تو آپ کے شاگرد نے عرض کیا۔ کہ حضرت! وہ تو میں نے بیچ دیا ہے۔

امام صاحب نے پوچھا کتنے میں؟ اس نے بتایا کہ ہزار درہم میں۔ امام ابوحنیفہؒ یہ سن کر غصہ ہوئے اور فرمایا۔

تغر الناس وانت معی فی دکانی. تم میرے ساتھ دکان میں رہتے ہوئے بھی لوگوں کو دھوکہ دیتے ہو۔

چنانچہ آپ نے اس شاگرد کو اپنے کاروبار اور دکان سے علیحدہ کر دیا۔ اور خود ہزار درہم لے کر مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر اس شخص کو تلاش کر لیا۔ جو ہزار درہم میں آپ کی دکان سے کپڑا لے کر گیا تھا۔ دیکھا کہ وہ شخص وہی کپڑا پہنے ہوئے مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے۔ چنانچہ امام صاحب نے نماز پڑھنا شروع کر دی۔

جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو امام صاحبؒ آگے بڑھے اور فرمایا۔

بھائی ! یہ جو کپڑا تم نے پہن رکھا ہے۔ یہ میرا کپڑا ہے۔

وہ شخص حیران ہوا اور کہنے لگا وہ کیسے؟ حالانکہ یہ کپڑا تو میں نے کوفہ میں ابوحنیفہؒ فقیہ کی دکان سے ایک ہزار درہم میں خریدا ہے۔

امام صاحب نے فرمایا : اگر تم ابوحنیفہؒ کو دیکھ لو تو کیا اسے پہچان لو گے۔ کہنے لگا۔ بالکل امام صاحب نے فرمایا کہ ابوحنیفہؒ تو میں ہی ہوں کیا آپ نے یہ کپڑا مجھ سے خریدا تھا؟

کہنے لگا۔ امام صاحب فرمایا۔ اچھا! اپنے ہزار درہم لے لو اور مجھے میرا کپڑا واپس کر دو اور اس پر صحیح صورتِ حال اور حقیقت واقعہ ظاہر کر دی۔

وہ صاحب کہنے لگا نہیں حضرت! میں اس کپڑے کو کئی مرتبہ پہن چکا ہوں۔ یہ ہرگز مناسب نہیں کہ استعمال کرنے کے بعد اب آپ کو واپس کر دوں اور اگر آپ چاہیں تو اس کی اصل قیمت ہزار درہم سے جو زائد بنتی ہے۔ وہ میں اپنے پاس سے ادا کر دوں۔

امام صاحب نے فرمایا۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ میں آپ سے اس کی زائد قیمت کی وصولی کے لئے نہیں آیا۔ اصل بات یہ ہے کہ اس کپڑے کی قیمت چار سو درہم ہے۔ میرے

ساتھی نے آپ کو ایک ہزار درہم پر اسے فروخت کر دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ چھ سو روپیہ آپ کو واپس کر دوں اور کپڑا بھی آپ کے پاس رہے اور مجھے یقین ہے کہ اس معاملے پر آپ رضامند بھی ہو جائیں گے۔ اور اگر یہ صورت آپ کو پسند نہ ہو تو ازارہِ کرم میرا کپڑا مجھے واپس کر دیں۔ اور ہزار درہم کی رقم واپس لے لیں۔ اور اس دوران آپ نے جو بار بار یہ کپڑا استعمال کیا ہے۔ اس کی میری طرف سے آپ کو اجازت ہے۔

مگر وہ شخص کسی بھی صورت میں کپڑا واپس کرنے کے لئے رضامند نہیں تھے اور اس کا اصرار تھا کہ جس طرح اس حقیقت کے ظاہر ہونے سے قبل ہزار درہم کے دام یہ کپڑا میں نے لیا ہے اسی قیمت میں اب بھی میرے پاس رہے۔ مگر امام صاحب نے اس پر راضی ہونے سے انکار کر دیا اور اپنی طرف سے تجویز کردہ مذکورہ دونوں صورتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے پر اصرار کیا۔ چنانچہ وہ شخص مجبور ہو کر اس پر رضامند ہو گیا کہ ۶۰۰ روپیہ واپس کر دیا جائے اور کپڑا بھی اصل قیمت ۴۰۰ درہم کے عوض میں میرے پاس رہے۔ چنانچہ امام صاحب نے ۶۰۰ روپے بھی اسے واپس کر دیئے اور کپڑا بھی اس کے پاس رہنے دیا۔ اس کے بعد بڑی مسرت سے واپس کوفہ لوٹ آئے۔ (مناقب موفق ص ۱۷۴)

خدا ابوحنیفہؒ کے لئے جنت واجب کر دے اگرچہ مجھے یہ ناپسند ہے :

اسد بن عمرو کی روایت ہے کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ عمر بن ذرؒ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ :

حضرت ! میرا ایک شیعہ پڑوسی ہے۔ اسے کوئی مسئلہ درپیش ہے۔ امام صاحب نے فرمایا۔ آپ اسے کہدیں کہ وہ ہمارے پاس بڑی خوشی سے آ سکتا ہے۔ ہم اسے بھی شرعی نقطہ نگاہ سے استفسار کا تسلی بخش جواب دیں گے۔

چنانچہ عمر بن ذر نے اپنے شیعہ پڑوسی کو امام صاحب کا پیغام سنایا اور دونوں امام

صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ چنانچہ شیعہ نے امام صاحب سے عرض کیا۔ کہ میں نے اپنی بیوی کو

انتِ علی حرام . تو مجھ پر حرام ہے

کہہ دیا ہے۔ کیا اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اور عورت مرد پر حرام ہو جاتی ہے۔ امام صاحب نے فرمایا :

محترم ! ایسے کلمات کے بارے میں حضرت علیؓ کا قول تین طلاق کا ہے اور اس سے ان کے نزدیک عورت مغلظ ہو جاتی ہے۔

شیعہ کہنے لگا۔ جناب ! مجھے حضرت علیؓ کا قول نہیں مجھے آپ کا فتوی درکار ہے۔

تب امام صاحب نے فرمایا۔ اچھا یہ بتایئے کہ تم نے "انت علی حرام" سے کیا نیت کی تھی؟........ کہنے لگا میں نے اس سے کسی چیز کی نیت بھی نہیں کی تھی۔ امام صاحب نے فرمایا طلاق کی نیت بھی نہیں کی تھی۔ کہا طلاق کی نیت بھی نہیں کی تھی۔

تو امام صاحب نے فرمایا۔ پھر کچھ بھی واقعہ نہ ہوا۔ اور عورت بدستور آپ کی بیوی رہے گی۔

شیعہ نے سنا تو بڑا خوش ہوا اور کہنے لگا :

جزاک اللہ خیرا و اوجب لک الجنة وان کرهت انا . خدا تعالیٰ آپ کو اس کی بہترین جزا عطا فرمائے اور تیرے لئے جنت واجب کر دے اگرچہ مجھے یہ ناپسند ہے۔

(مناقب ابی حنیفہ للکردری ص ۱۸۰ و هذه المسئلة یروی عن العلماء فیها عشرون قولاً ذکرها الائمه فی التفسیر وهذا الذی ذکره الامام اصل المذهب اما الذی علیه الفتوی فیقع واحدة بلانیته لغلبة العرف فیه علی ارادة الطلاق واستعمال فی مقام الطلاق وللعرف فی مثل هذا لمقام تاثیر حتیٰ ان قوله سرحتک طلاق رجعی فی المختار (کردری ص ۱۸۰)

رافضی شیخ کی حیا سوز حرکتیں اور ابوحنیفہؒ کی غیرت دینی اور حیا :

شیطان طاق (هو ابوجعفر محمد علي بن النعمان البجلي الكوفي الاخول وانما سمّي بالطاق لانه كان يعاني الصرف بطاق المحامل بالكوفه كان فصيحاً بليغاً فقيهاً مناظرا و شيعة تسميه مومن الطلاق ويقال ان ابا حنيفه هو الذي سماه شيطان الطاق و كانت وفاته نحوسنة ست وصانه اخبار شعراء الشيعه للمرزباني (التلخيص) ص ۸۳ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۱۱ ورجال الكشي ۱۲۳ و لسان الميزان ج ۵ ص ۱۰۴ والموافي بالوفيات ج ۵۔ ۳۰۰ وطبقات السنيه في تراجم الحنفيه ج ۱ ص ۱۳۹)

جو روافض کے شیخ اور بزرگ مانے جاتے تھے۔ اور روافض اسے مومن طاق کہتے ہیں۔ ہمیشہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حق میں بغض وحسد اور عداوت ونفرت کی آگ میں جلتے رہتے تھے۔ تنقید واعتراض کا کوئی موقع ملتا تو دریغ نہ کرتے۔ ایک روز یوں ہوا کہ شیطان طاق رافضی حمام میں داخل ہوا۔ اتفاق سے ان سے پہلے امام اعظم ابوحنیفہؒ بھی وہاں موجود تھے۔ رافضی شیطان نے جوں ہی امام صاحب کو دیکھا تو کہنے لگا۔ اے نعمان! خدا کا شکر ہے کہ تمہارے استاد کو موت آ گئی ہے۔ اور ہمیں ان سے استراحت حاصل ہوگئی۔ اور واقعہ بھی یہ تھا کہ امام اعظمؒ کے استادِ حماد بن ابی سلیمان قریبی دنوں میں انتقال کر گئے تھے)

امام اعظمؒ نے جواب میں فرمایا کہ ہمارے اساتذہ کو جو موت آتی ہے۔ وہ تو عین فطرتِ بشری اور قانونِ خداوندی کا تقاضا ہے مگر

واستاذک من المنظرين الیٰ يوم الوقت المعلوم۔

(تیرے استاذ کو جلدی سے موت نہیں آئے گی) کیونکہ ایک خاص وقت تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل دے دی گئی ہے۔ (اس سے امام اعظمؒ کا اشارہ شیطان کی طرف تھا۔ جس کا ''من المنظرين الى يوم الوقت المعلوم'' کا قصہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے)

(مناقب موفق ص ۴۴ اومناقب ابی حنیفہ للکردری ص ۱۸۰)

امام اعظمؒ کے اس جواب سے رافضی شیخ سٹ پٹایا اور حواس باختہ ہو گیا۔ اور جب کچھ نہ بن پڑا تو بے حیائی پر اتر آیا۔ اور امام صاحب کی طرف منہ کر کے اپنا تہ بند کھول دیا۔

امام اعظمؒ جو شرم و حیا اور غیرت و حمیت کے پتلے تھے۔ نظر دوسری طرف پھیر لی رافضی شیطان کہنے لگا۔ ابوحنیفہؒ! تمہاری آنکھیں کب سے اندھی ہو گئی ہیں۔
امام اعظمؒ نے فرمایا "جب سے خدا تعالیٰ نے تمہاری پردہ دری کر دی ہے"۔

ابوحنیفہؒ رافضی شیطان کی یہ بدتمیزی اور حیا سوز حرکتیں کب دیکھ سکتے تھے۔ جلدی سے حمام سے باہر تشریف لے آئے اور زبان پر یہ اشعار جاری تھے۔

اقول و فی قولی بلاغ و حکمۃ و ما قلت قولاً جئت فیہ بمنکر
الا یا عباد اللہ خافوا الٰھکم فلا تدخلو الحمام الا بمیزر

(مناقب موفق ص ۱۴۴ ومناقب ابی حنیفہ للکردری ص ۱۸۰)

ترجمہ:۔ میں جو بات کہتا ہوں تو وہ تبلیغ و حکمت سے معمور ہوتی ہے۔ اور تم جو بات کرتے ہو تو منکر اور ناپسندیدہ باتیں زبان پر لاتے ہو۔

اے خدا کے بندو! خبردار! اپنے معبود برحق سے خوف کرو۔ اور حمام میں داخل ہوتے وقت شرعی ستر اور پردہ کا اہتمام کر لیا کرو۔ (کہ بے پردگی سے خدا کے فرشتے بھی نفرت کرتے ہیں)

جہنم کے کنارے پر پہنچ کر بھی ابوحنیفہؒ کی برکت سے اللہ نے بچالیا:

ابراہیم الحنظلی قاضی سمرقند کا بیان ہے کہ ہماری ایک جماعت سمرقند سے روانہ ہوئی۔ اتفاق سے ہمارے ساتھ ایسا ایک ساتھی بھی ہولیا۔ جو قدریہ کے عقائد رکھتا تھا۔ راستے میں ہماری اس سے بحث ہوتی رہی۔ جب مرکزِ علم کوفہ پہنچے تو ہم نے اس سے کہا کہ

اب تو یہاں فیصلہ چکانا ہے۔ آپ بتائیں علماء کوفہ میں کون ہے۔ جس کے قول اور فیصلے پر آپ کو اعتماد ہو کہنے لگا امام اعظم ابوحنیفہؒ۔

چنانچہ ہم امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ کے پاس لوگوں کا ہجوم تھا۔ مستفیدین کا انبوہ تھا۔ آپ کچھ لکھ لکھوا رہے تھے۔ چنانچہ ہم بھی آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اور عرض کیا۔ حضرت! ہماری یہ جماعت سمرقند سے حاضر ہوئی ہے۔ مگر بدقسمتی سے ہمارے ساتھ ایک ایسا ساتھی بھی ہولیا ہے۔ جو قدری ہے۔ جب ہم نے اس سے فیصلہ کا کہا تو اس نے آپ کو حَکَم بنایا۔ اب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ ازراہِ کرم آپ اس سے کچھ بات کر لیں شاید آپ کی برکت سے اللہ پاک اسے ہدایت سے نوازیں۔

دل میں ہم کہہ رہے تھے۔ کہ امام صاحب تو بے حد مصروف ہیں۔ وہ کب ہماری اس مداخلت کو برداشت کریں گے یا ادھر متوجہ ہوں گے۔ مگر امام اعظمؒ نے کاغذ اور قلم رکھ دیا۔ اور ہمارے قدری ساتھی کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گئے۔ اور بڑی شفقت سے گفتگو شروع کر دی۔

امام صاحب نے پہلی بات کہی تو قدری نے جواب کی کوشش کی۔ دوسری بات کہی تو بے چارہ قدری سوچنے لگا۔ جب امام صاحب نے تیسری بات کی تو بے چارہ سر کھجانے لگا۔ نظریں نیچی کر لیں۔ ادب و احترام کا مرقع بن گیا۔ جسم پسینہ پسینہ تھا۔ گویا حیرت کا مجسمہ بن گیا۔ اسی لمحے اللہ تعالیٰ نے ابوحنیفہؒ کی برکت سے اسے ہدایت اور توبہ کی توفیق مرحمت فرمائی۔ چنانچہ کہنے لگا۔

استغفراللہ و اتوب الیہ جزاک اللہ میں اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا

یا ابا حنیفه عنی خیرا وعن جمیع المسلمین کنت علیٰ شفیر النار فانقذ نی الله علیٰ یدک ۔

(مناقب موفق ص ۱۱۹ ومناقب کردری ص ۱۹۶)

ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں ۔ اے ابوحنیفہؒ ! اللہ تعالیٰ آپ کو میری طرف سے اور جمیع المسلمین کی جانب سے جزائے خیر سے نوازے واقعہ یہ ہے کہ میں جہنم کے کنارے پر پہنچ چکا تھا۔ مگر اللہ پاک نے آپ کی برکت سے مجھے جہنم کی آگ میں گرنے سے بچالیا۔

علم جو نافع ہو :

امام زفر کی روایت ہے فرماتے ہیں۔ کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص کو اس کا علم محارم اور معاصی سے روک نہ دے اور بغاوت وسرکشی اور گناہوں سے مانع نہ بن جائے۔ تو ایسا عالم بڑے خسارے اور سراسر تاوان میں ہے۔ (مناقب موفق ص ۳۴۳، ۳۴۴)

علماء اور فقہا اللہ کے ولی ہیں :

ابن دکین کہتے ہیں کہ امام اعظمؒ نے ارشاد فرمایا کہ اگر دنیا اور آخرت میں علماء اور فقہاء اللہ کے اولیاء اور مقرب بندے نہیں ہیں۔ تو پوری کائنات میں کوئی بھی اللہ کا ولی نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

اللہ ولی الذین اٰمنوا الخ۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا ولی ہے

علماء اور فقہا ایمان باللہ اور اس کی مغفرت میں تمام انسانوں سے بڑھ کر ہیں۔ لہذا ولایت کا بلند مقام بھی ان ہی کا ہوسکتا ہے۔ (مناقب موفق ص ۳۴۳، ۳۴۴)

ابوحنیفہؒ کا استغفار :

ابوجعفر کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ فرمایا کرتے کہ میں نے پچاس سال سے ایسی کوئی نماز نہیں پڑھی جس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ منصبی میں اپنی کوتاہی سے توبہ استغفار نہ کیا ہو۔ (مناقب موفق ص ۳۴۳، ۳۴۴)

خطبہ میں اختصار

کوئی نکاح کی تقریب تھی مفضل کوفی کہتے ہیں۔ کہ مجھے بھی اس میں شرکت کا موقع ملا۔ دیکھا کہ اس مجلس میں سفیان ثوری قاضی شریک اور علماء کی ایک جماعت بھی حاضر تھی۔ سب بیٹھے منتظر تھے۔ جب کافی وقت گذر گیا تو صاحبِ خانہ سے کہا گیا کہ جناب! آپ کس کا انتظار کر رہے ہیں؟ اس نے کہا امام ابوحنیفہؒ کا۔

ابھی یہ بات جاری تھی۔ کہ امام اعظم تشریف لے آئے۔ صاحبِ دار نے عرض کیا۔ حضرت! خطبہ آپ دیں۔ امام اعظم نے فوراً خطبہ شروع کر دیا۔

مختصر حمد وثنا اور درود کے بعد ارشاد فرمایا۔

اما بعد . فان الکلام کثیر و محکمه یسیر . و ان الکلام لا ینتهی حتی ینهی عنه و خیر الکلام ما ارید به وجه الله وشر الکلام ما ارید به غیر وجه الله تعالیٰ و عقد النکاح قال' فقال سفیان شریک الامر کما تری . (مناقب کردری ص ۳۴۷)

اما بعد! باتیں تو بہت ہیں مگر اچھی اور بہتر باتیں وہ ہیں جو آسان ہوں گفتگو بند نہیں ہوتی جب تک کہ خود اس سے نہ رکا جائے۔ بہتر کلام وہ ہے جو صرف اللہ کی رضا کے لئے ہو اور بدترین کلام وہ ہے جس میں غیر اللہ کی رضا مطلوب ہو۔ اس کے بعد ابوحنیفہ نے عقد نکاح باندھا راوی کہتے

ہیں سفیان نے قاضی شریک سے کہا واہ !
مستحسن بات تو وہی ہے جسے آپ دیکھ
رہے ہیں۔

کھانا عقل کو کھا جاتا ہے :

ابن عباس بن نجیح کہتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے بطور خاص نصیحت کی کہ جب دنیا کی کوئی ضرورت حاجت اور اہم کام پیش آئے تو اس وقت تک کھانا نہ کھانا جب تک کام پورا نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ

فانّ الاکل یغیر العقل. کھانا عقل کو کھا جاتا ہے۔

(مناقب کردری ص ۳۵۱)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب 8

خوانِ یغما

''امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات'' بارگاہِ قدس میں مقبول ہوئی۔ اب تک القاسم اکیڈمی سے اردو میں چودہ (۱۴) ایڈیشن' تعداد تقریباً پندرہ ہزار چار سو (۱۵۴۰۰)' پشتو میں چھ (۶) ایڈیشن تعداد تقریباً چھ ہزار (۶۰۰۰) اور فارسی میں تین (۳) ایڈیشن تعداد ۳۰۰۰ ' مجموعی تعداد چوبیس ہزار چار سو (۲۴۴۰۰) چھپ چکی ہیں، اب یہ پندرہواں ایڈیشن ہے جو جدید اضافوں اور کمپیوٹر کمپیوزنگ کے ساتھ قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ علاوہ ازیں یہ کتاب ہندوستان میں بھی مختلف مکتبوں سے چھپ رہی ہے، مکتبہ الریاض ''دیوبند'' سے تو اس کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ الحمد للہ حمداً کثیراً۔

اس دوران میرا کام بہت پھیل گیا، ذمہ داریاں بڑھ گئیں، جامعہ ابوہریرہ' جامعہ عبداللہ بن مسعود کی ذمہ داریاں، درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور دعوت وتبلیغ کے متنوع اور ہمہ جہتی وہمہ وقتی کاموں کی وجہ سے بہت سے اُمور تشنۂ تکمیل رہے، مگر یہ بھی تو حضرت امام اعظمؒ کی کرامت ہے کہ اس دوران امامِ اعظمؒ سے متعلق مطالعہ میں جونئی چیزیں سامنے آتی رہیں، محفوظ ہوتی رہیں۔ جو آج اردو کے پندرہویں ایڈیشن میں ....

''خوانِ یغما'' .... کے عنوان سے اضافہ کیئے جارہے ہیں۔

یہ باب بھی پہلے ابواب کی طرح دلچسپ اور سیرت وسوانح کی تالیف کے اہداف کے لحاظ سے عملِ صالح کی ترغیب وتشویق کا باعث بنے گا۔ ان شاءاللہ۔

بشارت سراپا کرامت :

علامہ حافظ جلال الدین سیوطی شافعیؒ نے لکھا ہے کہ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کا بیان، ائمہ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام مالکؒ کی بشارت اس حدیث شریف سے دی ہے۔ یُوْشَکُ اَنْ یَضْرِبَ النَّاسُ اَکْبَادَ الْاِبِلِ یَطْلُبُوْنَ الْعِلْمَ فَلَایَجِدُوْنَ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنْ عَالِمِ الْمَدِیْنَۃِ ۔ قریب ہے علم کی تلاش میں لوگ اونٹوں پر سفر کریں گے اور ان کو مدینہ کے عالم سے زیادہ علم والا کہیں نہ ملے گا۔

اور حضرت امام شافعیؒ کی بشارت اس حدیث شریف سے دی ہے..... لَا تَسُبُّوْا قُرَیْشًا فَاِنَّ عَالِمَھَا یَمْلَأُ الْاَرْضَ عِلْمًا ۔ قریش کو برا نہ کہو کیونکہ ان کا عالم زمین کو علم سے بھر دے گا۔

میں کہتا ہوں، یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث شریف میں ابوحنیفہؒ کی بشارت دی ہے، جس کی روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کی ہے اور ابونعیم نے اس کو حلیۃ الاولیاء میں لکھا ہے، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لَوْ کَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَیَّا لَتَنَاوَلَہٗ رِجَالٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر علم ثریا کے پاس ہو، البتہ ابنائے فارس کے افراد اس کو حاصل کرلیں گے۔

اور شیرازیؒ نے القاب میں قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ اگر علم ثریا سے لٹکا ہوا ہو، البتہ اس کو ابنائے فارس سے کچھ لوگ حاصل کرلیں گے۔

ابو ہریرہ کی حدیث کی اصل صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ان الفاظ سے ہے' لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَتَنَاوَلَہٗ رِجَالٌ مِنْ فَارِسَ ۔ اگر ایمان ثریا کے پاس ہو' البتہ فارس

کے لوگ اس کو حاصل کرلیں گے۔

اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں : لَوْکَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَذَھَبَ بِهٖ رَجُلٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ یَتَنَاوَلَهٗ ۔ اگر ایمان ثریا کے پاس ہو، ابنائے فارس میں سے ایک شخص اس حد تک پہنچ جائے گا اور اس کو حاصل کرلے گا۔

اور قیس بن سعد کی حدیث طبرانی کی معجم کبیر میں ان الفاظ سے ہے...... لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَاتَنَالُهُ الْعَرَبُ لَنَا لَهٗ رِجَالُ فَارِسَ ۔ اگر ایمان ثریا کے پاس لٹکا ہو کہ عرب اس کو نہ پاسکیں، البتہ فارس کے لوگ اس کو پالیں گے۔

اور معجم طبرانی میں ہی ابن مسعودؓ سے روایت ہے، قَالَ قَالَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لَوْ کَانَ الدِّیْنُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَتَنَاوَلَهٗ نَاسٌ مِنَ اَبْنَاءِ فَارِسَ ۔ ابن مسعودؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر دین ثریا سے لٹکا ہوتا البتہ بعض ابنائے فارس اس کو حاصل کرلیتے۔

یہ ایک صحیح اصل ہے، جس سے امام ابوحنیفہؒ کی بشارت اور آپ کی فضیلت کا اظہار ہورہا ہے، جیسا کہ ان دو حدیثوں سے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی بشارت اور فضیلت ثابت ہورہی ہے۔

یہ صحیح اصل بے نیاز کردیتی ہے، موضوعی خبر سے۔ (تبیض الصحیفہ: ص ۴،۳)

جب مستند اصل موجود ہے :

علامہ سیوطیؒ نے ''خبر موضوعی'' کا ذکر کرکے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرت امام کے تذکرہ نگاروں نے جو روایتیں لکھی ہیں :

جیسے ...... ''عَنْ اَبِیْ ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ یُقَالُ لَهٗ اَبُوْحَنِیْفَةَ ھُوَ سِرَاجُ اُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

یعنی میری اُمت میں ایک شخص ہوگا جس کو ابوحنیفہ کہا جائے گا، وہ قیامت میں میری اُمت کا چراغ ہوگا''۔ ایسی موضوعی روایات کو ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے، جب ایسی مستند اصل موجود ہے۔

ابوحنیفہ کنیّت کی وجہ تسمیہ :

آپ کے تذکرہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ آپ کی کنیت ابوحنیفہ تھی، حنیفہ تانیث ہے حنیف کا، یعنی عبادت کرنے والا اور دین کی طرف راغب ہونے والا، تذکرہ نگاروں مین سے زیادہ تر اس طرف گئے ہیں کہ آپ کے صرف ایک بیٹے تھے، جن کا نام آپ نے حماد رکھا تھا، ان کے علاوہ کوئی اولاد نہیں ہوئی ہے۔ ان افراد نے آپ کی کنیت ابوحنیفہ کی چند توجیہات کی ہیں۔

(۱) ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے ''امام ابوحنیفہ کی تدوین قانونِ اسلامی'' میں لکھا ہے :

''کوفہ کی مسجد میں وقف کی چارسو (۴۰۰) دواتیں طلبہ کے لئے ہمیشہ رہتی تھیں''۔ (موفق ۱/۱۴۰) اور یقیناً ابوحنیفہؒ کے سینکڑوں ہی شاگرد ہوئے ہوں گے۔ امام سیف الائمہ سائلی کا بیان ہے کہ ابوحنیفہؒ کے ایک ہزار شاگرد تھے، جن میں سے چالیس خاص فضیلت و جلالت رکھتے تھے، بلکہ اجتہاد کے درجہ تک پہنچ چکے تھے۔ ابوحنیفہؒ ان کو خاص طور سے عزیز رکھتے تھے اور اُن کو تقرب حاصل تھا۔ ایک دن انہوں نے ان چالیس شاگردوں سے کہا۔ تم میرے سب سے جلیل القدر ساتھی اور میرے دل کے رازداں اور میرے غمگسار ہو۔ میں فقہ کی اس سواری کو زین اور لگام لگا کر تمہارے سپرد کر چکا ہوں۔ اب تمہیں چاہئے کہ میری مدد کرو کیونکہ لوگوں نے مجھے دوزخ کا پُل بنادیا ہے کہ سہولت تو دوسروں کو ہوتی ہے اور بوجھ میری پیٹھ پر رہتا ہے۔ (موفق ۱/۳۳)

استاذ عبدالحکیم نے لکھا ہے :

(۱) ''آپ کا حلقۂ درس وسیع تھا۔ آپ کے شاگرد اپنے ساتھ قلم دوات رکھا کرتے تھے، چونکہ اہلِ عراق دوات کو حنیفہ کہتے ہیں۔ اس لئے آپ کو ابوحنیفہ کہا گیا یعنی دوات والے۔ (ص ۲۲)

(۲) بعض نے کہا ہے، آپ شدّت سے حق کی طرف راغب اور کثرت سے اللہ کی عبادت کرتے تھے، لہٰذا آپ کو ابوحنیفہ کہا گیا۔

(۳) اور لکھا ہے کہ آپ مستعمل پانی کے استعمال کو جائز نہیں سمجھے تھے، اس لئے آپ کے متبعین نے ٹوٹیوں کا استعمال شروع کیا، چونکہ ٹوٹی کو حنیفہ کہتے ہیں، آپ کا نام ابوحنیفہ پڑ گیا۔ (ابوحنیفہ بطل الحریۃ والمشائخ فی الاسلام ص ۷۷)

(۴) حافظ شمس الدین نے لکھا ہے، بعض افراد نے کہا ہے کہ آپ کی ایک بیٹی حنیفہ نام کی تھی، لہٰذا آپ ابوحنیفہ ہوئے۔

امام موفق نے حضرت امامؒ کے مناقب میں لکھا ہے کہ جب حضرت امام کو فتویٰ دینے سے روکا گیا تو آپ کی بیٹی نے ایک مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا، اپنے بھائی سے دریافت کرلو، فَعَلِمَ اَنَّهٗ كَانَتْ لَهٗ اِبْنَةٌ ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ''۔ آپ کے اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ آپ کی ایک بیٹی تھی۔

ابوحنیفہؒ کی چار صفتیں :

استاذ محمد ابوزہرہ نے (اخبار ابی حنیفہ ص: ۳۴) میں آپ کی تجارت کے متعلق نفیس مقالہ لکھا ہے، اس کا خلاصہ لکھا جاتا ہے۔

تاجر ابوحنیفہ ایسی چار صفتوں سے متصف ہوئے کہ معاملات سے ان کا جوڑ ملتا ہے اور ان اوصاف کی وجہ سے آپ ایک کامل اور ماہر تاجر ہوئے، جس طرح کہ علماء کی

جماعت میں آپ سب سے برتر اور فائق تھے۔ وہ چار صفتیں یہ ہیں۔

۱- آپ کا نفس غنی تھا۔ لالچ کا اثر کسی وقت بھی آپ پر ظاہر نہیں ہوا، حالانکہ لالچ کا اثر اکثر نفوس پر غالب آ جاتا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ اچھے کھاتے پیتے گھرانے کے فرد تھے، جس پر محتاجی کی مذلت کبھی طاری نہیں ہوئی۔

۲- نہایت درجہ امانت دار تھے اور آپ کے نفس سے جس شے کا بھی تعلق ہوتا تھا اسی میں شدید تھے۔

۳- آپ معاف اور درگزر کرنے والے تھے، نفس کی دناءت سے اللہ نے آپ کو بچا رکھا تھا۔

۴- آپ بڑے دیندار تھے، شریعت کے احکام پر سختی سے عمل پیرا تھے، دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات کو عبادت کرتے تھے۔

ان اوصافِ عالیہ کا اجتماعی طور پر جو اثر آپ کے تجارتی معاملات پر ہوا، اس کی وجہ سے تاجروں کے طبقہ میں انوکھے تاجر ہوئے اور بیشتر افراد نے آپ کی تجارت کو حضرت خلیفۃ المسلمین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تجارت سے تشبیہ دی ہے۔ گویا کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تجارت کی ایک مثال پیش کر رہے ہیں اور آپ ان طریقوں پر چل رہے ہیں، جن پر سلفِ صالح کا عمل تھا۔ مال کے خریدنے کے وقت بھی اسی طرح امانت داری کے طریقہ پر عامل رہتے تھے، جس طرح بیچنے کے وقت عامل رہا کرتے تھے۔

چار درہم میں پڑا ہے :

خطیب نے لکھا ہے :

ایک ضعیفہ آپؒ کے پاس آئی اور اس نے کہا، یہ کپڑا آپ کو جتنے میں پڑا ہے، اس

دام پر میرے ہاتھ فروخت کردیں۔ آپؒ نے فرمایا تم چار درہم میں لے لو۔ وہ بولی میں بڑھیا ہوں، میرا مذاق کیوں اُڑاتے ہو، آپؒ نے فرمایا میں نے دو کپڑے خریدے تھے اور ان میں سے ایک کپڑے کو اُس دام سے چادرم کم پر فروخت کردیا۔ اب یہ دوسرا کپڑا ہے جو چار درم میں مجھ کو پڑا ہے، لہٰذا تم چار درم میں اس کو لے لو۔ (سوانح بے بہائے ص ۷۰)

تم نے کپڑے کی تعریف کردی :

عبدالحکیم جندی نے لکھا ہے :

حضرتؒ امام اپنی دوکان میں تھے، ایک شخص نے ریشمی کپڑا طلب کیا، آپ نے اپنے فرزند حماد سے کپڑا دکھانے کو کہا۔ وہ کپڑا لائے اور دکھاتے وقت انہوں نے 'صل علی محمد' کہا۔ عرب ممالک میں یہ مبارک جملہ مقامِ تحسین میں بولا جاتا ہے۔ ہمارے یہاں برصغیر میں افراد کو ایسے موقع پر "ماشاء اللّٰہ کیا کہنا" کہتے سنا ہے۔ حضرت امام نے جب اپنے فرزند سے یہ کلمۂ تحسین سنا تو فرمایا 'مـه قـد مدحتـه' ہائیں، تم نے اس کپڑے کی تعریف کردی۔ اب تم اس کپڑے کو اُٹھاؤ اور اس گاہک کے ہاتھ کپڑا فروخت نہیں کیا۔

(ابوحنیفہ بطل الحریۃ ص:۵۱)

اتباعِ صدیق اکبرؓ کا اہتمام :

اسد بن عمر روایت کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کی کوشش رہا کرتی تھی کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اقوال وافعال اور خصال کی پیروی کریں، کیونکہ حضرت ابوبکر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں سب سے افضل' سب سے اعلم' سب سے افقہ' سب سے اورَع' سب سے اتقٰی' سب سے اَعبد' سب سے اَزہد' سب سے اَسخا اور سب سے اجود تھے۔ اسی طرح ابوحنیفہ تابعین میں سے سب سے زائد علم والے، سب سے زائد متقی، سب

سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ دینے والے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مکہ میں ایک دوکان تھی، وہاں کپڑا فروخت کرتے تھے۔ حضرت ابو حنیفہؒ نے ان کا اتباع کیا اور کپڑے کی آپ نے تجارت کی۔ (موفق ج ا ص ۹۲)

سال بھر کا نفقہ :

وکیع نے بیان کیا، مجھ سے ابو حنیفہ نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجھہ نے فرمایا ہے" اربعة آلاف و دونـه نفقة "چار ہزار اور اس سے کچھ کم نفقہ ہے۔ (یعنی سال بھر کے لئے یہ مقدار کافی ہے) اور اس ارشادِ گرامی کی وجہ سے چالیس سال سے چار ہزار درہم سے زائد کا مالک نہیں ہوا ہوں۔ اگر محتاجی کا کھٹکا مجھ کو نہ ہوتا میں اپنے پاس ایک درہم بھی نہ رکھتا۔ (سوانح بے بہا ص ۷۱)

خَدعَنَا ابو حنیفہؒ :

حضرت امام کی یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ آپ ریشمی کپڑے کی تجارت کرتے تھے اور اس کام میں آپ خوش نصیب تھے اور آپ کو خوب مہارت حاصل تھی۔ آپ کی دکان تھی اور آپ کے شریک خرید و فروخت کے سلسلہ میں سفر پر جایا کرتے تھے۔ آپ اپنے نفس سے بے نیاز تھے، آپ کو طمع اور لالچ سے کسی طرح لگاؤ نہ تھا۔ حسن بن زیاد نے کہا ہے، قسم ہے اللہ کی کہ آپ نے خلفاء اور اُمراء کا ہدیہ اور عطیہ کبھی قبول نہیں کیا۔ منصور نے تیس ہزار درہم کئی دفعات میں بھیجے (تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ دس دس ہزار کر کے تین مرتبہ میں بھیجے تھے) آپ نے منصور سے کہا میں بغداد میں پردیسی ہوں، لوگوں کی امانتیں میرے پاس ہیں۔ میرے پاس جگہ نہیں ہے کہ اُن کو محفوظ کروں، آپ اس کو بیت المال میں رکھوا دیں۔ منصور نے آپ کی التجا قبول کی اور آپ کا مال بیت المال میں رکھوا دیا

جب حضرت امام کی وفات ہوئی، لوگوں کی امانتوں کو بیت المال سے نکالا گیا۔ اس وقت وہ تیس ہزار درہم بھی سامنے آئے اور منصور کو کہنا پڑا، خَدَعَنَا اَبُوْحَنِیْفَه، ابوحنیفہ ہم کو بازی دے گئے۔ (سوانح بے بہا، ص ۷۳)

حلیہ واخلاق :

خطیب نے لکھا ہے : ابویوسفؒ نے کہا ہے، امام ابوحنیفہؒ میانہ قد تھے، نہ چھوٹے اور نہ لمبے۔ لوگوں سے اچھی طرح بات کرتے تھے۔ آپ کا لہجہ بہت عمدہ ہوتا تھا۔ اپنے کام میں نہایت سمجھدار تھے۔

ابونعیم نے کہا ہے :

ابوحنیفہؒ کا چہرہ اچھا، کپڑے اچھے، خوشبو اچھی، مجلس اچھی، بہت کرم کرنے والے اور رفیقوں کے بڑے غمخوار۔

عمر بن حمادؒ (آپ کے پوتے) نے کہا ہے :

ابوحنیفہؒ کا قد درازی کی طرف مائل تھا آپ کے رنگ میں گندمی رنگ کی جھلک تھی۔ (آپ کا لباس صاف ہوتا تھا) آپ کپڑے بدل لیا کرتے تھے۔ ہیئت اچھی، کثرت سے خوشبو کا استعمال کرتے تھے۔ جب سامنے سے آتے یا گھر سے نکلتے تو آپ کے پہنچنے سے پہلے آپ کی خوشبو کی لپٹ پہنچ جاتی تھی۔ (ص ۲۳۰)

ابراہیم بن عیینہ کا سارا قرضہ ادا کر دیا :

ابن حجر مکی نے لکھا ہے :

ابراہیم بن عیینہ چار ہزار درہم کے مقروض تھے اور قرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے قید ہوئے۔ ان کے دوستوں نے اُن کی رہائی کے لئے چندہ کرنے کی راہ نکالی۔ جب یہ

لوگ چندہ لینے کے واسطے حضرت امام کے پاس آئے اور آپ کو واقعہ کا علم ہوا۔ آپ نے فرمایا جو چندہ جمع کیا ہے، واپس کر دو اور پوری رقم چار ہزار اُن کو پیش کر دی۔

واضح ہو یہ ابراہیم سفیان بن عیینہ کے بھائی تھے اور سفیان مشہور محدث تھے، جیسا کہ دوسرے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے۔ (الخیرات الحسان ص ۳۸)

نظام الاوقات، معمولات اور دعوتِ احباب :

علامہ الموفق نے یوسف بن خالد السمتی کا رِحلہٗ (سفرنامہ) لکھا ہے۔ وہ بصرہ سے حضرت امامؒ کی خدمت میں آئے اور پھر حضرت امام ہی کے پاس رہے۔ وہ کہتے ہیں:

حضرت امام ہر پیر اور جمعرات اور جمعہ کی رات کو مغرب اور عشاء کی نماز جامع مسجد میں پڑھا کرتے تھے اور آپ کا حلقہ جامع مسجد میں صبح کی نماز سے ظہر کی نماز تک اور عشاء کی نماز سے ایک تہائی رات تک رہا کرتا تھا اور اپنی مسجد میں عصر کے بعد سے مغرب تک آپ کا حلقہ رہا کرتا تھا اور ظہر سے عصر تک اپنے گھر میں تخلیہ میں رہتے تھے۔ آپ پہلی نماز (عصر کی نماز) میں تعجیل کرتے تھے اور مغرب میں تاخیر اور عشاء میں تعجیل اور فجر اسفار میں پڑھتے تھے۔ ہفتہ کا دن اُن کے حوائج کا دن تھا (اپنے کاموں میں مصروف رہتے تھے) اس دن نہ مجلس میں بیٹھتے اور نہ بازار کو جاتے۔ گھر کے اسباب اور املاک کا بندوبست کرتے۔ بازار میں ضحیٰ کے وقت سے ظہر تک آپ بیٹھا کرتے تھے اور جمعہ کے دن آپ اپنے تمام اصحاب کی دعوت اپنے گھر میں کرتے تھے۔ ان کے واسطے کھانا پکواتے تھے اور ان کو شدید نبیذ پلاتے تھے۔ کھانا ہمارے ساتھ نہیں کھاتے تھے، البتہ نبیذ کے پینے میں ہمارے ساتھ شریک ہو جاتے تھے۔ فرماتے تھے میں اس وجہ سے کھانا الگ کھاتا ہوں کہ تم تکلف نہ کرو۔ آپ طرح طرح کے میوے ہمارے سامنے رکھتے اور خوش ہوا کرتے تھے۔

آپ اپنے نفس ہی سے سخی تھے۔آپ کا چہرہ اچھا، لباس اچھا اور معطر اور ہر مہینہ میں ایک مرتبہ باغ کی تفریح کراتے اور پھر سب کو اَعْیَن کے حمام کو لے جاتے۔

علامہ شمس الدین شامی نے لکھا ہے کہ حضرت امام میانہ قد تھے۔ نہ طویل اور نہ قصیر اور صورت میں عمدہ اور گفتار میں بلیغ اور پوری طرح گرفت کرنے والے اور آپ کا لہجہ شریں اور جوبات کرتے خوب واضح کرتے۔ (مناقب ج۲ص ۱۰۵، ۱۰۶)

زہد و ورع اور خشیت و عبادت :

محدث قاضی ابوعبداللہ حسین بن علی صیمری نے لکھا ہے :

ابن مبارکؒ نے سفیان ثوریؒ سے کہا :

اے ابوعبداللہ! ابوحنیفہؒ غیبت کرنے سے کتنے دور ہیں، میں نے کبھی نہیں سُنا کہ انہوں نے اپنے کسی مخالف کی غیبت کی ہو۔ سفیان ثوریؒ نے میری بات سُن کر کہا۔ اللہ کی قسم وہ نہایت سمجھدار ہیں' وہ اپنی نیکیوں پر ایسا امر مسلط نہیں کرنا چاہتے جو اُن کو ضائع کر دے۔ (اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ ص:۳۱)

امام ابو یوسفؒ کی شہادت :

ابراہیم بن سعد جوہری کا بیان ہے کہ میں خلیفہ ہارون رشید کے پاس تھا کہ ابو یوسف کی آمد ہوئی۔ ہارون رشید نے ابو یوسفؒ سے کہا۔ ابوحنیفہؒ کے اخلاق کا بیان کرو۔

ابو یوسفؒ نے کہا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ'' (ق:۱۸) وہ نہیں نکالتا اپنی زبان سے کوئی بات کہ اس کے پاس ایک نگہبان تیار ہوتا ہے۔

پھر ابو یوسفؒ نے کہا: جہاں تک میرا علم ہے، ابوحنیفہؒ محرماتِ الٰہیہ سے بچانے کی بہت کوشش کرتے تھے۔ ان کا ورع بہت تھا، اس بات سے کہ دین میں کوئی ایسی بات

کہیں جس کا اُن کو علم نہ ہو، ان کی خواہش رہتی تھی کہ اللہ کی اطاعت کی جائے اور کوئی بھی اس کی نافرمانی نہ کرے، وہ اپنے زمانے کے دنیاداروں سے بچتے تھے، دنیوی جاہ وعزت میں ان سے منافسہ نہیں کرتے تھے۔ ان کا زیادہ وقت خاموش رہنے میں گزرتا تھا، ہمیشہ فکر میں رہا کرتے تھے، عمل میں فراخی تھی، باتیں بنانے والے نہیں تھے، اگر ان سے مسئلہ پوچھا جاتا تھا اور ان کو اس سلسلہ میں علم ہوتا تھا، وہ اس کو بیان کر دیتے تھے اور جو سنا ہے جواب میں کہہ دیتے تھے اور اگر اس سلسلہ میں کچھ نہیں سنا ہے، صحیح اور حق طریقہ پر قیاس کرتے تھے اور اپنے نفس کی اور دین کی حفاظت کرتے تھے، علم کو اور مال و دولت کو خوب لگاتے تھے۔ ان کا نفس تمام لوگوں سے بے نیاز تھا۔ لالچ اور حرص کی طرف ان کا میلان نہ تھا۔ غیبت کرنے سے بہت دور تھے، اگر کسی کا ذکر کرتے، تو بھلائی سے کرتے۔

یہ سن کر ہارون رشید نے کہا، یہی اخلاق صالحین کے ہیں اور پھر کاتب سے کہا، یہ بیان لکھ کر میرے بیٹے کو دو تا کہ وہ اس کو پڑھے اور پھر ہارون رشید نے اپنے بیٹے سے کہا، اے میرے بیٹے! اس بیان کو حفظ کرلو، اگر اللہ نے چاہا میں کبھی تم سے پوچھ لوں گا۔

(اخبار ابی حنیفہؒ و اصحابہ ص ۳۱)

یکتائے زمانہ :

ابوعبید قاسم بن سلام نے محمد بن حسن سے سُنا کہ ابوحنیفہ اپنے زمانے میں یکتا تھے اگر زمین پھٹ کر اُن کے مثال کا ظہور ہو تو وہ علم و کرم و غمخواری و ورع اور اللہ کے واسطے ایثار کرنے کا ایک عظیم پہاڑ کی شکل میں نمودار ہوگا اور ساتھ ہی وہ فقیہ بھی۔

(اخبار ابی حنیفہؒ و اصحابہ ص ۳۱)

ملیح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم زفرؒ کے پاس تھے، وہاں سفیان کا اور ابوحنیفہ کا ذکر آیا۔ زفر نے کہا، جس وقت ابوحنیفہ حلال و حرام کا بیان کیا کرتے تھے، تو

سفیان کو ان کا نفس فکر و پریشانی میں ڈالتا تھا۔ ابوحنیفہ سے بڑھ کر نبیل و شریف کون تھا۔ وہ ورع کرنے میں اور غیبت نہ کرنے میں اتنے بلند مقام پر تھے کہ خلقِ خدا اس سے عاجز تھی۔ ابوحنیفہ میں قوتِ برداشت اور صبر کرنے کا مادہ بہ درجۂ اتم تھا۔

(اخبار ابی حنیفہؒ و اصحابہ ص۳۲)

ابن مقاتل کی شہادت :

ابن مقاتل کا بیان ہے، میں نے ابن مبارک سے سنا کہ میں اگر کسی شخص سے ابوحنیفہ کی مذمّت سنتا ہوں، میں نہیں چاہتا کہ اس کو دیکھوں یا اُس کے پاس بیٹھوں کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ کے عذابوں میں سے کوئی عذاب اس پر نازل نہ ہو جائے اور اس کے لپیٹ میں کہیں میں بھی نہ آ جاؤں۔ اللہ تعالیٰ پوری طرح جانتا ہے کہ میں اس یاوہ گو سے بیزار ہوں، جو شخص بھی ابوحنیفہ کی تعریف کرتا ہے، ابوحنیفہ اس سے برتر ہیں۔ قسم ہے اللہ کی آپ اللہ سے ڈرتے تھے، اپنی زبان کی حفاظت کرتے تھے، آپ کا کھانا پینا حلال اور پاک تھا اور قسم ہے اللہ کی آپ کا علم بہت زیادہ تھا اور خوب پھیلا ہوا تھا۔ (ص۳۲)

ورع اور حفاظتِ زبان میں یکتا :

ابن جریج نے کہا، مجھ کو خبر ملی ہے کہ کوفہ کے فقیہ نعمان کا ورع شدید ہے اور وہ اپنے دین کی اور اپنے علم کی خوب حفاظت کرتے ہیں اور وہ اہل دنیا کو اصحابِ آخرت پر ترجیح نہیں دیتے ہیں۔ میرا خیال ہے عنقریب علم میں ان کی عجب شان ہوگی۔

(اخبار ابی حنیفہؒ و اصحابہ ص۳۲)

عمرو بن عون سے یزید بن ہارون نے کہا، میں نے ایک ہزار مشائخ سے پڑھا ہے اور میں نے ان سے علم حاصل کیا ہے۔ اللہ کی قسم ہے کہ میں اُن میں ابوحنیفہ کی طرح

ورع میں اشد اور اپنی زبان کا احفظ کسی کو نہیں دیکھا۔(اخبار ابی حنیفۃؒ و اصحابہ ص ۴۴)

شام کے وضو سے صبح کی نماز:

ابو یوسف نے بیان کیا۔ میں انیس سال ابوحنیفہ سے وابستہ رہا۔ میں نے آپ کو شام کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے دیکھا۔ میں نے آپ سے زیادہ اس بات کی خواہش رکھنے والا کسی کو نہیں پایا کہ علم پر عمل کیا جائے اور لوگون کو علم سے بہرہ ور کیا جائے۔ ابوحنیفہ کی زندگی میں میرا ایک بیٹا مر گیا۔ میں نے اس کی تکفین، تدفین اور نمازِ جنازہ کا کام ایک شخص کے سپرد کیا اور میں ابوحنیفہ کے حلقہ میں شریک ہوا، آپ کا حلقہ شاذ و نادر ہی مجھ سے فوت ہوا ہو۔(اخبار ابی حنیفۃؒ و اصحابہ ص ۴۵)

ابوحنیفہؒ کی نماز:

ابونعیم نے کہا، میں علماء کرامؒ سے بہ کثرت ملا ہوں، جیسے اعمش، مسعر، حمزۃ الزیات، مالک بن مغول، اسرائیل، عمرو بن ثابت اور دوسرے اکابر جن کو میں شمار نہیں کر سکتا اور میں نے ان حضرات کے ساتھ نماز پڑھی ہے، لیکن میں نے کسی کو بھی ابوحنیفہ کی نماز سے اچھی نماز پڑھنے والا نہیں پایا۔ نماز پڑھنے سے پہلے آپ دعا کرتے تھے اور اللہ سے سوال کرتے تھے اور روتے تھے، آپ کی حالت کو دیکھ کر کہنے والے کہا کرتے تھے۔ قسم ہے اللہ کی، یہ شخص اللہ سے ڈرتا ہے۔(اخبار ابی حنیفۃؒ و اصحابہ ص ۴۵)

شب بیداری و عبادت گذاری:

معافی بن عمران نے الجویریہ سے سُنا کہ میں نے حماد بن ابی سلیمان، محارب بن دثار، علقمہ بن مرثد، عون بن عبداللہ، سلمۃ بن کہیل، عطاء، طاؤس، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے اور میں ان کی صحبت میں رہا ہوں اور میں نے ابوحنیفہ کو ان کی جوانی میں

دیکھا ہے اور ان سب حضرات سے ان کو اَحسن لیلًا پایا یعنی ان کی رات سب میں اچھی تھی (شب بیداری اور عبادت گذاری میں گزرتی تھی)۔

(اخبار ابی حنیفۃؒ و اصحابہ ص ۴۵)

ایک رکعت میں ختم القرآن :

خارجہ بن مصعب نے کہا' خَتَمَ الْقُرْآنَ فی رکعة اربعة مِن الائمة ۔ قرآن مجید کو ایک رکعت میں از اوّل تا آخر ائمہ میں سے چار حضرات نے پڑھا ہے اور وہ حضرت عثمان بن عفان، تمیم داری، سعید بن جبیر اور ابوحنیفہ ہیں۔

(اخباز ابی حنیفۃؒ و اصحابہ ص ۴۵)

ابن حجر مکی نے الخیرات الحسان کے صفحہ ۳۴ سطر سات میں خارجہ کی روایت : خَتَمَ الْقُرْآنَ فِیْ رَکْعَةٍ دَاخِلَ الْکَعْبَةِ اَرْبَعَةٌ وَعَدَّ مِنْهُمْ اَبَا حَنِیْفَةَ کہ بیت اللہ شریف کے اندر قرآن مجید کا ختم ایک رکعت میں چار حضرات نے کیا ہے اور ان چار میں ابوحنیفہ کو شمار کیا ہے۔

بیت اللہ میں نماز اور دعا :

اور ابن حجر نے اسی صفحہ میں سطر ۱۸ اور اس کے بعد لکھا ہے :

"بعض اہلِ مناقب نے لکھا ہے کہ حضرت امام نے جب آخری حج کیا تو آپ نے اپنا آدھا مال بیت اللہ شریف کے خدمتگاروں کو دیا تا کہ ان کو بیت اللہ شریف کے اندر نماز پڑھنے کا موقع مل جائے چنانچہ آپ کو موقع ملا اور آپ نے نصف کلام پاک ایک ٹانگ پر اور نصف کلام پاک دوسری ٹانگ پر کھڑے ہو کر پڑھا اور پھر آپ نے یہ دعا کی، یَارَبِّ عَرَفْتُکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ وَ مَا عَبَدْتُکَ حَقَّ الْعِبَادة فَهَبْ لِیْ نُقْصَانَ الْخِدْمَةِ لِکَمَالِ الْمَعْرِفَةِ نُوْدِیَ مِنْ زَاوِیَةِ الْبَیْتِ ، عَرَفْتَ فَاَحْسَنْتَ وَاَخْلَصْتَ

اَلْخِدْمَةَ غُفِرَ لَکَ وَ لِمَنْ کَانَ عَلٰی مَذْهَبِکَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَةِ۔ یعنی اے میرے پروردگار میں نے تجھ کو جانا اچھی طرح کا جاننا اور میں تیری بندگی جیسی چاہیے تھی نہیں کرسکا۔ میری بندگی کی کوتاہی کو بہ وجہ کمال معرفت عفو فرما۔ اس وقت بیت اللہ شریف کے کونے سے یہ ندا آئی، تو نے جانا اور اچھا جانا اور تو نے بندگی اخلاص سے کی، لہٰذا بخشی گئیں (تیری کوتاہیاں) اور ان سب کو جو تیرے طریقہ پر ہوں گے قیامت برپا ہونے تک۔

اور ابن حجر نے صفحہ ۶ میں لکھا ہے:

قال بعضهم مارَأَیْتُ اَصْبَرَ عَلَی الطَّوَافِ وَالصَّلَاةِ وَالْفُتْیَا بِمَکَّةَ مِنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ اِنَّمَا کَانَ کُلَّ اللَّیْلِ وَ النَّهَارِ فِیْ طَلَبِ الْاٰخِرَةِ، وَسَمِعَ هَاتِفًا فِی الْمَنَامِ وَهُوَ فِی الْکَعْبَةِ یَقُوْلُ یَا اَبَا حَنِیْفَةَ اَخْلَصْتَ خِدْمَتِیْ وَ اَحْسَنْتَ مَعْرِفَتِیْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکَ۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے، میں نے مکہ مکرمہ میں ابوحنیفہ سے طواف ونماز اور فتویٰ دینے میں زیادہ مشغول کسی شخص کو نہیں دیکھا ہے، وہ ساری رات اور سارا دن آخرت کی طلب میں رہتے اور بیت اللہ شریف کے اندر نیند کی حالت میں انہوں نے ہاتف سے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا، اے ابوحنیفہ تو نے میری خدمت اخلاص سے کی اور میری معرفت اچھی حاصل کی، میں نے تیری خطائیں معاف کردیں۔

اور پھر لکھا ہے، اور تیرے اخلاص اور احسان کی وجہ سے قیامت تک تیرے پیروؤں کی خطائیں معاف کیں۔

قبولیت ومحبوبیت:

پھر یہ تحریر کیا ہے۔ آپ اپنے دین پر حریص تھے اور آپ نے لوگوں میں اپنا مذہب اس وقت پھیلایا ہے، جب کہ خواب میں حضرت نبویہ اشارہ آپ کو ملا کہ اپنے

مذہب کی طرف لوگوں کو دعوت دو اور اپنی خلوت اور شرمیلے پن اور تواضع وانکساری کو چھوڑ دو جب آپ کو اجازت اس ذاتِ قدسی صفاتِ علیہ من الصلوٰت اکملھا ومن التحیات اجملھا سے ملی، جو اللہ کے خزانوں کا خازن ہے، تو آپ نے اپنا مذہب پھیلایا اور آپ کا مذہب خوب ہی پھلا پھولا اور شرقاً غرباً، عجماً، عرباً پھیلا اور آپ کو ایسے اصحاب ملے جنہوں نے آپ کے مذہب کے اُصول اور فروع کو مدوّن کیا ...... الخ۔

علامہ موفق نے المناقب ج ا، ص ۱۹۹ میں لکھا ہے کہ :

عطاء بن جبلہ نے کہا، میں نے علماء میں سے کسی کو بھی اس بات میں اختلاف کرتے نہیں پایا کہ ابوحنیفہ قوم میں سب سے زیادہ فقیہ اور سب سے زیادہ باورع اور سب سے زیادہ نماز پڑھنے والے اور سب سے زیادہ عبادت گزار تھے۔

علامہ موفق نے المناقب میں صفحہ ۲۰۶ میں لکھا ہے، بکیر بن معروف نے کہا، جو شخص ابوحنیفہ کو دیکھ لے وہ سمجھ جائے گا کہ صاحبِ کمال فقیہ جس کی تعریف نہ کی جا سکے کیسا ہوتا ہے اور وہ معرفت والا جس کی تہہ کو کوئی نہ پا سکے، کیسا ہوتا ہے اور انتہا درجہ کا باورع اور عبادت میں حد درجہ کوشش کرنے والا کون ہوسکتا ہے۔ ابوحنیفہ کو جو بھی دیکھتا ہے سمجھ جاتا ہے۔ اِنَّہٗ خُلِقَ لِلْخَیْرِ کہ آپ کی تخلیق ہی بھلائی کے واسطے ہوئی ہے۔

علم فقہ میں حصولِ کمال کا طریقہ :

ملیح بن وکیع نے اپنے والد سے سنا کہ ایک شخص نے ابوحنیفہ سے دریافت کیا۔ فقہ حاصل کرنے کے لئے کس چیز سے مدد لی جائے۔ آپ نے فرمایا، ہمت پوری ہو، اُس نے کہا ہمت کیسے پوری کی جائے، آپ نے فرمایا، علائق کو چھوڑو، اس نے پوچھا علائق کو کیسے چھوڑا جائے۔ آپ نے فرمایا، ضرورت کے وقت شے کو بہ قدرِ حاجت لو اور اس میں اضافہ نہ کرو۔

امامِ حماد کا اجمالی تعارف :

آپ کی کنیت ابواسماعیل ہے اور والد کا نام مسلم اور کنیت ابوسلیمان ہے۔ فقیہ کوفہ کے نام سے حضرت حماد کی شہرت تھی۔ آپ امام ابراہیم نخعی کے علوم کے حامل اور ان کے جانشین تھے۔ آپ مردِ یگانہ اور صاحبِ احوال تھے۔ حدیث شریف کی روایت حضرت انس بن مالکؓ، سعید بن المسیبؒ وغیرہما سے کی تھی۔ امام مسلم اور اصحابِ سنن نے آپ کی مرویات کو لیا ہے، جس وقت آپ حدیث شریف کی روایت کیا کرتے تھے، آپ پر ایک حال طاری ہو جاتا تھا۔ بسا اوقات غلبۂ احوال کی وجہ سے آپ پر بے خودی چھا جاتی تھی۔ ہوش آنے پر وضو کرتے اور جس جگہ سے حدیث رہ گئی تھی، اُسی جگہ سے آپ اس کی روایت کرتے تھے۔ آپ نہایت سمجھدار اور حسین شخص تھے۔ ماہِ رمضان شریف میں ہر روز پچاس افراد کو کھانا کھلاتے تھے اور عید کے دن ان میں سے ہر ایک کو ایک کپڑا اور ایک سو درہم عنایت کرتے۔

حقیر رقم کیلئے گورنر کے سامنے اپنی آبرو کیوں ضائع کروں :

ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ سے کہا، آپ میرے لئے اس کام کی سفارش ابن زیاد سے کر دیں۔ ابن زیاد کوفہ کا گورنر تھا۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا، تم کو اس کام میں کتنے منافع کی توقع ہے، اس نے ایک ہزار درہم بتائے۔ آپ نے اس کو پانچ ہزار درہم دیے اور فرمایا: اس حقیر رقم کے واسطے ابن زیاد کے سامنے اپنی آبرو کیوں ضائع کروں۔

علامہ بن عماد حنبلی نے ''شذرات الذہب'' میں لکھا ہے۔ آپ سخی، مالدار، محتشم اور گفتار کے صادق تھے۔

حماد کے ایک قول پر اعتراض کا جواب :

مغیرہ کا بیان ہے کہ جب حج کر کے جناب حماد کوفہ آئے۔ آپ نے اہلِ کوفہ سے کہا، تمہارے بچے اور بچوں کے بچے (یعنی آپ کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد) عطاء، مجاہد اور طاؤس سے زیادہ فقیہ ہیں۔ میں ان حضرات کو دیکھ کر آ رہا ہوں۔

آپ کی اس ارشاد پر بعض اہلِ حدیث نے اعتراض کیا ہے (یہ اعتراض ایک ضخیم عربی کتاب میں ہے جو چودھویں صدی میں چھپی ہے) اہلِ حدیث نے آپ کے قول کو استخفاف پر حمل کیا ہے، حالانکہ آپ کا قول مقید ہے کہ تفقہ میں امام حماد کے شاگردوں کا پایہ بلند ہے۔ کیا امام شافعیؒ نے نہیں فرمایا ہے: ''الناس فی الفقه عیال ابی حنیفه'' کہ لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔ کیا امام اعمش نے نہیں کیا ہے، ''نحن الصیادلة و انتم الاطباء'' کہ ہم اہل روایت بمنزلہ عطار کے ہیں جو مفردات فروخت کرتا ہے اور تم اصحابِ فقہ بہ منزلہ طبیب کے ہو۔

مشہور مقولہ ہے، ''لکل فن رجالٌ'' ہر فن کے افراد ہوا کرتے ہیں۔ حضرات عطاءؒ مجاہد، طاؤس وغیرہم نے ارشاداتِ نبویہ علٰی صاحبها الصلاة و التحیّة کی روایت کی ہے۔ حضراتِ صحابہ سے جو کچھ انہوں نے سُنا ہے، اس کا بیان کیا ہے، وہ یقیناً شایانِ صد اکرام واحترام ہیں۔ رحمة اللّٰه تعالٰی علیهم اجمعین۔

امام حماد کی وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی ہے۔ آپ کے جلالتِ قدر، عالی حوصلگی، راست گفتاری، امراء سے بے نیازی اور علم کی بے پایانی کا اندازہ حضرت امام عالی مقام کی ذاتِ ستودہ صفات سے کیا جائے جو اُن کے تربیت یافتہ تھے کہ آپ نے ان کو کیا اعلٰی تربیت دی اور کس بلند مقام پر پہنچایا' عاجز کے نزدیک متنبّی کا یہ شعر آپ کے حسبِ احوال

ہے ....

مَضَتِ الدُّھُوْرُ وَ مَا اَتَیْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَقَدْ اَتٰی فَعَجَزْنَ عَنْ نُظَرَائِهٖ

زمانے گزرے اور اس کا مثل نہ لائے اور وہ آ گیا تو اب اس کی نظیروں سے عاجز ہیں۔ رحمة الله علیهِ وَ عَلٰی مَنْ رَبَّاهُ وَ رَضِیَ عَنْهُمَا۔

امام اعظمؒ کے اساسی اُصول :

مسائل کے استنباط اور استخراج کے سلسلہ میں آپ کے سات (۷) اُصول ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب قرآن مجید وفرقانِ حمید۔

۲- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال وتقریرات۔

۳- حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل اور ان کے فتاویٰ۔

۴- اجماع یعنی اہلِ علم کا کسی دور میں کسی مسئلہ پر اتفاق کر لینا۔

۵- قیاس، یعنی کسی ایسے مسئلہ کا حکم جس کا بیان نہیں آیا ہے کسی ایسے مسئلہ سے نکالنا جس کا حکم معلوم ہو۔

۶- استحسان، علماء نے فرمایا ہے: قیاس کی ایک قسم جلی اور واضح ہے اور اس کا اثر ضعیف ہوتا ہے اور دوسری قسم خفی اور غیر واضح ہے لیکن اس کا اثر قوی ہوتا ہے۔ پہلی قسم کو قیاس کہتے ہیں اور دوسری قسم کو استحسان۔

۷- وہ مروّج طریقہ ہے جس پر بندگانِ خدا کا تعامل ہو۔

علامہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے :

سمجھ لو علماء کی اس بات سے کہ ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب اہلِ رائے ہیں، کوئی یہ سمجھ لے کہ علماء نے ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کی تنقیص کی ہے یا یہ نہ سمجھ لے کہ یہ حضرات

اپنی رائے کو سنت پر ترجیح دیتے ہیں، کیونکہ حضرت امام ابوحنیفہؒ سے یہ بات متعدد طریقوں سے کثرت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ پہلے قرآن مجید سے لیتے ہیں، اگر قرآنِ مجید میں حکم نہیں ملتا ہے، تو سنت سے لیتے ہیں اور اگر سنت میں نہ ملا تو حضراتِ صحابہ کا قول لیتے ہیں اور اس قول کو لیتے جو قرآن یا سنت کے زیادہ قریب ہو اور اگر صحابہ کا قول نہیں ملتا تو آپ تابعین کے قول کے پابند نہیں رہتے، بلکہ آپ بھی اجتہاد کرتے ہیں، جیسا کہ تابعین نے اجتہاد کیا ہے۔ (الخیرات الحسان کی فصل گیارہ)

فقہ حنفی کی تشکیل کی ایک خوبصورت تمثیل :

کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعۃ کے قسم عبادات کے مقدمہ میں لکھا ہے :

وَ قَدْ مَهَرَ اَبُوْحَنِيْفَةَ فِى الْفِقْهِ وَ اشْتَهَرَ فِى الْعِرَاقِ وَ شَهِدَ لَهٗ بِعُلُوِّ مَقَامِهٖ فِى الْفِقْهِ مَالِكٌ وَالشَّافِعِىٌّ وَ كَثِيْرٌ مِّنْ عُلَمَاءِ وَقْتِهٖ۔

فقہ میں ابوحنیفہ کو مہارت حاصل ہوئی اور عراق میں آپ مشہور ہوئے۔ آپ کی فقہی مہارت کا اعتراف امامِ مالک اور امام شافعی اور آپ کے زمانہ کے بہت علماء نے کیا ہے۔ کسی نے کہا ہے اور حقیقتِ امر کا اظہار کیا ہے :

اَلْفِقْهُ زَرْعُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَ عَلْقَمَةُ حَصَّادُهٗ ثُمَّ اِبْرَاهِيْمُ دَوَّاسُ

نُعْمَانُ طَاحِنُهٗ يَعْقُوْبُ عَاجِنُهٗ مُحَمَّدٌ خَابِزٌ وَالْاٰكِلُ النَّاسُ

۱۔ فقہ ابن مسعود کا کھیت ہے اور علقمہ اس کے کاٹنے والے ہیں اور ابراہیم اس کے روندنے والے ہیں۔

۲۔ ابوحنیفہ نعمان اس کے پیسنے والے، یعقوب ابو یوسف اس کے گوندھنے والے اور محمد پکانے والے اور بندگانِ خدا کھانے والے ہیں .... ہے

سلسلہ ہے خوب کیا نعمان کا
ہے سراسر یہ کرم رحمان کا

حضرتِ حماد سے نعمت ملی
اُن کو ابراہیم سے دولت ملی

اُن کے مرشد علقمہ اسود ہوئے
وہ جہاں میں اعلَم و اَسعد ہوئے

ابن اُمِ عبد کے اصحاب سے
نام آور ہیں یہ دو مہتاب سے

کیا بیاں ہو مجھ سے عبداللہ کا کمال
اَرفع و اعلیٰ ہے بیحد بے مثال

آپ ہیں وہ فردِ اکمل یکہ تاز
جو ہوئے ہیں روزِ اوّل سرفراز

سرورِ عالم نے ان سے کہہ دیا
ہم علیم اور ہو معلم اے فتیٰ

پھر رفاقت مصطفٰے کی مل گئی
خلد کی اعلیٰ بشارت مل گئی

یہ مبارک سلسلہ ہے بے مثال
ہے یہی حَبلِ متین ذوالجلال

ہے یہی مسلک ہمارا بالتمام
عروتِ وثقیٰ یہی ہے لاکلام

زید ہے اس پر فدا از جان و دل
کچھ نہیں اس کو غرض از غش و غِل

(سوانح بے بہا ص:۱۰۹)

ابوحنیفہؒ حدیث ضعیف اور آثارِ صحابہ کو قیاس پر مقدم رکھتے تھے:

علامہ ابن حزم اندلسی ظاہری نے کہا ہے: ”ابوحنیفہ کے اصحاب کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کے مذہب میں ضعیف حدیث پر عمل قیاس سے اولیٰ ہے۔

علامہ بن قیم نے ”ابو حنیفه یقدم الحدیث“ کی سرخی لکھی ہے کہ ”ابوحنیفہ حدیث شریف کو مقدم رکھتے تھے“۔ اور پھر لکھا ہے:

اصحابِ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ابوحنیفہؒ کے مذہب میں ضعیف حدیث بہتر ہے قیاس اور رائے سے۔ لہٰذا انہوں نے ضعیف حدیث کی وجہ سے سفر میں کھجور

کی نبیذ سے وضو کرنے کو قیاس اور رائے پر مقدم رکھا ہے اور ایک ضعیف حدیث کی بنا پر دس درہم سے کم کی چوری میں ہاتھ کاٹنے سے روکا ہے اور ایک حدیث کی وجہ سے کہ اس میں ضعف ہے، اکثر حیض دس (۱۰) دن قرار دیا اور جمعہ کی نماز قائم کرنے کے لئے مصر (شہر) کی شرط، اسی طرح کی حدیث سے رکھی ہے اور کنویں کے مسائل میں آثارِ غیر مرفوعہ کی وجہ سے قیاسِ محض کو چھوڑ دیا ہے۔ ابوحنیفہؒ آثارِ صحابہ کو قیاس اور رائے پر مقدم رکھتے ہیں اور یہی امامِ احمد کا مسلک ہے اور سلف کے نزدیک حدیثِ ضعیف کی وہ اصطلاح نہیں ہے جو متاخرین کی ہے، بلکہ جس کو متاخرین حسن کہتے ہیں، سلف اس کو ضعیف کہہ جاتے ہیں''۔

(اعلام الموقعین ج ۱ ص ۷۷)

تقلید واقوالِ صحابہؓ :

استاد ابوزہرہ نے اس سلسلہ میں اعلام ائمہ کا کلام نقل کر کے لکھا ہے :

ابوسعید بروعی نے کہا ہے، صحابی کی تقلید واجب ہے۔ لہٰذا قیاس کو چھوڑنا ہوگا اور کرخی نے کہا ہے کہ صحابی کی تقلید اس وقت کی جائے گی جب وہ بات قیاس سے نہ کہی جا سکے، جیسے حضرت انسؓ اور عثمان بن ابی العاصؓ کا قول ہے کہ اقلِ حیض تین دن ہے اور اکثر حیض دس دن' اور جیسے حضرت عائشہؓ کا قول ہے، جب آپ کو معلوم ہوا کہ زید بن ارقم نے کسی کے ہاتھ آٹھ سو میں کوئی شے فروخت کی اور روپیہ وصول کرنے سے پہلے شے اس سے چھ سو میں خرید لی۔ آپ نے زید بن ارقم کو کہلا بھیجا، اگر تم نے توبہ نہ کی، اللہ تمہارے حج کو اور جہاد کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا ہے باطل کر دے گا۔ یہ سن کر زید بن ارقم حضرت صدیقہ کے در پر ندامت کرتے ہوئے توبہ کناں حاضر ہوئے۔ حضرت صدیقہ نے یہ آیت پڑھی '' فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهٰى فَلَهُ مَا سَلَفَ '' (بقرہ ت: ۲۷۵) پھر جس کو نصیحت پہنچی اپنے رب کی اور باز آیا تو اس کا ہے جو آگے ہوگا) حضرت زید

بن ارقم کے حج اور جہاد کا از روئے قیاس اس فعل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ حضرت صدیقہ نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے۔

شمس الائمہ سرخسی نے کہا ہے کہ دلائل سے ثابت ہے کہ حضرات صحابہ کے اقوال کا لینا ہر حال میں واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: " وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ "۔ (توبہ آیت ۱۰۱) "اور جو لوگ قدیم ہیں پہلے وطن چھوڑنے والے اور مدد کرنے والے اور جو اُن کے پیچھے آئے نیکی سے" اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجر اور انصار صحابہ کی مدح کی ہے اور ان لوگوں کی مدح کی ہے جنہوں نے ان حضرات کی پیروی کی ہے۔ ان کی پیروی کرنی مدح کا سبب ہے اور اس مدح اور پیروی کی وجہ سے اللہ ان کی پیروی کی طرف بُلاتا ہے اور یہ اتباع اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ دین میں ان کی رائے کی پیروی کی جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "اَنَا اَمَانٌ لِاَصْحَابِیْ وَاَصْحَابِیْ اَمَانٌ لِاُمَّتِیْ " میں اپنے صحابہ کے واسطے امان ہوں اور میرے صحابہ میری اُمت کے لئے امان ہیں۔

امام سرخسی نے مزید دلیلیں لکھی ہیں اور استاد ابوزہرہ نے ان کو نقل کیا ہے۔ خلاصۂ کلام اس طرح پر ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ حضراتِ صحابہ کا اتباع کرتے تھے۔ آپ کے مذہب کے بعض ائمہ اس طرف گئے ہیں کہ آپ اپنے قیاس کو قولِ صحابی پر ترجیح دیتے تھے، لیکن ہم آپ کے صریح قول کو ترجیح دیتے ہیں اور یہی آپ کے ورع وتقویٰ سے متفق ہے۔ آپ نے صاف طور سے فرمایا ہے۔ میں دائرۂ اقوالِ صحابہ میں سے جس قول کو پسند کرتا ہوں، لیتا ہوں، میں ان کے اقوال کے دائرے سے باہر نہیں جاتا ہوں، پھر حضرت امام نے چند تابعین کا نام لے کر فرمایا ہے، جس طرح اِن افراد نے کوشش کی ہے میں بھی کرتا ہوں۔ میں ان کے اقوال کا پابند نہیں ہوں۔

قیاس کی حقیقت :

شریعت کے احکام کی علتوں کا معلوم کرنا آسان کام نہیں ہے۔اس کے لئے اسبابِ نزول کا معلوم کرنا، الفاظ کا، عبارات کا، اشارات کا سمجھنا ضروری ہے۔شریعت کے احکام میں دینی اور دنیوی فوائد مضمر ہیں۔علل کے معلوم کرنے سے اُن فوائد سے استفادہ کا موقع ملتا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ قیاس کر کے حکم بیان کر دیا کرتے تھے۔آپ کے بیان کردہ مسائل کو دیکھ کر آپ کے اَتباع نے احکام کی علتوں کا بیان کیا ہے اور قیاس کرنے کے قواعد وضوابط مقرر کئے ہیں۔اس سلسلہ میں امام فخر الاسلام بزدوی کی کتاب ''اصول فقہ'' قابلِ اعتماد ہے۔اس کتاب کو دیکھ کر حضرت امامؒ کی مساعی کا اندازہ لگایا جائے جو انہوں نے مدۃ العمر کی ہیں اور ارشادِ نبوی ''یَسِّرُوْا وَ لَا تُعَسِّرُوْا'' آسانی پیدا کرو سختی نہ کرو، کے پیشِ نظر مسلمانوں کے واسطے کیسے ابوابِ یُسر کھولے ہیں۔اللہ آپ کو اسلام اور مسلموں کی طرف سے اجرِ کثیر دے۔

علامہ قاضی غسّان بن محمد بن عبید اللہ بن سالم المروزی النیسا پوری ابویحیٰ نے کیا خوب فرمایا ہے ....

وَضَعَ الْقِیَاسَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ کُلَّہٗ   فَاَتٰی بِاَوْضَحِ حُجَّۃٍ وَ قِیَاسِ

قیاس کی ساری بنیاد ابوحنیفہ نے رکھی ہے   آپ واضح حجت اور قیاس لے کر آئے ہیں

وَبَنٰی عَلَی الْاٰثَارِ رَاسَ بِنَائِہٖ   فَاَتَتْ غَوَامِضُہٗ عَلَی الْاَسَاسِ

اور آپ نے آثارِ مبارکہ پر اپنی تعمیر کی اساس رکھی ہے' لہٰذا قیاس کی باریکیاں مضبوط اساس پر ہیں۔

واضح رہے کہ آپ کی روایتوں کو کتاب الآثار کے نام سے آپ کے جلیل القدر

شاگردوں نے روایت کیا ہے اور بعد کے ائمہ نے مسانید کے نام سے ان کو جمع کیا ہے۔

دونوں میں کوئی بھی حانث نہیں:

ایک شخص نے ابو حنیفہ سے کہا کہ میں نے قسم کھائی کہ اپنی بیوی سے بات نہیں کروں گا، جب تک وہ مجھ سے بات نہ کرے اور میری بیوی نے قسم کھائی کہ جو مال میرا ہے وہ سب صدقہ ہوگا اگر وہ مجھ سے بات کرے، جب تک کہ میں اس سے بات نہ کرلوں۔ ابو حنیفہ نے اس شخص سے کہا۔ کیا تم نے یہ مسئلہ کسی سے پوچھا ہے۔ اس شخص نے کہا میں نے سفیان ثوری سے یہ مسئلہ پوچھا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ تم دونوں میں سے جو بھی دوسرے سے بات کرے گا، وہ حانث ہو جائے گا۔

ابو حنیفہ نے اس شخص سے کہا، جاؤ اپنی بیوی سے بات کرو، تم دونوں میں کوئی بھی حانث نہ ہوگا۔ وہ شخص ابو حنیفہ کی بات سُن کر سفیان کے پاس گیا اس شخص کی سفیان ثوری سے کچھ رشتہ داری تھی اس نے ابو حنیفہؒ کا جواب سفیان سے بیان کیا۔ وہ جھنجھلا کر ابو حنیفہ کے پاس آئے اور انہوں نے ابو حنیفہؒ سے غصہ میں کہا، کیا تم حرام کراؤ گے۔ آپ نے کہا کیا بات ہے۔ اے ابو عبد اللہ! اور پھر آپ نے سوال کرنے والے سے کہا کہ اپنا سوال ابو عبد اللہ کے سامنے دُہراؤ۔ چنانچہ اس نے اپنا سوال دُہرایا اور ابو حنیفہ نے اپنا فتویٰ دُہرایا سفیان نے کہا، تم نے یہ بات کہاں سے کہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خاوند کے قسم کھانے کے بعد اس کی بیوی نے خاوند سے بات کی، لہٰذا خاوند کی قسم پوری ہوگئی۔ اب وہ جا کر بیوی سے بات کرلے تا کہ اس کی قسم پوری جائے اور دونوں میں سے کوئی بھی حانث نہیں ہے۔

یہ سُن کر سفیان ثوری نے کہا "اِنَّهُ لَيَكْشِفُ لَكَ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ شَيْءٍ كُلُّنَا عَنْهُ غَافِلٌ" حقیقتِ امر یہ ہے کہ تم پر علم کے وہ دقائق واضح ہوتے ہیں کہ ہم اس سے غافل ہیں۔

(عقود الجمان: ص ۲۶۶)

یحییٰ خاموش رہ گئے :

یوسف بن خالد بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہؒ سے سنا کہ ربیعۃ الرای اور یحییٰ بن سعید قاضی کوفہ کی آمد ہوئی ہے۔ یحییٰ نے ربیعہ سے کہا کیا اس شہر کے رہنے والوں پر تم کو تعجب نہیں ہوتا کہ وہ سب ایک شخص کی رائے پر متفق ہو گئے ہیں۔ ابوحنیفہؒ کہتے ہیں، جب مجھ کو یحییٰ کی بات کی خبر ہوئی۔ میں نے یعقوب (ابو یوسف) زفر اور دوسرے اصحاب کو ان کے پاس بھیجا، میں نے اپنے اصحاب سے کہا کہ تم یحییٰ سے قیاس میں مناظرہ کرو۔ چنانچہ یحییٰ کے پاس پہنچ کر یعقوب نے ان سے کہا، دو افراد کی ملکیت میں ایک غلام ہے۔ ایک نے غلام کو آزاد کر دیا، یحییٰ نے کہا یہ جائز نہیں ہے۔ یعقوب نے وجہ پوچھی، یحییٰ نے کہا اس میں ضرر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے" لَاضَرَرَ وَلَاضِرَارَ"، اسلام میں نقصان پہنچانا اور تکلیف پہنچانی نہیں۔ یعقوب نے کہا اگر دوسرا مالک اپنا حصہ آزاد کر دے یحییٰ نے کہا اس کا آزاد کرنا جائز ہے۔ یعقوب نے کہا تم نے اپنی بات چھوڑ دی ہے، اگر پہلے کا آزاد کرنا درست نہیں ہے تو دوسرے کا آزاد کرنے پر بھی وہ غلام رہے گا۔ یہ سن یحییٰ خاموش ہو گئے۔ (عقود الجمان: ص ۲۷۲)

جب ہنڈیا میں پرندہ گر جائے :

علی بن مسہر کہتے ہیں کہ : ہم ابوحنیفہ کے پاس تھے کہ عبداللہ بن مبارک آئے اور انہوں نے کہا، کیا کہتے ہو، اس امر میں کہ ایک شخص اپنی ہنڈیا پکا رہا تھا۔ اتفاق سے ایک پرندہ اس میں جا پڑا اور مر گیا۔ ابوحنیفہ نے اپنے اصحاب سے کہا تم کیا کہتے ہو۔ انہوں نے ابن عباس کا قول نقل کیا کہ شوربا بہا دیا جائے اور بوٹیوں کو دھو کر کھا لیا جائے۔ ابوحنیفہ نے کہا، ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں لیکن ایک شرط کے ساتھ اگر ہنڈیا میں شوربا جوش کھا رہا ہے

اوراسی حال میں پرندہ گراہےتو گوشت پھینک دیا جائے اورشوربا بہادیا جائے اوراگر ہنڈیا میں جوش نہیں آرہاہےاوروہ سکون کی حالت میں ہے،شوربا بہادیا جائے اور گوشت دھوکر کھالیا جائے۔ابن مبارک نے کہا آپ یہ بات کس وجہ سے کہہ رہے ہیں۔امام ابوحنیفہ نے کہا جوش کی حالت میں سرکہ اور گرم مصالح سے بوٹیاں لتھڑ جاتی ہیں اور گوشت دھونے سے پاک ہوجاتا ہے۔یہ سُن کرابن مبارک نے کہا" ھذا زرین "یہ ہے زرین قول یعنی بہت بہتر بات اورابن مبارک نے"عقد انامل "کے حساب سے تیس کے عدد کی شکل میں ہاتھ کی انگلیوں کو کیا یعنی تین انگلیاں بند اور شہادت کی انگلی کو انگوٹھے کے ناخن پر رکھ دینا، حتمی امر کے لئے اس صورت کا استعمال اب بھی جہاتِ افغانستان میں ہوتا ہے۔

(عقود الجمان ص۲۶۶)

قیام اقامت کے وقت کھنکارنا :

شرجیل سے نقل ہے کہ :

ابوحنیفہ سے پوچھا گیا کہ اقامت کہنے والا اقامت سے پہلے کھنکارتا ہے، کیا اس کی کوئی اصل ہے۔آپ نے فرمایا کہ اقامت کہنے والے کی طرف سے یہ ایک طرح کا اعلام ہے کہ اب وہ تکبیر کہنے والے ہیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رات میں ایک وقت میری حاضری کا تھا اور میں جب حاضر ہوتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہوتے تھے۔آپ تنحنح فرما کر (کھنکار کر) مجھ کو اجازت مرحمت فرماتے تھے۔

(عقود الجمان ص:۲۷۰)

قاضی ابن شبرمہ نے ابوحنیفہؒ کے حق میں فیصلہ دیا :

ابن مطیع سے روایت کی ہے کہ :

ایک شخص کی وفات ہوئی۔اس نے ابوحنیفہ کے واسطے وصیت کی۔آپ باہر گئے

ہوئے تھے، آپ کے آنے پر قضیہ ابن شبرمہ کی عدالت میں پیش ہوا۔ حضرت امام نے گواہ پیش کیئے کہ فلاں شخص مرا ہے اور اس نے آپ کے واسطے یہ وصیت کی ہے۔ ابن شبرمہ نے حضرت امام سے کہا کہ تم حلفیہ بیان دو گے کہ گواہوں نے حق پر گواہی دی ہے۔ آپ نے فرمایا مجھ پر قسم نہیں ہے، میں غائب تھا۔ ابن شبرمہ نے کہا : ''ضَلَّتْ مَقَايِيْسُكَ'' تمہارے قیاسات بھٹک گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا، تم اندھے شخص کے متعلق کیا کہو گے، جس کو کسی نے زخمی کر دیا ہے اور دو گواہ مارنے والے کی شناخت کر رہے ہیں۔ کیا تم اندھے سے کہو گے کہ وہ گواہوں کی صداقت کا حلفیہ بیان دے، حالانکہ اس نے نہیں دیکھا ہے۔

ابن شبرمہ نے یہ سُن کر حضرت ابو حنیفہ کے حق میں فیصلہ دیا۔ (عقود الجمان ص: ۲۷۰)

طلاق بھی دے تو باندی ملکیت میں رہے گی :

امام طحاوی نے امام لیث بن سعد سے سنا کہ وہ کہتے تھے، میں ابو حنیفہ کا ذکر سنا کرتا تھا اور میری تمنا اور خواہش تھی کہ ان کو دیکھوں۔ اتفاق سے میں مکہ میں تھا، میں نے دیکھا کہ ایک شخص پر لوگ ٹوٹے پڑے ہیں اور ایک شخص ان کو یا ابا حنیفہ کہہ کر صدا کر رہا تھا، لہٰذا میں سمجھ گیا کہ یہ شخص ابو حنیفہ ہیں۔ آواز دینے والے نے ان سے کہا میں دولتمند ہوں، میرا بیٹا ہے، میں اس کی شادی کرتا ہوں، روپیہ خرچ کرتا ہوں، وہ اس کو طلاق دے دیتا ہے میں اس کی شادی پر کافی روپیہ خرچ کرتا ہوں اور یہ سب ضائع ہوتا ہے، کیا میرے واسطے کوئی حیلہ ہے۔ ابو حنیفہ نے کہا تم اپنے بیٹے کو اس بازار میں لے جاؤ، جہاں لونڈی غلام فروخت ہوتے ہیں، وہاں اس کے پسند کی لونڈی خرید لو، وہ تمہاری ملکیت میں رہے، اس کا نکاح اپنے بیٹے سے کر دو، اگر وہ طلاق دے گا، باندی تمہاری رہے گی۔

یہ کہہ کر لیث بن سعد نے کہا ''فَوَاللّٰهِ مَا اَعْجَبَنِیْ جَوَابُهٗ کَمَا اَعْجَبَنِیْ سُرْعَةُ

جوابہ ''اللہ کی قسم ہے آپ کے جواب پر مجھ کو اتنا تعجب نہیں ہوا جتنا کہ ان کے جواب دینے کی سرعت سے ہوا یعنی پوچھنے کی دیر تھی کہ جواب تیار تھا۔ (عقود الجمان ص:۲۷۲)

ابوحنیفہ کا تجزیہ :

اسماعیل بن محمد بن حماد کو شک ہوا کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے یا نہیں، میں شریک کے پاس گیا اور اُن سے دریافت کیا، انہوں نے '' طَلِّقْهَا وَ اَشْهِدْ عَلٰى رَجْعَتِهَا '' اس کو طلاق دے دو اور پھر گواہ بنا کر اس کی طرف رجوع کرلو، پھر میں سفیان ثوری کے پاس گیا اور اُن سے پوچھا انہوں نے کہا کہ اگر تم نے طلاق دی ہے کہہ دو میں نے اس کی طرف رجوع کیا، پھر میں زفر بن ہذیل کے پاس گیا اور ان سے دریافت کیا، انہوں نے جب تک تم کو طلاق دینے کا یقین نہ ہو وہ تمہاری بیوی ہے، پھر وہ ابوحنیفہ کے پاس گئے اور شریک، سفیان اور زفر کے اقوال ذکر کئے۔ آپ نے فرمایا، سفیان نے ازروئے ورع جواب دیا ہے اور زفر نے عین فقہ کی رو سے جواب دیا ہے اور شریک کا جواب ایسا ہے جیسے میں کسی سے کہوں، میں نہیں جانتا کہ میرا کپڑا پیشاب سے ملوث ہوا ہے یا نہیں اور جواب دے کہ اپنے کپڑے پر پیشاب کرلو اور پھر دھولو۔ (عقود الجمان ص:۲۷۲)

تم بھی کفر سے توبہ کرو :

امام ابوالفضل کرمانی کی روایت ہے کہ کوفہ میں خوارج داخل ہوگئے، ان کے نزدیک گناہِ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے اور جو شخص ان کے عقائد تسلیم نہ کرے، وہ بھی کافر ہے۔ کوفہ میں داخل ہونے والے خوارج سے کہا گیا کہ ابوحنیفہ کوفہ کا امام ہے۔ لہٰذا وہ ابوحنیفہ کے پاس آئے اور آپ سے کہا ''تُبْ مِنَ الْكُفْرِ '' کفر سے توبہ کرو۔ آپ نے فرمایا، ''انا تائب من کفرکم ''تمہارے کفر سے میں تائب ہوں۔ خوارج نے ابوحنیفہ کو پکڑا، آپ نے خوارج سے کہا'' بِعِلْمٍ قُلْتُمْ اَمْ بِظَنٍّ ''تم نے یہ بات ازروئے علم کہی ہے یا خیال و

گمان سے کہی ہے۔

احقر مؤلف کہتا ہے کہ حضرت امام کے قول سے ظاہر ہے کہ آپ نے خوارج کی بات کا جواب دیا ہے۔ خوارج کی بات کا ذکر کتاب میں نہیں ہے۔

خوارج نے کہا ہم نے گمان سے یہ بات کہی ہے۔ آپ نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ'' یعنی بعض گمان گناہ ہے۔ لہٰذا تم کفر سے توبہ کرو۔ خوارج نے کہا تم بھی کفر سے توبہ کرو۔ آپ نے فرمایا: ''اَنَا تَائِبٌ مِنْ کُلِّ کُفْرٍ'' میں ہر کفر سے تائب ہوں۔ (عقود الجمان ص:۲۸۱)

امام ابوالفضل کرمانی نے یہ واقعہ لکھ کر تحریر کیا ہے۔ اس واقعہ سے ابوحنیفہ کے مخالفوں نے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہ مشہور کیا ہے کہ ابوحنیفہ سے دوبار کفر سے توبہ کرائی گئی ہے۔

قسم درست ہے اور گرفت نہیں:

وکیع نے کہا، ہمارا ایک پڑوسی حدیث کے حافظوں میں سے تھا۔ وہ امام ابوحنیفہ پر قیل وقال کرتا رہتا تھا۔ ایک رات اس میں اور اس کی بیوی میں کچھ تکرار ہوگئی۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا، اگر تو نے آج کی رات مجھ سے طلاق کی طلب کی اور میں نے تجھ کو طلاق نہ دی تو تُو طالق ہے یعنی تجھ کو طلاق ہے اور اس کی بیوی نے اس سے کہا، اگر میں تجھ سے طلاق نہ طلب کروں تو میرے غلام آزاد ہیں، پھر دونوں کو ندامت ہوئی اور وہ دونوں ثوری کے پاس گئے اور ابن ابی لیلیٰ کے پاس گئے۔ دونوں کوئی حل تلاش نہ کر سکے اور پھر مجبوراً، وہ میاں بیوی امام صاحب کے پاس گئے۔ آپ نے اس شخص کی بیوی سے کہا۔ تم طلاق کی طلب کرو۔ چنانچہ اس نے طلاق طلب کی، پھر آپ نے اس شخص سے کہا تم اپنی بیوی سے کہو' تجھ کو طلاق اگر تو چاہے، پھر آپ نے ان دونوں سے کہا، تم دونوں کی قسم درست ہوگئی

اور تم پر اب کوئی گرفت نہیں ہے اور آپ نے اس شخص سے کہا، تم اللہ تعالیٰ سے ایسے شخص کی غیبت اور برائی کرنے سے توبہ کرو جس نے تم کو علم تک پہنچایا، چنانچہ میاں بیوی حضرت امام کے واسطے ہر نماز کے بعد دعا کیا کرتے تھے۔ (عقود الجمان ص: ۲۸۲)

ابوحنیفہؒ نے حقیقت بیان کی :

ابوجعفر منصور عباسی نے ابوحنیفہ کو بلایا۔ حضرت امام جب منصور کے پاس پہنچے، وہاں ابن شبرمہ اور ابن ابی لیلیٰ کو بیٹھا دیکھا۔ ابن ابی لیلیٰ کوفہ کے قاضی تھے اور ابن شبرمہ بغداد کے قاضی تھے۔ منصور نے ابوحنیفہ سے دریافت کیا، کیا کہتے ہو خوارج کے متعلق جنہوں نے مسلمانوں کو قتل کیا ہو اور ان کا مال لیا ہو۔ ابوحنیفہ نے کہا، آپ ان دونوں قاضیوں سے دریافت کریں جو کہ آپ کے پاس ہیں۔ منصور نے کہا، ایک نے کہا ہے کہ اس معاملہ میں ان سب کی گرفت ہوگی اور دوسرے نے کہا ہے کہ کسی چیز میں بھی گرفت نہ ہوگی۔

یہ سُن کر ابوحنیفہ نے کہا دونوں نے جواب میں خطا کی ہے۔ منصور نے کہا اسی واسطے ہم نے تم کو بلوایا ہے کہ حکم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، اگر خوارج نے قتل و غارتگری کی ہے اور ان خوارج پر اسلامی احکام جاری نہیں تھے، ان سے گرفت نہیں کی جائے گی اور اگر خوارج نے قتل و غارتگری کی ہے اور ان پر اسلامی قوانین جاری تھے ان پر گرفت کی جائے گی۔

منصور ابوجعفر کے دربار میں اس وقت جتنے بھی علماء تھے، انہوں نے کہا ''القول ما قال ابو حنیفه'' حقیقت وہی ہے جو ابوحنیفہ نے بیان کی ہے۔ (مناقب الامام اعظم)

ابن برہان کا نحوی قول :

امام الموفق نے بہ سند متصل امام ابوالقسم بن برہان نحوی ثقہ کا یہ قول نقل کیا ہے :

مَنْ رَزَقَهُ اللّٰهُ فَهْمًا لِمَذْهَبِ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَ نَحْوِ الْخَلِيْلِ رَاٰىْ مِنْهُمَا

الْاٰیَةَ الْبَاهِرَةَ وَالْجُرْعَةَ الْمُعْجِزَةَ وَاسْتَنَارَ فِیْ قَلْبِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ یَخُصَّ بِهِمَا اِلَّا مَنْهَجَ الْحَقِّ وَ شِرْعَةَ الصِّدْقِ۔

جس کو اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ کے مذہب اور امام خلیل بصری کی نحو کے سمجھنے کی صلاحیت عنایت کرتا ہے۔وہ متحیر کرنے والی نشانی اور عاجز کر دینے والا گھونٹ بھرے گا اور اس کے دل میں نور پیدا ہوگا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ابوحنیفہ کے مذہب اور خلیل کی نحو سے راہِ حق اور طریقہ صدق کو مخصوص کیا ہے۔(المناقب للموفق ج ۲ ص ۱۲۱)

ادیب ابو یوسف یعقوب کا ارشاد :

استاذ ادیب ابو یوسف یعقوب بن احمد نے کہا ہے .... ؎

حَسْبِیْ مِنَ الْخَیْرَاتِ مَا اَعْدَدْتُهٗ   یَوْمَ الْقِیَامَةِ فِیْ رِضَی الرَّحْمٰنِ

دِیْنُ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ خَیْرِ الْوَرٰی   ثُمَّ اعْتِقَادِیْ مَذْهَبَ النُّعْمَانِ

کافی ہیں مجھ کو قیامت کے دن وہ بھلائیاں جو اللہ کی رضا مندی کے لئے میں نے مہیا کر رکھی ہیں اور وہ حضرت محمد ﷺ بہترین خلائق کا دین اور ابوحنیفہ نعمانؒ کا مذہب کا اعتقاد ہے۔(المناقب للموفق ص ۱۲۲)

حق کا مان لینا بہتر ہے :

قاضی ابو عبداللہ صیمری نے ابوسلیمان جوزجانی سے روایت کی ہے کہ مجھ سے بصرہ کے قاضی احمد بن عبداللہ نے کہا، شروط میں ہم اہل کوفہ سے زیادہ ماہر ہیں۔ میں نے کہا علماء کے لئے انصاف کرنا زیادہ بہتر ہے، اِن شروط کے وضع کرنے والے اور بیان کرنے والے ابوحنیفہ ہوئے ہیں۔ان کی بیان کی ہوئی شرطوں کو تم نے مان لیا اور کہیں کوئی لفظ بڑھایا اور کہیں سے گھٹایا اور کہیں کسی لفظ کو اچھے الفاظ سے بدلا۔تم مجھ کو اپنے (اہل بصرہ

کے) شروط اور اہلِ کوفہ کے ان شروط کو دکھاؤ جو ابوحنیفہ سے پہلے کے ہوں۔ یہ سُن کر وہ خاموش ہوئے اور انہوں نے پھر کہا، حق کا مان لینا بہتر ہے، اس سے کہ غلط بات میں مباحثہ کیا جائے۔ انتہی۔

امام ابوحنیفہ کی شان ایسی ہے جیسا کہ متنبّی نے اس شعر میں کہا ہے۔

اِمَامٌ رَسَتْ لِلْعِلْمِ فِیْ کُنْہِ صَدْرِہٖ
جِبَالٌ جِبَالُ الْاَرْضِ فِیْ جَنْبِھَا قُفُّ

''ایسے امام ہیں کہ ان سینہ کے گوشوں میں علم کے ایسے پہاڑ جمے ہوئے ہیں کہ زمین کے پہاڑ ان کے سامنے پتھریلے ٹیلے ہیں''۔ (عقود الجمان)

موسیٰ سینانی کی شہادت :

یحییٰ بن آدم نے بیان کیا کہ میں نے موسیٰ سینانی سے کہا، جو لوگ ابوحنیفہ پر اعتراضات کرتے ہیں، اُن کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ سینانی نے کہا، ''اِنَّ اَبَا حَنِیْفَۃَ جَاءَ ھُمْ بِمَا یَعْقِلُوْنَہٗ وَ مَالَا یَعْقِلُوْنَہٗ مِنَ الْعِلْمِ فَحَسَدُوْہُ'' ابوحنیفہ نے ان کے سامنے علم کے ایسے نکتے رکھے کہ ان میں سے کچھ کو یہ لوگ سمجھے اور کچھ کو نہ سمجھے لہٰذا وہ لوگ امام ابوحنیفہ سے حسد کرنے لگے۔ (عقود الجمان ص:۱۹۹)

علامہ عبدالوہاب بن احمد شعرانی شافعی متوفی ۹۷۳ھ نے لکھا ہے :
جو شخص کہتا ہے کہ ابوحنیفہ قیاس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر مقدم رکھتے ہیں، وہ متعصب ہے، وہ اپنے دین کا استخفاف کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے غافل ہے۔ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا.
بے شک کان اور آنکھ اور دل، ان سب کی، اس سے پوچھ ہے اور اس ارشاد سے غافل

ہے۔ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ۔ نہیں بولتا ایک بات جو نہیں اس کے پاس، ایک راہ دیکھتا تیار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے غافل ہے جو کہ آنحضرت نے حضرت معاذ سے فرمایا: وَھَلْ یُکَبُّ النَّاسُ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْھِھِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِھِمْ اور نہیں منہ کے بل اوندھا گرائیں گے، لوگوں کو جہنم میں، مگر ان کی زبان کی کھیتیاں اور امام ابو جعفر شیزاماری نے (شیزامار بلخ کا ایک گاؤں ہے) متصل سند سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے جو آپ فرمایا کرتے تھے، اللہ کی قسم ہے کہ ہم پر جھوٹ بولا اور ہم پر افترا کی ہے۔ اس شخص نے جو ہمارے متعلق کہتا ہے کہ ہم قیاس کو نص پر مقدم رکھتے ہیں۔ قیاس کی ضرورت تو نص کے بعد ہوتی ہے۔ (المیزان الشعرانیہ ص: ۶۵)

ابو حنیفہؒ کی اپنے شاگردوں کو نصیحت:

فرمایا: مَنْ جَاءَکَ یَسْتَفْتِیْکَ فِی الْمَسَائِلِ فَلَا تُجِبْ اِلَّا عَنْ سُوَالِهٖ وَلَا تَضُمَّ اِلَیْهِ غَیْرَهٗ فَاِنَّهٗ یَتَشَوَّشُ عَلَیْهِ الْجَوَابُ ۔ جو شخص تمہارے پاس مسائل میں فتویٰ لینے آئے، اُسے صرف سوال کا جواب دو، کوئی دوسری بات جواب میں نہ ملاؤ، کیونکہ اس طرح کرنے سے اس کو جواب کے سمجھنے میں دِقّت ہوگی۔

فرمایا: اَقْبِلْ عَلٰی مُتَفَقِّهِیْکَ کَاَنَّکَ اتَّخَذْتَ کُلَّ وَاحِدٍ مِنْھُمْ اِبْنًا وَ وَلَدًا لِیَزِیْدَ ھُمْ رَغْبَةً فِی الْعِلْمِ ۔ جو لوگ تم سے فقہ حاصل کرنے والے ہوں ان کی طرف اس طرح متوجہ ہو گویا تم نے ان میں سے ہر ایک کو اپنا بیٹا اور اولاد بنا لیا ہے تا کہ ان کی علمی رغبت میں اضافہ ہو۔

فرمایا: کُنْ مِنَ النَّاسِ عَلٰی حَذَرٍ ۔ لوگوں سے پرحذر رہو۔

فرمایا: مَنْ دَعَاکَ مِنْ خَلْفِکَ فَلَا تُجِبْهُ فَاِنَّ الْبَھَائِمَ تُنَادٰی مِنْ خَلْفٍ ۔ اگر کوئی تم کو پیچھے سے آواز دے اس کی طرف متوجہ نہ ہو، کیونکہ پیچھے سے جانوروں کو آواز

دی جاتی ہے۔

فرمایا: وَاذْكُرِ الْمَوْتَ وَاسْتَغْفِرْ لِلْاُسْتَاذِيْنَ وَ مَنْ اَخَذْتَ مِنْهُمُ الدِّيْنَ ۔موت کو یاد کرو اور استادوں کے لئے اور جن سے علم دین سیکھا ہے دعائے مغفرت کرو۔

فرمایا: اِذَا مَشَيْتَ فِى الطَّرِيْقِ فَلَا تَلْتَفِتْ يُمْنَةً وَ يُسْرَةً ۔جب راستہ میں چلو دائیں بائیں نہ دیکھو (بلکہ نظر زمین پر رہے)

فرمایا: اِيَّاكَ وَ الْغَضَبَ فِىْ مَجْلِسِ الْعِلْمِ۔علم کی مجلس میں غصہ سے اپنے کو بچاؤ۔

فرمایا: دَاوِمْ عَلٰى قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَاَكْثِرْ مِنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ وَالْمَشَائِخِ وَالْمَوَاضِعِ الْمُبَارَكَةِ...... قرآن مجید کی ہمیشہ تلاوت کرو اور قبروں اور مشائخ کی اور مبارک مواضع کی کثرت سے زیارت کرو۔

فرمایا: لَا تَقُصَّ عَلَى الْعَامَّةِ فَاِنَّ الْقَاصَّ لَابُدَّ لَهُ مِنَ الْكِذْبِ۔ عوام کے سامنے قصہ گوئی نہ کرو کیونکہ قصہ گو کے لئے جھوٹ بولنا ضروری ہے۔

امام سمتی بصری کو تحریر فرمایا: يَحْزُنُنِىْ مُفَارَقَتُكَ وَ يُؤْنِسُنِىْ مَعْرِفَتُكَ فَوَاصِلْنِىْ بِكُتُبِكَ وَ عَرِّفْنِىْ حَوَائِجَكَ وَ كُنْ لِىْ كَابْنٍ فَاِنِّىْ لَكَ كَاَبٍ۔ تمہاری جدائی مجھ کو رنج پہنچاتی ہے اور تمہاری معرفت میرے لئے اُنس ہے۔تم خط کے ذریعہ مجھ سے تعلق رکھو اور اپنی حاجتوں سے مجھ کو مطلع کرو، تم رہو میرے لئے بیٹے کی طرح، کیونکہ میں تمہارے لئے باپ کی طرح ہوں۔

حضرت امام نے اپنے فرزند حماد کو وصیت کی۔تُكْثِرُ ذِكْرَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ الصَّلَاةَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ تَشْتَغِلُ بِسَيِّدِ الْاِسْتِغْفَارِ وَ

ھُوَ قَوْلُہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ .اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَ اَنَا عَبْدُکَ وَ اَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَ وَعْدِکَ مَا سْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔

اللہ کا ذکر کثرت سے کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھو...... اور سید الاستغفار میں مشغول رہو اور وہ یہ ہے :

ترجمہ :-اے اللہ تو ہی میرا پالنے والا ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں بہ قدر اپنی طاقت کے تیرے عہد و پیمان پر قائم ہوں، میں تجھ سے اپنے بُرے اعمال کے شر سے پناہ مانگتا ہوں، تو نے مجھ پر جو انعام کئے ہیں، میں اُن کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہ کا معترف ہوں، تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا گناہوں کا بخشنے والا کوئی نہیں۔

اس کی فضیلت یہ ہے کہ جو شخص اسے شام کو پڑھ لے پھر رات کو مر جائے وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو شخص اسے صبح کو پڑھ لے، پھر دن میں مر جائے، وہ جنت میں داخل ہوگا۔

نوح بن ابی مریم کیلئے پیش گوئی اور ہدایات :

امام ابوعصمہ نوح بن ابی مریم نے بیان کیا کہ :

میں حضرت امام عالی مقام سے احادیث مبارکہ کے معانی دریافت کیا کرتا تھا اور آپ بہت اچھے پیرایہ میں ان کا بیان کیا کرتے تھے اور میں آپ سے دقیق مسائل پوچھتا تھا۔ایک دن حضرت امام نے فرمایا :

اے نوح ! تم قضا کا دروازہ کھٹکھٹا رہے ہو اور جب میں مَرو پہنچا، کچھ ہی دن گزرے تھے کہ میں قضا میں مبتلا ہوگیا۔ میں نے حضرت امام کو خط لکھا کہ میں نے مجبوراً قاضی کا عہدہ قبول کرلیا ہے۔حضرت امام نے تحریر فرمایا، تمہارے گلے میں بہت بڑی

امانت ڈال دی گئی ہے اس بھنور سے نکلنے کا کوئی راستہ تلاش کرو۔ اللہ کے خوف کو لازم پکڑو، اور آپ نے تحریر فرمایا: یہ بات خوب جان لو کہ فیصلوں کے ابواب ایسے ہیں کہ ان کو بڑا عالم ہی سمجھ سکتا ہے، جو اُصول علم (قرآن' حدیث' اقوالِ صحابہ) سے واقف ہو اور خود بھی صاحبِ بصیرت ہو' وہ فیصلہ کر سکتا ہے، جب تم کو کسی واقعہ میں اشکال پیش آئے تو کتاب و سنت اور اجماع کی طرف رجوع کرو، اگر واضح طور پر مسئلہ مل جائے تو اس پر عمل کرو، ورنہ نظائر تلاش کر کے قیاس کرو اور جو کتاب و سنت اور اجماع سے اقرب اور اَشبہ ہو، اس میں اہل معرفت سے مشورہ کرو اور اس پر عمل کرو۔ جب مدعی اور مدعا علیہ حاضر ہوں تو ضعیف و قوی، شریف اور وضیع میں فرق نہ کرو۔ ایسی بات ظاہر نہ کرو کہ بڑا یا شریف تم سے بے جا اُمید رکھنے لگے۔

اللہ تم کو سلامت رکھے اور ہم کو اور تم کو اچھی حیات اور آخرت میں بہتر مقام نصیب کرے۔

ابو یوسفؒ کا ابو حنیفہؒ کے تلمذ میں آنا :

قاضی القضاۃ امام ابو یوسفؒ کی ولادت ۱۱۳ھ میں ہوئی۔ آپ کی نشو و نما غریب گھرانے میں ہوئی۔ لہٰذا آپ مجبور تھے کہ کچھ کمائیں، باوجود اس افلاس کے علم پڑھنے اور علماء کے حلقوں میں بیٹھنے کا شوق تھا۔ آپ قاضی ابن ابی لیلیٰ کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے، کہا گیا ہے کہ آپ نو سال ابن ابی لیلیٰ کے حلقہ سے وابستہ رہے۔ اتفاق سے کسی کے عقدِ نکاح کی محفل میں شریک ہوئے۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ بھی اس مجلس میں تھے۔ نکاح کے بعد کچھ شیرینی نچھاور کی گئی۔ ابو یوسف نے کچھ شرینی اُٹھائی، قاضی ابن ابی لیلیٰ کو یہ فعل ناپسند آیا۔ انہوں نے ابو یوسف کو سخت لفظ کہا اور اَمَا عَلِمۡتَ اَنَّ هٰذَا لَا يَحِلُّ۔ ارشاد کیا یعنی تم کو خبر نہیں کہ یہ ناجائز ہے۔ یہ سن کر ابو یوسفؒ امام ابو حنیفہؒ کے پاس آئے اور مسئلہ

دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہؓ کے ایک انصاری کے عقدِ نکاح کی محفل میں شریک ہوئے۔ نکاح کے بعد اس نے چھوارے اُچھالے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوارے اُٹھائے اور صحابہؓ سے فرمایا:

''اِنْتَهِبُوْ'' لوٹو۔

اس واقعہ کے بعد ابو یوسفؒ حضرت امامؒ کے حلقہ سے وابستہ ہو گئے۔ حضرت امام کو ان کے گھر کی تنگدستی کا اور ان کے شوقِ علم کا علم ہوا۔ حضرت امامؒ نے اُن سے فرمایا: تم اطمینان سے علم حاصل کرو اور ان کے اخراجات کے پوری طرح متکفل ہوئے۔

امام ابوحنیفہؒ کا اعلان:

امام الائمہ حضرت ابوحنیفہؒ نے فقہ عراقی کو خوب صاف کیا اور حضرات ائمہ کے افکار و آراء سے اس کو مرتب کیا، فکری لحاظ سے آپ امام ابراہیم سے متحد نظر آتے ہیں، لیکن رائے میں پوری طرح آزاد ہیں۔ لہٰذا تقلید اور اتحاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت ابوحنیفہؒ نے صاف طور پر اعلان کیا ہے کہ ہم اوّلاً قرآن مجید سے حکم لیتے ہیں، پھر حدیث سے لیتے ہیں، پھر حضرات صحابہؓ کے اقوال و افعال سے اور پھر ہم کسی کے تابع نہیں، جس طرح ائمہ تابعین نے قیاس کیا ہے، ہم بھی قیاس کرتے ہیں۔ اتحادِ فکری الگ شے ہے اور اتحادِ آراء الگ شے ہے، جس نے فکر اور رائے کے فرق پر نظر نہ ڈالی اس نے حضرت امام الائمہ کو حضرت امام ابراہیم فقیہ العراق کا مقلد سمجھ لیا۔ حضرت امام کے حسبِ حال یہ شعر ہے

وَاِنِّیْ وَ اِنْ کُنْتُ الْاَخِیْرَ زَمَانُهٗ   لَاٰتٍ بِمَا لَمْ تَسْتَطِعْهُ الْاَوَائِلُ

اگرچہ زمانے کے اعتبار سے میں آخر میں ہوں لیکن اپنے فکر و خیال کے اعتبار سے پہلوں سے بڑھا ہوا ہوں۔

یہ ہے عنقو دِ ثریا سے حقائقِ ایمانیہ حاصل کرنے والے کی شان۔ واللہ یختص

برحمته من یشاء۔ اللہ جس کو چاہے اپنی رحمتوں سے نوازے۔ (سوانح بے بہا ص ۱۷۳)

مسعر بن کدام کا اعلان:

قَالَ مسعر' مَا اَحسُدُ بِالْكُوفَةِ اِلَّا رَجُلَيْنِ، اَبَا حَنِيْفَةَ لِفِقْهِهٖ وَالْحَسَنَ بْنِ صَالح لِزُهْدِهٖ ۔مسعر کہتے ہیں، کوفہ میں دو آدمیوں سے مجھ کو رشک ہوتا ہے، فقہ کی وجہ سے ابوحنیفہ سے اور زہد کی وجہ سے حسن بن صالح سے۔

ابتلاء کا ذریعہ:

ایک شخص قاضی ابن شبرمہ کے پاس اپنا دعویٰ لے گیا۔ ابن شبرمہ نے اس کے خلاف فیصلہ کیا۔ وہ ابوحنیفہ کے پاس آیا اور اُن سے واقعہ بیان کیا۔ ابوحنیفہ نے کہا یہ حکم خطا ہے اور ابوحنیفہ نے مسئلہ کی صحیح صورت لکھ کر اس شخص کو دی۔ وہ آپ کی تحریر ابن شبرمہ کے پاس لے گیا، وہاں قاضی ابن ابی لیلیٰ بھی تھے۔ ان دونوں کو یہ معلوم نہ ہوا کہ مسئلہ کس نے لکھا ہے، لہٰذا وہ دونوں مسئلہ پڑھ کر خوش ہوئے اور دریافت کیا کہ یہ تحریر کس کی ہے۔ اس شخص نے ابوحنیفہ کا نام لیا۔ چنانچہ ان دونوں نے اس واقعہ کو آپ کے ابتلا کا ذریعہ بنایا اور ابوحنیفہ نے معلوم ہونے پر یہ دو شعر پڑھے ....

اِنْ يَحْسُدُوْنِیْ فَاِنِّیْ غَيْرُ لَائِمِهِم
قَبْلِیْ مِنَ النَّاسِ اَهْلِ الْفَضْلِ قَدْ حُسِدُوْا
فَدَامَ بِیْ وَ بِهِمْ مَابِیْ وَمَا بِهِمْ
وَ مَاتَ اَكْثَرُنَا غَيْظًا بِمَا يَجِدُ

۱۔ اگر وہ مجھ سے حسد کرتے ہیں تو میں ان کو ملامت نہیں کرتا کیونکہ مجھ سے پہلے بہت سے اصحاب کمال سے حسد کیا جا چکا ہے۔

۲۔ ہمیشہ رہے مجھ سے جو مجھ میں ہے اور ان میں (حاسدوں میں) جو ان میں

ہے اور ہم میں سے اکثر اس غیظ کی وجہ سے جو اُن میں ہے مر چکے ہیں۔

(سوانح بے بہا ص: ۱۷۷)

سفیان ثوری کی تاریخی شہادت :

ابو بکر بن عیاش سے روایت کی ہے کہ سفیان ثوری کے بھائی عمر بن سعید کی وفات ہوئی اور ہم تعزیت کے سلسلہ میں اُن کے پاس گئے۔ مجلس لوگوں سے بھری ہوئی تھی، لوگوں میں عبداللہ بن ادریس بھی تھے، اسی دوران میں ابو حنیفہ اپنی جماعت کے ساتھ آ گئے، اُن کو دیکھ کر سفیان اپنی جگہ سے سرکے پھر سفیان کھڑے ہو گئے اور ابو حنیفہ سے معانقہ کیا اور ان کو اپنی جگہ پر بٹھایا اور خود ان کے سامنے بیٹھے۔ ابو بکر کہتے ہیں، مجھے سفیان پر غصہ آیا اور ابن ادریس سے کہا، تم پر افسوس ہے، کیا تم نہیں دیکھتے، ہم بیٹھے رہے تا آنکہ لوگ چلے گئے۔ میں نے ابن ادریس سے کہا، تم نہ اُٹھو تا کہ ہم کو اس کیفیت کی وجہ معلوم ہو اور میں نے سفیان ثوری کو خطاب کر کے کہا، اے ابو عبداللہ! میں نے آج تم کو ایسا فعل کرتے دیکھا ہے ،جس کو ہم نے اور ہمارے ساتھیوں نے ناپسند کیا ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کونسا فعل ہے۔ میں نے کہا تمہارے پاس ابو حنیفہ آئے۔ تم ان کے واسطے کھڑے ہوئے اور تم نے ان کو اپنی جگہ پر بٹھایا اور تم نے ان کی خوب مدارات کی اور ہمارے اصحاب کے نزدیک تمہارا یہ فعل منکر اور خراب ہے۔ انہوں نے کہا اس میں کیا برائی ہے؟

" هٰذَا رَجُلٌ مِنَ الْعِلْمِ بِمَكَانٍ ، فَإِنْ لَمْ أَقُمْ لِعِلْمِهِ قُمْتُ لِسِنِّهِ وَ إِنْ لَمْ أَقُمْ لِسِنِّهِ ، قُمْتُ لِفِقْهِهِ ، وَ إِنْ لَمْ أَقُمْ لِفِقْهِهِ ، قُمْتُ لِوَرَعِهِ ، فَأَحْجَمَنِي فَلَمْ يَكُنْ عِنْدِيْ جَوَابٌ "۔ یہ ایسے شخص ہیں کہ علم میں ان کا ایک مقام ہے، اگر میں ان کے علم کی وجہ سے نہ کھڑا ہوتا، ان کی کلاں سالی کی وجہ سے کھڑا ہوتا اور اگر ان کی کلاں سالی کی وجہ سے نہیں کھڑا ہوتا، ان کی فقہ کی وجہ سے کھڑا ہوتا اور اگر ان کی فقہ کی وجہ سے نہیں کھڑا ہوتا، ان کے ورع

کی وجہ سے کھڑا ہوتا، سفیان ثوری نے مجھ کو حیرت میں ڈال کر لاجواب کر دیا۔

(تاریخ بغداد ص:۳۴۱)

ابن مبارکؒ کی شہادت :

قَالَ ابْنُ الْمُبَارَکِ مَارَأَیْتُ اَحَدًا اَوْرَعَ مِنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَ قَدْ جُرِّبَ بِالسِّیَاطِ وَالْاَمْوَالِ۔

ابن مبارک نے کہا، ابو حنیفہ سے زیادہ پرہیز گار میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ اُن کی آزمائش دولت سے اور کوڑوں سے ہوئی ہی۔

مساور وراق کے اشعار :

اسماعیل صائغ نے کہا میں نے شبابہ بن سوار سے سنا، وہ کہتے تھے کہ شعبہ کی رائے ابو حنیفہ کے متعلق اچھی تھی اور مجھ کو مساور وراق کے یہ اشعار سناتے تھے ......

اِذَا مَا النَّاسُ یَوْمًا قَایَسُوْنَا بِآبِدَةٍ مِنَ الْفُتیَا طَرِیْفَة

رَمَیْنَا هُمْ بِمِقْیَاسٍ مُصِیْبٍ صَلِیْبٍ مِنْ طِرَازِ اَبِیْ حَنِیْفَه

اِذَا سَمِعَ الْفَقِیْهُ بِهِ وَعَاهُ وَ اَثْبَتَهُ بِحِبْرٍ فِیْ صَحِیْفَه

(الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء ص:۱۲۶)

۱۔ اگر کسی دن لوگ ہم سے غیر مانوس نئے فتوے میں قیاس کی بحث کریں گے۔

۲۔ ہم ان کے سامنے ایسا اچھا مضبوط قیاس کرنے کا طریقہ رکھ دیں گے جو ابو حنیفہ کے طرز کا ہوگا۔

۳۔ جب اس کو فقیہ سُنے گا یاد کر لے گا اور روشنائی سے اس کو صحیفہ میں لکھ لے گا۔

جواب وہی ہے جو ابو حنیفہؒ نے دیا ہے :

حسین بن واقد نے کہا، مرو میں ایک مسئلہ پیش آیا، وہاں کسی سے حل نہ ہوا۔ میں

عراق آیا اور میں نے سفیان ثوری سے دریافت کیا۔ وہ تھوڑی دیر سوچتے رہے، پھر انہوں نے کہا، اے حسین! اس مسئلہ کا حل میں نہیں جانتا۔ میں نے کہا، تم امام ہو اور میں مرو سے اس مسئلہ کے لئے آیا ہوں اور تم کہتے ہو کہ میں نہیں جانتا۔ انہوں نے کہا میں نے وہی جواب دیا ہے جو ابن عمر نے دیا تھا (حضرت نے لا ادری فرمایا تھا) حسین کہتے ہیں، پھر میں ابوحنیفہ کے پاس گیا اور ان سے دریافت کیا، انہوں نے جواب دیا اور میں سفیان کے پاس آیا۔ اُن سے واقعہ بیان کیا، انہوں نے ابوحنیفہ کا جواب پوچھا، میں نے ان کو بتایا، وہ جواب سُن کر کچھ دیر خاموش رہے اور پھر کہا، یَا حُسَیْنُ هُوَ مَا قَالَ لَکَ اَبُوْحَنِیْفَةَ، اے حسین ! جواب وہی ہے جو ابوحنیفہ نے کہا ہے۔ (سوانح بے بہا ص:۱۹۶)

امام عبداللہ بن مبارک کی شعری شہادت :

قَالَ الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِیعِ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَکِ یَقُوْلُ...... ۔

۱. رَأَیْتُ اَبَا حَنِیْفَةَ کُلَّ یَوْمٍ ۔۔۔ یَزِیْدُ نَبَاهَةً وَ یَزِیْدُ خَیْرًا

۲. وَ یَنْطِقُ بِاالصَّوَابِ وَ یَصْطَفِیْهِ ۔۔۔ اِذَا مَا قَالَ اَهْلُ الْجَوْرِ جَوْرًا

۳. یُقَایِسُ مَنْ یُقَایِسُهُ بِلُبٍّ ۔۔۔ وَ مَنْ ذَا تَجْعَلُوْنَ لَهُ نَظِیْرًا

۴. کَفَانَا فَقْدَ حَمَّادٍ وَ کَانَتْ ۔۔۔ مُصِیْبَتُنَا بِهِ اَمْرًا کَبِیْرًا

۵. رَأَیْتُ اَبَاحَنِیْفَةَ حِیْنَ یُؤْتٰی ۔۔۔ وَ یُطْلَبُ عِلْمَهُ بَحْرًا غَزِیْرًا

۶. اِذَا مَا الْمُشْکِلَاتُ تَدَافَعَتْهَا ۔۔۔ رِجَالُ الْعِلْمِ کَانَ بِهَا بَصِیْرًا

حسن بن ربیع نے کہا، میں نے عبداللہ بن مبارک سے سُنا، وہ کہہ رہے تھے۔

۱۔ میں نے ابوحنیفہ کو دیکھا کہ اُن میں ہر دن شرافت اور خیر کا اضافہ ہوتا ہے۔

۲۔ اور وہ صحیح بات کہتے ہیں اور اسی کو اختیار کرتے ہیں جب کہ اہل جَور ٹیڑھی بات

کرتے ہیں۔

۳۔ وہ اس شخص سے قیاس کی بحث کرتے ہیں جو آپ سے عقل کی بات کرے، وہ کون ہے جس کو تم ان کی نظیر بناتے ہو۔

۴۔ انہوں نے ہمارے لئے حضرت حماد کے فقدان کا مداوا کیا حالانکہ حماد کی جدائی ہمارے لئے ایک بڑی مصیبت تھی۔

۵۔ میں نے ان کو گہرا سمندر دیکھا جب کہ کوئی ان کے پاس آتا تھا اور علم کا طلبگار ہوتا تھا۔

۶۔ جب کہ علماء مسائل کو ایک دوسرے پر ٹالتے تھے، آپ اُن سے واقف تھے۔

(الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء)

ابو حنیفہ کو بشارت :

اسد بن عمرو کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ ہم سے کہا کرتے تھے، اگر تم لوگوں سے میں کوئی بات کہوں اور اس کا اظہار کروں کہ اس سلسلہ میں کوئی اثر مجھ کو نہیں ملا ہے، تو تم لوگ اثر کی تلاش میں رہا کرو، ہوسکتا ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی اثر وارد ہو۔ چنانچہ ایک دن آپ نے کہا اگر کسی شخص نے قسم کھا کر اپنی بیوی سے کہا کہ میں تین مہینے تک تیرے پاس نہیں آؤں گا۔ یہ ایلاء نہیں ہے، ایلاء اُسی صورت میں ہوتا ہے کہ قسم کھا کر چار مہینے تک بیوی کے پاس نہ جانے کا اعلان کرے۔ ایک مدت کے بعد سعید بن عروبہ کوفہ آئے اور اس زمانے میں سعید کو ان کی کثرتِ علم کی وجہ سے دوسروں پر مقدم رکھا جاتا تھا، ان کو اختلافِ علماء کا اچھا علم تھا۔ لہٰذا ہم نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا، انہوں نے کہا، مجھ سے عامر احول نے، اُن سے ابن عباس نے کہا اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ تین مہینے تک وہ اپنی بیوی کے پاس نہ جائے گا اور چار مہینے تک وہ نہ گیا، یہ ایلاء نہیں ہے۔ یہ روایت سُن کر ہم نے آ کر ابو حنیفہ کو بشارت دی، وہ خوش ہوئے۔

ہم نے اُن سے پوچھا، آپ نے کس دلیل کی بناء پر یہ بات کہی تھی۔ آپ نے فرمایا، آیتِ مبارکہ" لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ (بقرہ:۲۲۶) جو لوگ قسم کھا کر کہتے ہیں اپنی عورتوں سے اُن کو فرصت ہے چار مہینے" سے اور مجھ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ اپنی رائے سے تفسیر میں جرأت کروں۔ (مناقب موفق ج ا ص ۱۹۱)

شراب کے پانی سے وضو کا مسئلہ :

سلیمان بن شعیب کیسانی نے اپنے والد سے سنا کہ ابو یوسف نے کہا کہ جب میں نے ابوحنیفہ سے کافی علم حاصل کیا، خیال آیا کہ ابوحنیفہ کے شہر میں میری قدر نہ ہوگی ،لہٰذا میں کوفہ کے بعض مضافات کی طرف گیا اور ایک جگہ اترا' ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا، اے ابو یوسفؒ، ایک شخص دریائے فرات کے کنارے وضو کر رہا تھا، اس سے اوپر کی طرف ایک بڑا خُم شراب کا ٹوٹ گیا، وہ شراب ملا پانی اس پر آیا، بتاؤ اس کا وضو ہوا یا نہیں۔ ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ میں کچھ جواب نہ دے سکا اور میں نے لڑکے (غلام) سے کہا سامان باندھو' ہمارے لئے وہی شہر صلاحیت رکھتا ہے، جس میں ابوحنیفہ کا قیام ہو، اور جب میں ابوحنیفہ کے پاس پہنچا، آپ نے پوچھا کہاں گئے ہوئے تھے۔ میں نے واقعہ بیان کیا۔ آپ ہنسے اور فرمایا تم جواب نہ دے سکے۔ ابو یوسف نے کہا میری سمجھ میں کچھ نہ آیا، میں جواب کیا دیتا۔ آپ نے فرمایا، اگر شراب کی بُو یا اس کے مزے کا اثر پانی میں ہو تو وضو نہیں ہوا، ورنہ کچھ نہیں۔ (مناقب موفق ج ا ص ۱۲۲)

مامون ابوحنیفہؒ کی تائید میں حدیث پیش کرتے رہے :

فتح بن عمرو ورّاق سے میں نے سنا کہ نضر بن شمیل کے زمانہ میں مَیں مَرو میں تھا۔ وہاں ابوحنیفہ کی کتابوں کو ندی پر لے گئے اور اُن کو پانی سے دھویا۔ یہ بات خالد بن صبیح نے

سُنی اور وہ وہاں کے قاضی تھے، چنانچہ خالد بن صبیح، فضیل بن سہل (خلیفہ مامون رشید کے وزیر) سے ملنے روانہ ہوئے اور اُن کے ساتھ آلِ صبیح بھی گئے، کہا گیا ہے کہ اس وقت آلِ صبیح میں پچاس افراد یا اس سے زیادہ ایسے عالم تھے کہ ان کو قاضی بنایا جائے۔ خالد بن صبیح کے ساتھ ابراہیم بن رستم اور سہل بن مزاحم بھی روانہ ہوئے تھے۔ اس جماعت نے فضل بن سہل سے واقعہ بیان کیا، فضل بن سہل نے کہا یہ کام میرا نہیں ہے، میں خلیفہ کے پاس جاتا ہوں اور اُن سے واقعہ بیان کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ مامون کے پاس گئے اور اُن کو واقعہ سے آگاہ کیا۔ مامون نے دریافت کیا کہ یہ جماعت کس کی ہے اور وہ جماعت کیسی ہے۔ فضل بن سہل نے مامون کو بتایا کہ یہ جماعت نوعمروں کی ہے۔ البتہ ان کے ساتھ نضر بن شمیل بھی ہیں اور یہ دوسری جماعت خالد بن صبیح، سہل بن مزاحم اور ابراہیم بن رستم کی ہے۔ مامون نے کہا، کل ان دونوں جماعتوں کو بُلاؤ تاکہ میں دیکھوں کہ حجت کس کے ساتھ ہے اور میں فیصلہ کروں۔ مامون کی اس بات کو اسحاق اور ان کے رفیقوں نے سُن لیا، وہ بولے، مامون سے کل کون بات کرے گا۔ نضر بن شمیل، مامون سے مباحثہ نہ علم کلام میں کر سکتے تھے اور نہ حدیث شریف میں، لہٰذا انہوں احمد بن زہیر کو اس کام کے لئے نامزد کیا کہ وہ کل مامون سے گفتگو کریں۔

دوسرے دن یہ سب مامون کے دربار میں جمع ہوئے۔ مامون آئے اور انہوں نے السلام علیکم کہا اور پھر نضر بن شمیل سے متوجہ ہو کر کہا، کس بنا پر تم لوگوں نے ابوحنیفہ کی کتابوں کو ندی میں دُھلوایا، نضر بن شمیل خاموش رہے اور انہوں نے کچھ جواب نہیں دیا۔ ان کی جماعت میں سے احمد بن زہیر نے کہا، کیا آپ مجھ کو بات کرنے کی اجازت دیں گے، اے امیر المؤمنین! مامون نے کہا اگر ڈھب سے بات کر سکتے ہو۔ احمد بن زہیر نے کہا ہم نے ابوحنیفہ کی کتابوں کو اس وجہ سے ندی میں دُھلوایا کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہیں۔ مامون نے پوچھا، کس بات میں مخالف ہیں۔

احمد بن زہیر نے خالد بن صبیح سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ خالد نے ابوحنیفہ کے قول سے اس کا جواب دیا۔ احمد بن زہیر نے حدیث شریف کی روایتیں پڑھیں اور مامون ابوحنیفہ کی تائید میں احادیث پیش کرتے تھے۔ ان لوگوں کو ان احادیث کی خبر تک نہ تھی، جب اس بات چیت میں کافی وقت گزر گیا، مامون نے کہا اگر ابوحنیفہ کے اقوال کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہوتے، ہم ان پر عمل نہ کرتے۔ خبردار جو تم پھر ایسی حرکت کرو اور اگر یہ بوڑھے (نضر بن شمیل) تمہارے ساتھ نہ ہوتے، میں تم کو ایسی سزا دیتا کہ تم اس کو نہ بھولتے، اور پھر سب وہاں سے باہر آ گئے۔

مؤلف مقامات علامہ موفق نے لکھا ہے، مامون جب سے بغداد میں بیٹھے ہیں، انہوں نے دوسو فقہا کو اپنے پاس رکھا، جب ان میں سے کوئی مرتا تھا، اس کی جگہ دوسرے کو مقرر کرتے تھے۔ مامون ان سب سے زیادہ فقہ اور علم رکھتے تھے۔ (موفق ج۲ ص۵۵)

ابوحنیفہؒ پر کوئی سبقت نہ پاسکا :

بعض افراد جنہوں نے مسندِ ابی حنیفہ جمع کی ہے۔ ابوحنیفہ کے مناقب میں کہا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ وہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے علمِ شریعت کی تدوین کی ہے اور اس کے ابواب قائم کئے ہیں اور پھر آپ کی متابعت کرتے ہوئے مالک بن انس نے مؤطا مرتب کی ہے۔ ابوحنیفہ پر کوئی سبقت نہیں کر سکا ہے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے علم شریعت میں نہ ابواب قائم کئے اور نہ کتابوں کو مرتب کیا۔ ان کا اعتماد قوتِ حافظہ پر تھا، ابوحنیفہ نے دیکھا کہ علم پھیل رہا ہے اور کھٹکا اس کے ضائع ہونے کا ہے۔ لہٰذا آپ نے ابواب قائم کئے اور ابتداء باب الطہارۃ پھر الصلاۃ سے کی، پھر تمام عبادات، پھر معاملات اور پھر مواریث کا بیان ہے۔ آپ نے ابتدا طہارت سے، پھر نماز سے کی کیونکہ عبادات میں یہ اہم ہیں اور ختم

میراث کے مسائل پر کیا، کیونکہ یہ انسان کا آخری حال ہے۔ اور ابوحنیفہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط کو مرتب کیا۔ اسی بنا پر شافعی نے کہا ہے کہ فقہ میں سب ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔ (تبیض الصحیفہ ص:۳۶)

اُستاد ابو یوسف یعقوب کا مسلک :

سیوطی نے ابن خسرو کی روایت لکھی ہے کہ استاذ ادیب ابو یوسف یعقوب بن احمد نے کہا ....

حَسۡبِیۡ مِنَ الۡخَیۡرَاتِ مَا اَعۡدَدۡتُہٗ ۔۔۔ یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ فِیۡ رِضَی الرَّحۡمٰنِ

کافی ہیں وہ خوبیاں جن کو میں مہیا کر چکا ہوں' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کیلئے

دِیۡنَ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ خَیۡرِ الۡوَرٰی ۔۔۔ ثُمَّ اعۡتِقَادِیۡ مَذۡھَبَ النُّعۡمَانِ

اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے اور امام ابوحنیفہ نعمان کے مذہب کا اعتقاد ہے

ابن ابی عائشہ کی تنبیہ :

سیوطیؒ نے رَے کے قاضی احمد بن عبدہ کی روایت لکھی ہے کہ ہم ابن ابی عائشہ کے پاس تھے کہ آپ نے حضرت ابوحنیفہؒ سے روایت کردہ حدیث بیان کی۔ سامعین میں سے کسی نے کہا "لَانُرِیۡدُہٗ " ہم یہ روایت نہیں چاہتے۔ آپ نے فرمایا، اگر تم ان کو دیکھ لیتے، اُن کی روایت کو رد نہ کرتے، میں ابوحنیفہؒ کے متعلق لوگوں سے وہی کہوں گا جو کہ شاعر نے کہا ہے ....

اَقِلُّوۡا عَلَیۡھِمۡ وَیۡلَکُمۡ لَا اَبَا لَکُمۡ ۔۔۔ مِنَ اللَّوۡمِ اَوۡسَدُّوۡا الۡمَکَانَ الَّذِیۡ سَدُّوۡا

تم ان پر اپنی ملامت کم کرو تمہارے لئے ہلاکت ہے، تمہارا باپ مرے ورنہ تم اس کمی کو پورا کرو جس کو وہ پورا کر گئے تھے۔

میں ابوحنیفہ کی بدگوئی سے رُک گیا:

ابن شبرمہ نے کہا ہے...... "كُنْتُ شَدِيْدَ الْاِزْدَرَاءِ عَلٰى اَبِیْ حَنِيْفَةَ" میں ابوحنیفہؒ کی شدت کے ساتھ تحقیر کیا کرتا تھا۔ میں نے ایامِ حج میں دیکھا کہ لوگ ان سے مسائل پوچھتے تھے۔ میں وہاں اس طرح کھڑا ہوا کہ کوئی مجھ کو نہ پہچانے۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص نے ان سے کہا، میں آپ سے پوچھنے آیا ہوں۔ میں بہت متفکر اور پریشان ہوں۔ آپ نے فرمایا، معاملہ کیا ہے، اس نے کہا، میرا صرف ایک بیٹا ہے، جب اس کا عقدِ زواج کرتا ہوں، وہ اس کو طلاق دے دیتا ہے اور جب لونڈی خرید کر اس کو دیتا ہوں، وہ اس کو آزاد کر دیتا ہے۔ کیا آپ کوئی حیلہ بتائیں گے؟ آپ نے فرمایا، تم اپنے واسطے اپنے بیٹے کی پسند کی لونڈی خرید و اور اپنے بیٹے کا نکاح اس سے کر دو۔ اگر تمہارا بیٹا اس کو طلاق دے، وہ لونڈی تمہاری ملکیت میں رہے گی اور اگر وہ اس کو آزاد کرے، وہ کر نہیں سکتا، کیونکہ لونڈی تمہارا مال ہے، اگر لونڈی کا بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب اس سے ہے۔

یہ بیان کر کے ابن شبرمہ نے کہا...... "عَلِمْتُ اَنَّ الرَّجُلَ فَقِيْهٌ مِنْ يَوْمَئِذٍ وَ كَفَفْتُ عَنْ ذِكْرِهٖ اِلَّا بِخَيْرٍ"۔ میں سمجھ گیا کہ وہ ابتداء سے فقیہ ہیں اور میں بدگوئی سے رُک گیا اور بھلائی سے اُن کا ذکر کرتا ہوں۔ (ابن خلکان ج ۵، ص ۴۱۱)

عربیت کی کمزوری کا علاج:

امام ابوحنیفہ کے مناقب اور فضائل کثرت سے ہیں۔ خطیب بغدادی نے تاریخِ بغداد میں بہت کچھ کا ذکر کیا ہے اور پھر ایسے اُمور کا ذکر کیا ہے کہ ان کا نہ ذکر کرنا بہتر تھا۔ ابوحنیفہ جیسے دین میں اور ان کے ورع اور تحفظ (سلامت روی) میں شک نہیں کیا جا سکتا۔ رہی اُن کی عربیت کی کمزوری کا بیان کہ ابوحنیفہ نے کہا ہے "و لو قتله با باقبیس" تو اس

سلسلہ میں یہ کہا گیا ہے (هی لغة الکوفیین) کہ یہ اہل کوفہ کی بولی ہے کہ وہ اسماء ستہ کو حالتِ رفع میں اور حالتِ نصب میں اور حالتِ جر میں الف سے ہی بولتے ہیں۔ لہٰذا اعتراض ٹھیک نہیں۔

اور لکھا ہے سلطان ملک شاہ سلجوقی کے مستوفی شرف الملک ابوسعد محمد بن منصور نے ۴۵۹ھ میں حضرت امام کی قبر پر گنبد بنوایا اور شریف ابوجعفر مسعود نے جو بیاضی کے نام سے مشہور ہیں، یہ دو شعر کہے ....

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْعِلْمَ کَانَ مُبَدَّدًا ۔ فَجَمَعَهٗ هٰذَا الْمُغَیَّبُ فِی اللَّحْدِ

کیا تم نہیں دیکھتے کہ علم متشتت اور پراگندہ تھا' اور اس کو اس ذات نے جو قبر میں پوشیدہ ہے جمع کر دیا۔

کَذٰلِکَ کَانَتْ هٰذِهِ الْاَرْضُ مَیْتَةٌ ۔ فَاَنْشَرَهَا فِعْلُ الْعَمِیْدِ اَبِیْ سَعْدِ

اسی طرح یہ زمین بیکار پڑی تھی' اور اس کو معتمدِ مملکت ابوسعد نے آباد کر دیا۔ (ص:۳۱۴)

حنفی ملّت کی لگامیں :

وَتَّدَ اللّٰهُ الْاَرْضَ بِالْاَعْلَامِ الْمُنِیْفَه ۔ کَمَا وَتَّدَ الْحَنِفِیَّةَ بِعُلُوْمِ اَبِیْ حَنِیْفَه

اللہ نے زمین میں بلند پہاڑوں سے کھونٹیاں لگائیں جس طرح ملتِ حنیفہ کو ابوحنیفہ کے علوم کی کھونٹیوں سے برقرار رکھا ہے۔

اور لکھا ہے ....

الأئمة الجلّة الحنفیّة ۔ اَزِمَّةُ الْمِلَّةِ الْحَنَفِیَّه

جلیل القدر حنفی ائمہ' حنفی ملت کی باگیں ہیں۔

عبدالحمید بن عبدالرحمٰن نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک تارا ٹوٹا اور کہا گیا یہ ابوحنیفہ ہیں، پھر دوسرا تارہ ٹوٹا اور کہا گیا یہ مسعر ہیں، پھر تیسرا تارہ ٹوٹا اور کہا گیا یہ

سفیان ہے۔ چنانچہ ان حضرات کی وفات اسی ترتیب سے ہوئی۔ (تاریخ الخمیس ج ۲ ص ۳۲۹)

عبداللہ بن مبارکؒ نے قسم کھائی :

عبداللہ بن مبارکؒ لوگوں سے ایک دن احادیثِ شریفہ بیان کرر ہے تھے۔ آپ نے کہا، مجھ سے حدیث بیان کی نعمان بن ثابت نے۔ بعض افراد نے کہا، ابوعبدالرحمٰن (یعنی عبداللہ بن مبارک) نعمان سے کس کو مراد لے رہے ہیں۔ ابن مبارک نے کہا، میرا مقصد ابوحنیفہؒ ہیں جو علم کا مغز ہیں۔ یہ سن کر بعض افراد نے حدیث کا لکھنا چھوڑ دیا۔ یہ دیکھ کر وہ بہت تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوئے، پھر کہا :

اے لوگو! تم کس قدر بے ادب ہو اور تم ائمہ کے بارے میں کس قدر جاہل ہو اور اہل علم کی معرفت تمہاری کتنی کم ہے۔ ابوحنیفہ سے زیادہ کوئی حقدار نہیں ہے کہ اس کی اقتدا کی جاوے، کیونکہ وہ امام تھے، صاحبِ تقویٰ تھے، پاک صاف تھے، صاحبِ ورع تھے، عالم تھے، فقیہ تھے، انہوں نے علم کو ایسا واضح کیا، اپنی دید سے، سمجھ سے، ہوشیاری سے اور تقویٰ سے کہ کوئی شخص ایسا واضح نہیں کر سکا ہے۔ یہ کہہ کر ابنِ مبارکؒ نے قسم کھائی کہ ان کو ایک مہینہ نہ پڑھائیں گے۔ (عقود الجمان ص: ۱۸۹)

عبداللہ بن مبارکؒ کی امام اوزاعیؒ سے ملاقات :

خطیب نے ابن مبارکؒ کی روایت لکھی ہے کہ میں اوزاعی سے ملنے ملک شام آیا اور بیروت میں اُن سے ملا۔ انہوں نے مجھ سے کہا، اے خراسانی، یہ بدعتی کون ہے، جو کوفہ میں نکلا ہے اور اس کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ میں اپنے گھر واپس آ کر ابوحنیفہ کی کتابوں میں مصروف ہوا۔ میں نے اُن میں سے چند عمدہ مسئلے نکالے، میں اِس کام میں تین دن مصروف رہا اور تیسرے دن اوزاعی کے پاس آیا، وہ اس مسجد کے مؤذن اور امام تھے۔ میرے ہاتھ

میں میری تحریر تھی۔ انہوں نے کہا یہ کونسی کتاب ہے، میں نے وہ تحریر ان کو دے دی۔ انہوں نے اس میں ایک مسئلہ دیکھا، جس پر میں نے لکھا تھا، نعمان بن ثابت نے کہا ہے، وہ اذان دینے کے بعد کھڑے رہے اور انہوں نے ابتدائی حصہ پڑھا، پھر اس تحریر کو انہوں نے آستین میں رکھ کر اقامت کہی اور نماز پڑھائی، پھر اس تحریر کو نکال کر دیکھا اور کہنے لگے۔ اے خراسانی! یہ نعمان بن ثابت کون ہے۔ میں نے کہا ایک شیخ ہیں کہ ان سے عراق میں میری ملاقات ہوئی ہے۔ اوزاعی نے کہا، یہ مشائخ میں ہوشیار اور سمجھدار ہیں، جاؤ اور اُن سے اپنے علم میں اضافہ کرو۔ میں نے ان سے کہا کہ یہی وہ ابوحنیفہؒ ہیں، جن سے تم نے مجھ کو روکا تھا۔

(اس واقعہ کو ابوالقاسم جرجرائی نے بھی ابن مبارک سے نقل کیا ہے اور یہ اضافہ ہے)

پھر مکہ مکرمہ میں ابوحنیفہ اور اوزاعی کا اجتماع ہوا اور میں نے دیکھا کہ اوزاعی اُن مسائل کو ابوحنیفہ سے پوچھ رہے تھے، جو میری تحریر میں تھے اور ابوحنیفہ خوب شرح وبسط سے ان کا بیان کر رہے تھے، جب دونوں الگ ہوئے، میں اوزاعی سے جا کر ملا۔ اوزاعی نے کہا ابوحنیفہ کو دیکھ کر ان کی کثرتِ علم پر اور ان کی عقلمندی پر مجھے رشک ہوتا ہے۔ میں ان کے متعلق کھلی غلطی پر تھا اور میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔

حضرتِ اُستاذ کی شہادت :

علامہ ابن عبدالبر مالکی ''الانتقاء'' میں حضرت امام عالی مقام کے صاحبزادے حماد سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے اپنے اُستاد حضرت حماد سے ایک مسئلہ طلاق کا دریافت کیا اور انہوں نے اس کا جواب دیا۔ آپ نے اختلاف کیا اور آپ کے حضرت استاد کو خاموش ہونا پڑا۔ پھر آپ اُٹھ گئے۔ آپ کے حضرت اُستاد نے فرمایا 'هذا فقهه و يحيى الليل و يقومه'۔ یہ تو اُن کی فقہ ہے اور وہ رات بھر جاگتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

امام ابوجعفر طحاوی کی تمنا :

ابوعمر بن عبدالبر کا بیان ہے کہ (امام) ابوجعفر طحاوی نے کسی سے یہ دو شعر سُنے ۔

اِنْ کُنتِ کَاذِبَةً بِمَا حَدَّثْتِنِیْ　　فَعلَیْکِ اِثْمُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ اَوْ زُفَرِ

اَلْوَاثِبِیْنَ عَلَی الْقِیَاسِ تعَدِّیًا　　وَالنَّاکِبِیْنَ عَنِ الطَّرِیْقَةِ وَالأثَرِ

فَقَالَ اَبُوْجَعْفَر : وَدِدْتُ اَنَّ لِیْ حَسَنَاتِهِمَا وَ اُجُوْرَهُمَا وَ عَلَّی اِثْمُهُمَا ۔

ا۔ اگر تو نے جو بات مجھ سے کہی ہے غلط ہے، تو تجھ پر ابوحنیفہ اور زفر کے گناہ پڑیں۔

۲۔ جو کہ تجاوز کرتے ہوئے قیاس میں بڑھتے تھے اور سیدھی راہ اور اثر سے پھرتے تھے۔

ابوجعفر نے فرمایا، کاش مجھ کو ان دو صاحبان کا اجر اور نیکیاں ملیں اور ان کے گناہ مجھ پر پڑیں۔ (الانتقاء ص: ۱۷۳)

ابوحنیفہؒ کے حاسد واعداء :

امام ابوعمر ابن عبدالبر نے حضرت امام عالی مقام کے حاسدوں اور آپ کے اعداء کا خوب بیان کیا ہے اور ظاہر کر دیا ہے کہ یہ نام نہاد اہلِ حدیث حضرت عبدالرحمٰن جامی کے اس شعر کے اتم مصداق ہیں ....۔

درلباسِ دوستی سازند کارِ دشمنی　　هُمْ ذِئَابٌ فِیْ ثِیَابٍ اَوْ ثِیَابٌ فِیْ ذِئَابٍ

دوستی کے لباس میں دشمنی کے کام انجام دیتے ہیں، وہ بھڑیئے کپڑوں میں ہیں یا کپڑے بھیڑیوں میں ہیں۔ (سوانح بے بہا ص: ۲۹۱)

بعض شعراء کا خراجِ عقیدت :

اَلْفِقْهُ مِنَّا اِنْ اَرَدْتَ تَفَقُّهًا وَالْجُوْدُ وَالْمَعْرُوْفُ لِلْمُنْتَابِ

اگر تم کو تفقہ کی خواہش ہے تو ہم سے فقہ سیکھو اور عطا اور بھلائی بار بار آنے والے کیلئے ہے۔

وَ اِذَا ذَكَرْتَ اَبَاحَنِيْفَةَ فِيْهِمْ خَضَعَتْ لَهُ فِى الرَّاىِ كُلُّ رِقَابِ

اور اگر ان میں ابو حنیفہ کا ذکر کردو تو قیاس میں سب کی گردنیں اُن کے سامنے جھک جاتی ہیں اور ابو المؤید موفق بن احمد مکی نے کہا ہے۔

هٰذَا مَذْهَبُ النُّعْمَانِ خَيْرُ الْمَذَاهِب كَذَا الْقَمَرُ الْوَضَّاحُ خَيْرُ الْكَوَاكِبِ

یہ نعمان کا مذہب مذاہب میں بہتر مذہب ہے، جیسے چمکتا ہوا چاند کواکب میں بہتر ہے۔

تَفَقَّهَ فِىْ خَيْرِ الْقُرُوْنِ مَعَ التُّقٰى فَمَذْهَبُهُ لَاشَكَّ خَيْرُ الْمَذَاهِبِ

مبارک قرون میں تقویٰ کے ساتھ تفقہ حاصل کیا۔ پس آپ کا مذہب بیشک مذاہب میں بہتر ہے اور بعض نے کہا ہے۔

اَيَاجَبَلَى نُعْمَانَ اِنَّ حَصَا كُمَا لَتُحْصٰى وَمَاتُحْصٰى فَضَائِلُ نُعْمَان

اے نعمان نام کے دو پہاڑ و تمہاری کنکریاں گنی جاسکتی ہیں اور امام نعمان کے فضائل نہیں گنے جاسکے۔ (تبییض الصحیفہ ص ۳۵)

مظلومیت اور رحلت و تدفین :

علامہ شہاب الدین احمد ابن حجر ہیتمی مکی شافعی نے لکھا ہے :

بنو مروان کے آخری بادشاہ مروان بن محمد نے یزید بن عمرو بن ہبیرہ کو عراق کا والی بنایا۔ اس نے ۱۳۰ھ میں ربیع کو بھیج کر امام ابو حنیفہ کو بُلوایا کہ آپ قاضی القضاۃ ہوں۔ آپ نے انکار کیا اور اس نے آپ کو کوڑوں سے پٹوایا۔

لکھا ہے کہ عراق میں بنو مروان کے خلاف فتنہ اُٹھا۔ ابن ہبیرہ نے علماء کو جمع کیا اوران کو بعض اعمال پر مقرر کیا۔ عقود الجمان میں ہے کہ ان علماء میں ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ اور داؤد بن ابی ہند شامل تھے۔ ابن ہبیرہ نے قاصد امام ابوحنیفہ کے پاس بھیجا کہ آئیں اور حکومت کی مہر اپنے پاس رکھیں۔ بغیر مہر کے نہ کوئی حکم نافذ ہوگا اور نہ بیت المال میں کچھ تصرف کیا جائے گا۔ آپ نے مہر رکھنے سے انکار کیا۔ ابن ہبیرہ نے قسم کھائی، اگر امام ابوحنیفہ انکار کریں گے تو وہ کوڑے لگوائے گا۔ علماء نے حضرت امام سے کہا ہم نے بادلِ ناخواستہ حکومت میں اشتراک کیا ہے، تم بھی اس کام کو قبول کرلو اور اپنے نفس پر رحم کرو۔ قاضی صیمری نے لکھا ہے کہ ابن ہبیرہ نے قسم کھائی کہ عہدہ قبول نہ کرنے پر وہ سر پر کوڑے لگوائے گا۔ حضرت امام نے قسم کھائی کہ میں اس کام کو قبول نہیں کروں گا۔ ابن ہبیرہ نے کہا یہ میری قسم کے مقابلہ میں قسم کھاتے ہیں۔ میں اس وقت تک پٹواؤں گا کہ یہ عہدہ قبول کر لیں یا مرجائیں۔ آپ نے فرمایا، اخروی عذاب کے مقابلہ میں دنیوی عذاب مجھ کو قبول ہے۔ چنانچہ آپ کے سر پر بیس (۲۰) کوڑے مارے گئے۔ آپ نے ابن ہبیرہ سے کہا، تم یاد رکھو کہ تم کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا ہوگا اور وہ کھڑا ہونا میرے اس کھڑے ہونے سے بہت ذلّت کا کھڑا ہونا ہوگا اور اللہ تم سے پوچھ کرے گا۔ یہ سُن کر ابن ہبیرہ نے جلّاد کو رُک جانے کا اشارہ کیا اور آپ کو قید خانہ بھجوایا۔ رات کو ابن ہبیرہ نے رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ ابن ہبیرہ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، **اما تخاف اللّٰہ تضرب رجلا من امتی بلا جرم و تھددہ ، فارسل الیہ فاخرجہ واستحلہ**، تو اللہ سے نہیں ڈرتا کہ میری اُمت کے ایک شخص کو بغیر جرم کے مارتا ہے اوراس کو دھمکاتا ہے۔ چنانچہ ابن ہبیرہ نے آدمی بھیج کر آپ کو آزاد کیا اور آپ کی قسم پوری ہوئی۔

عقود الجمان میں ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ دس دن تک دس دس کوڑے آپ کے لگے ہیں اور لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل کو کوڑے لگے اور وہ حضرت امام کے کوڑے لگنے کو یاد کر کے رویا کرتے تھے۔ آپ کے لئے دعائے رحمت کرتے تھے۔

یہ بھی آپ کے احوال میں لکھا ہے کہ حضرت امام کو سوچنے کے لئے مہلت دی گئی تھی۔ لہٰذا قید سے نکل کر حجازِ مقدس چلے گئے اور جب حکومت بنی عباس کی ہوئی آپ کوفہ تشریف لائے۔

ظلمِ شدید اور وفات :

بنو مروان کا ظلم دور ہوا اور بنی عباس نے جباریّت کا اظہار کیا۔ لکھا ہے کہ منصور عباسی نے حضرت امام کو بلایا کہ آپ قاضی کا عہدہ قبول کریں۔ آپ نے قبول نہیں کیا۔ منصور نے حکم دیا کہ ان کو ہر روز قید خانہ سے نکال کر منظرِ عام پر دس کوڑے مارا کریں اور بازاروں میں گھما کر اعلان کیا جائے۔ چنانچہ دس روز تک یہ ظلم آپ نے برداشت کیا۔ خون بہا کرتا تھا اور کوڑے پڑتے تھے اور اسی حال میں آپ کو پھرایا جاتا تھا۔ دس دن گزرنے پر آپ روئے اور آپ نے دعا کی اور ''اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید'' کا ظہور ہوا۔ ہیثمی نے لکھا ہے۔ ایک جماعت نے کہا ہے کہ آپ کو ایک پیالہ پینے کو دیا گیا۔ آپ نے فرمایا، مجھ کو معلوم ہے کہ اس میں کیا ہے۔ میں نہیں پیتا۔ چنانچہ آپ کو لٹا کر آپ کے حلق میں ڈالا گیا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سب کچھ منصور کے سامنے کیا گیا ہے اور یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہے، جب آپ کو موت کا احساس ہوا، آپ سجدہ میں گئے اور اسی حال میں آپ کی وفات ہوئی۔

ہیثمی نے یہ بھی لکھا ہے۔ اتنا شدید عذاب اور ایسی شناعت سے قتل کرانا اس بنا پر

نہیں ہوسکتا کہ آپ نے قاضی بننے سے انکار کیا تھا، بلکہ اس کی وجہ یہ ہوئی ہے کہ آپ کے مخالفوں نے منصور سے کہا کہ حضرت ابراہیم بن عبد اللہ بن حسن بن حضرت علی مرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شورش حضرت ابوحنیفہ نے کروائی تھی اور آپ نے حضرت ابراہیم کو دولت دی تھی ۔ ابوحنیفہ کا اثر بہت زیادہ ہے۔ یہ سن کر منصور نے آپ کو بلایا اور ظلم سے ساتھ آپ کو قتل کرایا اور یہ واقعہ ماہِ رجب یا شعبان میں ہوا ہے اور کہا گیا ہے کہ نصف شوال کا واقعہ ہے اور سن ایک پچاس ۱۵۰ تھا۔ رحمة الله عليه و رضى عنه ۔

آپ کی تجہیز و تکفین و تدفین :

ہیثمی نے لکھا ہے، قید خانہ سے پانچ افراد آپ کو اس جگہ لائے ، جہاں آپ کو غسل دیا گیا۔ جناب حسن بن عمارہ قاضی بغداد نے آپ کو غسل دیا اور ابورجاء عبد اللہ بن واقد ہروی نے پانی ڈالا۔ جب حسن بن عمارہ غسل دے کر فارغ ہوئے، ان الفاظ سے تابینؒ کی

رَحمکَ اللّٰهُ لَمْ تفطر منذ ثلاثين سنة ولم تتوسَّد يمينک بِالليل منذ اربعين سنة ، كنت اَفْقَهنَا وَ اَعْبَدَنَا وَ اَزْهَدَنَا وَ اَجْمَعَنَا لِخصَالِ الْخَيْرِ وَ قَبرْتَ اِذْ قَبرْتَ اِلٰى خَيْرٍ وَ سُنَّةٍ وَ اَتعبت من بعدک ۔

تم پر اللہ رحم فرمائے، تیس سال سے افطار نہیں کیا اور چالیس سال سے رات کو کروٹ نہ لی۔ ہم میں تم سب سے زیادہ فقیہ تھے اور سب سے زیادہ عبادت گزار تھے اور ہم میں سب سے زیادہ بھلائی کی خصلتوں کو جمع کرنے والے تھے اور جب بھی دفن ہوئے بھلائی اور سنت کے ساتھ ہوئے اور اپنے بعد کے آنے والوں کو اشکال میں ڈالا۔ (اشکال یہ ہے کہ تم جیسا علم ان کا نہیں)

آپ کو غسل دے کر ابھی فارغ نہیں ہوئے تھے کہ اہلِ بغداد اس کثرت سے جمع

ہوئے، جن کی گنتی اللہ ہی کو معلوم ہے۔ بعضوں نے کہا ہے، پچاس ہزار افراد تھے اور بعض نے کہا ہے، اس سے زیادہ تھے۔ آپ پر نماز جنازہ چھ مرتبہ پڑھی گئی۔ آخری مرتبہ آپ کے بیٹے حمّاد نے نماز پڑھائی اور تقریباً بیس (۲۰) دن تک آپ کی قبر پر نماز ہوتی رہی اور آپ نے وصیّت فرمائی، خیزران کے مقبرہ میں جو شرقی سمت میں ہے، دفن کئے جائیں کیونکہ وہ زمین غصب کی ہوئی نہیں ہے۔ جب منصور کو یہ بات پہنچی، اس نے کہا، کون ہے جو امام ابوحنیفہ سے ان کی زندگی اور موت میں ہماری طرف سے معذرت چاہے۔

جب یہ خبر ابن جریج کو پہنچی جو کہ امام شافعی کے استادالاستاد تھے۔ آپ نے کلمۂ استرجاع پڑھا اور فرمایا، کیسا علم گیا اور یہ خبر جب شعبہ کو پہنچی فرمایا کوفہ کا نورِ علم بجھ گیا، ایسا نور وہ پھر نہ دیکھیں گے۔

صدقۃ المغابزی کی دعا قبول ہوتی تھی، انہوں نے حضرت امام کی تدفین کے بعد تین رات تک یہ دو شعر سُنے ....

ذَهَبَ الْفِقْهُ فَلَا فِقْهَ لَكُمْ　　فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا خَلَفًا

مَاتَ نُعْمَانُ فَمَنْ هٰذَا الَّذِیْ　　یُحْیِیَ اللَّیْلَ اِذَا مَا سَجَفَا

۱۔ گئی فقہ اب تمہارے پاس فقہ نہیں، اللہ سے خوف کھاؤ اور ان کے خلف بنو۔

۲۔ مر گئے نعمان اب کون ایسا ہے جو شب کو بیدار ہو جب وہ پردے چھوڑ دے۔

حضرت امام پر قید خانہ میں دس دن تک سخت تکلیفیں گزری ہیں۔ آپ کا خون پنڈلیوں سے بہتا ہوتا تھا اور آپ کو بازار میں گھمایا جاتا تھا۔ عقود الجمان میں ہے۔ ضیق علیه تضیقا شدیدًا فی الطعام و الشراب فی الحبس۔ قید خانہ میں آپ پر کھانے پینے کی نہایت تکلیف دی جاتی تھی اور یہ کیفیت دس دن تک رہی اور ہر روز دس کوڑے مارے جاتے تھے۔

مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ منصور حضرت امام کی قبر پر گیا اور وہاں نماز پڑھی، کچھ معذرت خواہ الفاظ بھی کہے۔ مومن خاں نے خوب کہا ہے ...... ؎

وہ آئے ہیں پشیماں لاش پر اب
تجھے اے زندگی لاؤں کہاں سے

جامع المسانید الامام الاعظم کی وجہ تالیف :

اِس کتاب کو علامہ ابوالمؤید محمد بن محمود بن محمد بن حسن جو اصلاً عربی اور پیدائش کے اعتبار سے خوارزمی ہیں، جن کی ولادت ۵۹۳ھ اور وفات ۶۵۵ھ میں ہوئی' نے لکھی ہے، انہوں نے اس مبارک مسند کے لکھنے کی وجہ یہ لکھی ہے۔

میں نے ملک شام میں بعض جاہلوں سے سُنا' حضرت امام عالی مقام کی روایتِ حدیث کم تھی اور ایک جاہل نے امام شافعیؒ کی مسند جس کو ابوالعباس محمد بن یعقوب اصم نے جمع کیا ہے اور امامِ مالک کی مؤطا اور امام احمد کی مسند سے استدلال کرتے ہوئے حقارت سے حضرت امام عالی مقام کا ذکر کیا۔ یہ سُن کر میری حمیتِ دینی نے مجھ کو مجبور کیا کہ میں حضرت امام عالی مقام کی پندرہ مسانید و آثار سے ایک مسند مرتب کروں، چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے ابوابِ فقہ کی ترتیب پر یہ مسند مرتب کی تاکہ جاہل معاندوں کا شبہ دور ہو۔ ایسے معاندوں کے متعلق امام ابن مبارک نے کہا ہے ...... ؎

حَسَدُوا الْفَتیٰ اِذْ لَمْ یَنالوا سعیه   فالقومُ اَعْدَاءٌ لَهُ وَ خُصُوْمُ
کَضَرَائِرِ الْحَسْنَاءِ قُلْنَ لِوَجْهِهَا   حَسَدًا وَ بُغْضًا اِنَّهُ لَدَمِیْمُ

۱۔ انہوں نے نوجوان پر حسد کیا، جبکہ اس کی کوشش کو نہ پہنچ سکے تو قوم اس کی دشمن اور مخالف ہے۔

۲۔ جیسا کہ حسینہ کی سوکنوں نے اس کے چہرے کو حسد اور بغض کی وجہ سے کہا، یہ

بدصورت ہے۔

عاجز کے سامنے اس مبارک مسند کا وہ نسخہ ہے، جس کو جناب منصور علی مصطفیٰ آبادی مولداً اور حنفی مذہباً نے بہ وقت عصر، روزِ شنبہ، پندرہ شعبان ۱۲۷۱ھ کو جناب محمد حسین کے مطبع محمدی واقع دہلی میں طبع کیا ہے۔ انہوں نے پندرہ مسانید کا بیان اس طرح کیا ہے۔

پندرہ مسانید جن کو فحول علماءِ حدیث نے جمع کیا ہے۔

۱۔ مُسند امام حافظ ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن الحارث البخاری المعروف بعبد اللہ الاستاذ رحمہ اللہ۔

۲۔ مُسند امام حافظ ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد العدل رحمہ اللہ۔

۳۔ مسند امام حافظ ابوالحسین محمد بن المظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ بن محمد رحمہ اللہ۔

۴۔ مُسند امام حافظ ابونُعیم احمد بن عبداللہ بن احمد الاصفہانی رحمہ اللہ۔

۵۔ مُسند الشیخ الثقۃ العدل ابوبکر محمد بن عبدالباقی بن محمد الانصاری رحمہ اللہ۔

۶۔ مُسند امام حافظ صاحب الجرح والتعدیل ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانیؒ۔

۷۔ مُسند الامام الحسن بن زیاد اللؤلوی رحمہ اللہ۔

۸۔ مُسند الحافظ عمر بن الحسن الأشنانی رحمہ اللہ۔

۹۔ مُسند الامام الحافظ ابوبکر احمد بن محمد بن خالد بن خَلِی الکلامی رحمہ اللہ۔

۱۰۔ مُسند الامام الحافظ ابوعبداللہ الحسین بن محمد بن خسرو البلخی رحمہ اللہ۔

۱۱۔ مُسند الامام ابویوسف القاضی یعقوب بن ابراہیم الانصاری رحمہ اللہ۔

۱۲۔ مُسند الامام محمد بن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ۔

۱۳۔ مُسند الامام حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ۔

۱۴۔ مُسند محمد بن الحسن معظّمہ من التابعین ورواہ عنہ رحمہ اللہ ویسمی الآثار۔

۱۵۔ مُسند الحافظ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن ابی العوام السعدی رحمہ اللہ۔

مامون اور یحییٰ بن معین کا اظہارِ حقیقت :

(جامع المسانید کے ص۴۸ میں ہے) قاضی ابوعبداللہ الصمدی نے سند متصل سے یہ واقعہ لکھا ہے کہ امیر المؤمنین المامون کے زمانہ میں ایک کتاب حدیث لکھی گئی اور وہ کتاب یہ کہہ کر مامون کو پیش کی گئی کہ ابوحنیفہؒ کے اصحاب میں سے ابویوسفؒ اور محمدؒ جو آپ کے مقرّب ہیں اس کتاب پر عمل نہیں کرتے۔ پورے واقعہ کا بیان طوالت کا سبب ہوگا۔ خلاصہ اس طرح ہے کہ اہلِ حدیث کی کتاب کے سلسلہ میں علامہ عیسیٰ بن ابان نے کتاب ''الحجة الصغیرہ'' لکھی اور اس میں امام ابوحنیفہ کا مسلک بیان کیا کہ اخبار میں سے کن اخبار کو رد، کن کو قبول کیا جائے گا اور کن کی تاویل کی جائے گی اور یہ کتاب المامون کو پیش کی گئی۔ المامون نے اس کو پڑھا اور ابوحنیفہ پر ترحم کیا یعنی رحمہُ اللہ کہا (اللہ ان پر رحم فرمائے) اور پھر ابن مبارک کے دو شعر ''حَسدُو الْفَتیٰ اِذْلَمْ یَنالُوا سَعْیُہٗ ...... الخ'' پڑھے۔

اصحابِ مناقب نے اسانیدِ متصلہ سے صاحب جرح وتعدیل امام اہلِ حدیث یحییٰ بن معین کے متعلق لکھا ہے کہ جب حضرت امام عالی مقام کا ذکر ان کے سامنے کیا جاتا تھا، وہ ابنِ مبارک کے یہ دو شعر پڑھتے تھے۔

امام موفق مکی نے کہا ہے ....

اَیَا جَبلَیْ نُعْمَانَ اِنَّ حَصَا کُمَا لَتُحْصَی وَلَایُحْصَی فَضَائِلُ نُعْمَانِ

جَلَائِلَ کُتُبَ الْفِقْہِ طَالِعْ تَجِدْبِھَا دَقَائِقَ نُعْمَانٍ شَقَائِقَ نُعْمَانِ

۱۔ اے نعمان نام کے دو پہاڑ تمہاری کنکریاں گنی جاسکتی ہیں اور حضرت نعمان کی خوبیاں نہیں گنی جاسکتیں۔

۲۔ فقہ کی بڑی کتابوں کا مطالعہ کرو تو اُن میں تم پاؤ گے نعمان کی دقیقہ سنجیاں

شقائق نعمان ہیں۔

''ابجدی منجد'' میں لکھا ہے کہ ربیع کے موسم میں مختلف اقسام کے سرخ رنگ کے پھول ہوتے ہیں، جیسے شفار احمر، حوذان، زھارین، اِن سب کو شقائقِ نعمان کہتے ہیں۔

حیوان سے بڑا بے وقوف :

اور ابن کرامہ کا قول ہے کہ ہم وکیع بن الجراح کے پاس تھے۔ ایک شخص نے کہا ابوحنیفہ نے خطا کی۔ وکیع نے اس سے کہا، ابوحنیفہ خطا کس طرح کر سکتے ہیں، جب کہ ابو یوسف اور محمد اور زفر جیسے اصحابِ قیاس اور اہلِ اجتہاد ان کے ساتھ ہیں اور یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ اور حفص بن غیاث اور حبّان و مَندل پسرانِ علی جیسے حفاظِ حدیث اور اصحابِ معرفت اور قاسم بن معن جیسا ادیب اور دانائے عربیت ولُغت اور داوٗد طائی اور فضیل بن عیاض جیسے خدا ترس اور زاہد اُن کے ساتھ ہوں۔ ایسے جلیل القدر افراد جس کے ساتھ ہوں گے، اگر اس سے غلطی ہوگی، وہ اس کی غلطی دور کر دینگے۔ یہ کہہ کر وکیع نے کہا جو شخص اس طرح کی بات کہے وہ حیوان ہے بلکہ اس سے زیادہ بے وقوف ہے، جو شخص یہ سمجھتا ہو کہ حق ابوحنیفہ کے مخالف کے ساتھ ہے، اس شخص نے تنہا الگ اپنا مذہب بنایا ہے اور میں اس کے سامنے فَرزدق کا یہ شعر پڑھوں گا جو اس نے جریر کو خطاب کر کے کہا ہے ....

اُولٰئِکَ آبَائِ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِهِمْ ۔۔۔ اِذَا جَمَعَتْنَا یَاجَرِیْرُ الْمَجَامِعُ

یہ ہیں میرے باپ دادا اے جریر تم ان کا مثل پیش کرو اگر بر حسب ہمیں مجمع جمع کریں۔

(سوانحِ بے بہا ص:۳۵۶)

لا ادری :

بنو اُمیہ کے دور میں حضراتِ صحابہ مختلف ممالک میں آباد ہو گئے۔ خوارج، روافض کا ظہور ہوا۔ موضوعی احادیث اور لاَادْرِیْ کا قول رائج ہوا۔ مغرب سے ایک شخص

چالیس مسئلے دریافت کرنے کے لئے امام مالک کے پاس آیا۔ آپ نے چھتیس کا جواب لا اَدْرِی (میں نہیں جانتا) سے دیا اور چار سوالات کے جوابات دیئے۔

امام شعبی سے پوچھا آپ نے لا اَدرِیْ کہہ دیا، مسئلہ پوچھنے والے نے کہا آپ کو شرم نہیں آتی کہ لا ادری کہتے ہیں، حالانکہ آپ عراق کے فقیہ ہیں۔ شعبی نے کہا کہ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے کہا ہے، "قَالُوْا سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا" (بولے تو سب سے نرالا ہے ہم کو معلوم نہیں مگر جتنا تو نے سکھایا) فرشتوں کو اللہ سے لَا عِلْمَ لَنَا کہتے ہوئے شرم نہیں آئی۔

مذاہبِ فقہیہ کا آئینہ :

چند سال ہوئے کہ مصر کے مُحامی (وکیل) احمد مہدی الخضر نے کتاب " نَحْوُ دَائِرَةِ مَعَارِفِ الفِقْهِ الْاِسْلَامِی "یعنی فہرسِ کتاب ردالمختار معروف بہ ابن عابدین لکھی۔ حضرت امام کے حاسد اور معاند اِس کتاب کو اُٹھا کر دیکھیں۔ سرِ ورق میں نام کے نیچے لکھا ہے :

لَئِنْ کَانَ الْاِسْلَامُ فِیْ مَذَاهِبِهِ وَالْمَذْهَبُ الْحَنَفِیّ یَحْتَلُّ دَوْرَ الطَّلِیْعَةِ مِنْهَا فَاِنَّ ابْنَ عَابِدِیْنَ هُوَ مِرْآةُ هٰذَا الْفِقْهِیّ الْعَظِیْمِ ۔

اگر اسلام اپنے مذاہب اور مذہبِ حنفی کی وجہ سے مذاہبِ عالم میں بلندی کا مقام حاصل کر رہا ہے تو ابن عابدین مذاہبِ فقہیہ کے آئینہ ہیں۔

یہ حضرات فقہاء کی بے مثال مساعی اور اُن کا عمل، حضراتِ حنفیہ نے صحیح معنوں میں شریعتِ مطہرہ کے احکام کا اس دقّت اور باریکی سے مرتب کیا ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔

اُمَّةٌ فَازَت برِضْوَانٍ مَتِیْنٍ   رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهَا کُلَّ حِیْنٍ

یہ اُمت قوی رضامندی سے فائز ہوگئی ہے ان پر اللہ کی رحمت ہر گھڑی ہو۔

معارف ابی حنیفہ نافع الخلائق ہیں :

مصر، شام و فلسطین، عراق اور حجازِ مقدس اور افغانستان میں جہاں بھی جائیے۔ پاکستان اور ہندوستان کے علماءِ کرام سے ملئیے، ہر جگہ حضرت امام شافعیؒ کے ارشادِ گرامی کا پورا اثر پاؤ گے کہ'' اَلنَّاسُ فِی الْفِقْه عَيَالُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ '' کہ فقہ میں لوگ ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔ ہر جا یہی دیکھو گے کہ ہر قاضی کی میز پر علامہ ابن عابدین کی رَدّالمختار موجود رہتی ہے اور حضرات فقہاء احناف کے معارف سے خلقِ خدا مستفید ہو رہی ہے اور حضرت امامِ عالی مقام کے مراتب میں اضافہ ہو رہا ہے۔ عاجز کو اُمید قوی ہے کہ حضرات اولیاء پروردگار کے حسبِ ارشاد حضرت امام کا یہ فیض قیامِ قیامت تک جاری وساری رہے گا۔

وَ مَا ذٰلِکَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدَنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَوَّلًا وَ آخِرًا۔

عاجز نے بعض بزرگوں کی تحریرات میں یہ شعر لکھا دیکھا ہے ....۔

کار سازِ ما بہ فکرِ کارِ ما
فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما

ہمارا کام بنانے والا ہمارے کام کی فکر کر رہا ہے اب ہمارا اپنے کام میں فکر کرنا اپنے کو آزار میں ڈالنا ہے۔

و صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ محمد و آلہٖ و صحبہٖ اجمعین۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مولانا عبدالقیوم حقانی کی تصنیفات
اماں جی